

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تنویر البرہان

تصنیف:

عَلَامَةُ ابْنِ الْحَسَّانِ جَكِيمٍ مُحَمَّدٍ رَمْضَانَ عَلِي
قَادری قریشی

پیشرو:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملفہ کا پتہ: ۶۷-۶۸ ادور سیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۷-۷ کراچی

برای بعد از ظهر

خدمت اقدس

سلام و محرم حوت علامہ محمد حنفی قادری
دامت برکاتہم العالیہ

۱۰ ذی قعدہ
۱۹ ذی قعدہ
۲۰۰۸

طالب دعا: محکم الفقیر ابو علی
فیقاہ قادری امجد فقیر حسین نوشاہی
R-31/17 گلبرگ کھٹان سسٹن کراچی۔ فون: ۳۵۵۲۸۵۸
نیز لکھنؤ سرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



تصنیف:

علامہ ابوالحسن جکیم محمد رمضان علی
قادری قریشی

پیشرو:
حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

مطبعہ کاہنہ: ۶۸-۶۷ اور سمیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۲ کراچی

نام کتاب ————— تنویر البرہان
ترتیب و پیشکش — حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ کراچی
ناشر ————— حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ کراچی

تاریخ اشاعت	تعداد
جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ ستمبر ۲۰۱۱ء	۱۰۰۰
ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ دسمبر ۲۰۱۵ء	۱۵۰۰

مطبع
الأفضل گرافکس

۱۶۶- ایم اے جناح روڈ کراچی - فون ۲۶۲۹۹۰۵
e.mail: arfeen@cyber.net.pk

نذر

نذر بحضور حامی شریعت، پیر طریقت، ماحی شرک و بدعت
عاشق رسول شاہ شاہاں خواجہ خواجگان قطب العالم فقیر بے بدل
فقیر بے مثال فقیر محمدی فقیر فانی فی اللہ باقی باللہ
حضرت قبلہ شاہ محمد افضل المعروف "افضل سرکار" مدظلہ العالی
قادری، چشتی، صابری، نظامی، قلندری رحمۃ اللہ علیہ
گرتبول افتد زبے عز و شرف۔

الفقیر الی الرحمن
ابوالحسن حکیم محمد رمضان علی
قادری، قریشی، غفرلہ
سنجھورو سندھ - پوسٹ کوڈ ۶۸۲۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

ابتدائیہ

اس وقت فقیر کے پیش نظر ایک کتابچہ ”قرآنی درس توجید“ ہے۔ اُسے ”ابو خالد“ خازنی وہابی نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتابچہ دو برگزیدہ ہستیوں نمبر ۱۔ حضرت قبلہ شاہ محمد افضل قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری المعروف ”افضل سرکار“ مدظلہ العالی اور نمبر ۲۔ حضرت محترمہ بیگم راشدہ صدیقی۔ المعروف ”رابعہ ثانی“ مدظلہا العالیہ نے بغرض تحقیق ارسال فرمایا ہے۔ تاکہ فقیر قرآن مجید و حدیث شریف کی روشنی میں اس کتابچہ میں مندرجہ امور و مضامین پر گہری نظر ڈال کر صحیح صورت حال واضح کرے۔

یہ ان کی ذرہ نوازی ہے کہ انہوں نے اس فقیر، سچیدان کو اس قابل سمجھا اور یہ اہم فریضہ مجھے سونپ کر اعزاز بخشا جب کہ بمصدق۔ فوق کل ذی علم علیہ۔ فقیر سے بدرجہا زیادہ صاحبان علم و فضل موجود ہیں۔

منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشت

منت منہ کہ خدمت سلطان ہے کنی

اس کتابچہ میں سب کچھ وہی ہے جو امام الوہابیہ ”ابن عبد الوہاب نجدی“ کی کتاب ”کتاب التوجید“ اور پیشوائے وہابیہ

اسماعیل دہلوی "تقویۃ الایمان" میں ہے اور ان کے پیرو دیگر وہابی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آ رہے ہیں اور ان کے جوابات علمائے حق و مشائخ اہلسنت بار بار بالتفصیل بہ دلائل قاطعہ دے چکے ہیں، خرافات و ہفوات نجدیہ وہابیہ کی تردید میں لاجواب کتب بہ تعداد کثیر شائع فرما چکے ہیں۔ جن کے جواب سے تمام وہابیہ ساکت و عاجز ہیں۔ تاہم یہ فرقہ ضالہ اس قدر ڈھیٹ ہے کہ ان میں سے جب کسی کی رگ وہابیت پھٹک اٹھتی ہے ان ہی مسائل کو پھر سے دہرانے لگتا ہے۔ میدان تقریر میں بھی ان کا یہی حال ہے کہ جب بھی ان کا کوئی بڑے سے بڑا دریدہ دہن پہلوان بحث و مناظرہ کے لئے کسی عالم حق کے بالمقابل ہوا چاروں شانے چت گرا۔ تاہم ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ چت کیا ہوا پہلوان ہار نہیں مانتا۔ پشت کی مٹی جھاڑ کر کہتا ہے۔ "اؤ، پھر یہی اور انہی گھسے پٹے مسائل کی گردان شروع کر دیتا ہے۔

المبیدہ ہے کہ نجدی وہابی "توحید" کی آڑ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے ان فضائل و کمالات کو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں نہیں مانتے۔ ان مجوبان خدا کو کفار مشرکین کے معبودان باطل "بتوں" کے مقام میں شمار کرتے ہیں۔ ان سے توسل و استمداد کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان سے توسل و استمداد کرنے والے مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہراتے ہیں۔ کفار کی مذمت اور بتوں کی تردید میں وارد آیات قرآن انبیاء و رسل علیہم

الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام اور مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں جو عقائد و اعمال قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور ان پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین تبع تابعین مفسرین، محدثین، تمام علماء حق اور جملہ مسلمان عامل ہیں۔ ان عقائد و اعمال کو رد کر کے کفر و شرک بتاتے ہیں۔

وہابیہ اپنے مختصر سے گروہ کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ چنانچہ دیگر وہابیہ کی طرح ابو خالد نجدی وہابی اپنے کتابچہ کے صفحہ نمبر ۶ پر لکھتا ہے۔ "آپ حیران ہوں گے کہ مسلمان بھی شرک کرتے ہیں جی ہاں۔ مسلمان کلمہ گو شرک کرتے ہیں اور بعض تو شرک باللہ ہیں مشرکین مکہ کے کان کتر لیتے ہیں۔ قرآن میں فرمایا۔ وَمَا يُؤْمِنُ الْكَافِرُ بِاللَّهِ الْاَوْ هُوَ مُشْرِكُكُمْ (پ ۶ ع ۱۳) ترجمہ: اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔" اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن شرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔ دیکھ لیجئے کہ حسب دستور خوارج ابو خالد نے کس بے باکی کے ساتھ کفار کی مذمت میں نازل شدہ آیت کریمہ کو مسلمانوں پر چسپاں کیا ہے، قرآن کریم کے منشاء کے برخلاف آیت کریمہ کا مفہوم بدل کر کس چابکدستی کے ساتھ اہل ایمان مسلمانوں کو مشرکین مکہ سے بھی بڑے مشرک ٹھہرایا ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی نے یہ کچھ کر کہ۔ "اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن شرک بھی ہوتے ہیں۔" خدا تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہاں

فرمایا ہے کہ۔ ”مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔“ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ہرگز یہ مطلب نہیں جو محرف قرآن ابو خالد بتا رہا ہے۔ اس کی اس شیطانی حرکت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نجدی وہابی اپنے باطل نظریات کو صحیح باور کرانے اور مسلمانوں کو زبردستی مشرک کا فرٹھرانے کی خاطر کس بے حیائی سے تحریف قرآن کرتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کی ایسی بہت سی مذموم حرکتیں سامنے آئیں گی۔ سردست فیروز چند معتبر بلند پایہ تفسیروں کی عبارتیں پیش کر دیتا ہے تاکہ اس آیت مبارکہ کا صحیح مطلب واضح ہو جائے۔

وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت مشرکین کے رد میں نازل ہوئی جو ”اللہ تعالیٰ کی خالقیت و رزاقیت کا اقرار کرنے کے ساتھ بت پرستی کر کے غیروں کو اس کی عبادت میں شریک کرتے تھے۔“ (خزان العرفان)

تفسیر خازن۔ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ فکان من ایمانہم اذا سئلوا من خلق السموات والارض قالوا اللہ و اذا قيل لہم من یمنزل المطر قالوا اللہ ثم مع ذالک یعبدون الاصنام ویشرکون وعن ابن عباس انہ قال انہا نزلت فی تلبیۃ المشرکین من العرب کانوا یقولون فی تلبیتہم لبتیک اللہم لبتیک لا شریک لک الا شریک ہو لک تم لکہ و ما ملک۔ مشرکین کے ایمان کی یہ حالت تھی کہ جب ان سے پوچھا جاتا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا

ہے؟ وہ کہتے ”اللہ نے“ اور جب ان سے کہا جاتا۔ بارش کون اتارتا ہے؟ وہ کہتے ”اللہ“ اور پھر اس کے ساتھ ہی بتوں کی عبادت کرتے اور شرک کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ بلاشبہ یہ آیت مشرکین عرب کے تلبیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے۔ ”حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر تیرا ایک شریک کہ تو اس کا اور اس کی ملک کا مالک ہے۔“ ایک شریک سے مراد ایک قسم کا شریک ہے۔ اس سے وہ اپنے سارے بت مراد لیتے تھے۔ مشرکین یہ بطور تلبیہ کہتے ہوئے طواف کعبہ کرتے تھے۔

تفسیر بیضاوی۔ وما یؤمن اکثرہم باللہ۔ فی اقراہم بوجودہ و خالقیتہ الا وہم مشرکون بعبادۃ غیرہ۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ کے وجود اور اس کی خالقیت کا اقرار کرتے ہوئے ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ وہ غیر خدا کو اس کی عبادت میں شریک کرتے ہیں۔

تفسیر جلالین۔ وما یؤمن اکثرہم باللہ۔ حیث یقررون بانہ الخالق الملاق۔ الا وہم مشرکون۔ بہ بعبادۃ الاصنام ولذا کانوا یقولون فی تلبیتہم لبتیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تم لکہ و ما مالک یعنونہا۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خالق رازق ہونے کا اقرار کرتے ہوئے بھی اس پر ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ بتوں کی عبادت کر کے شرک کرتے ہیں اور اسی لئے وہ اپنے تلبیہ میں کہتے ہیں لبتیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تم لکہ

و ما ملک اس سے وہ بتوں کو مراد لیتے تھے۔

تفسیر جامع البیان۔ و ما یؤمنون اکثرہم باللہ فی الاقسام
بغالبیتہ الا وہم مشرکون بعبادتہم غیرہ انہم اذا قیل لہم من
خلق السموات والارض قالوا اللہ، وہم مشرکون بہ، اور ان
میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ کی خالقیت کے اقرار میں اس پر ایمان نہیں
لاتے مگر اس طرح کہ غیر خدا کی عبادت کرتے ہوئے مشرک ہیں۔
جب ان سے کہا جائے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟
کہتے۔ اللہ نے، اور وہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتے ہیں۔
تفسیر کمالین و ما یؤمنون اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔

ولذلك كانوا يقولون في تلبيتهم للبحر عند الطواف ليبيك اللهم ليبيك
لا شريك لك الا شريكاً هو لك تملكه اي الذي ملك، الشريك۔
رواه مسلم يعني انها اي الاصنام اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں
لاتے مگر اللہ پر شریک کرتے ہوئے۔ اور اسی لئے حج کے لئے
طواف کرتے ہوئے اپنے تلبیہ میں کہتے تھے بییک اللهم ليبيك
لا شريك لك الا شريكاً هو لك تملكه اي الذي ملكه الشريك۔
اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اللہ کے شریک سے بتوں کو مراد لیتے
تھے، علمائے حق مفسرین عظام علیہم الرحمۃ کی تفسیروں سے بخوبی واضح
ہوا کہ یہ آیت مبارکہ بت پرست کفار مشرکین کی تردید میں نازل ہوئی
ہے مگر ابو خالد نجدی و بانی بکھتا ہے۔ اس خدا کے فرمان سے
معلوم ہوا کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔

ابو خالد نجدی نے آیت مبارکہ کے معنی اور مطلب کو بگاڑ کر بت
پرست مشرکین کے بجائے مومن مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا ہے۔
منشاء قرآن کے برخلاف لکھ کر اپنے خبیث باطن کا اظہار کیا ہے خدا
تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ۔ مومن
مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے، کوئی مومن مشرک نہیں
ہو سکتا۔ کوئی بھی مسلمان بتوں کی پوجا نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی کو خدا کی
خدائی میں شریک ٹھہراتا ہے اور اس پر سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم گواہ ہیں کہ

حضور ﷺ نے فرمایا مسلمان مشرک نہیں ہوں گے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام منبر پر تشریف فرما ہوئے فقال انی بین ایدیکم فرطاً و
انا علیکم شہید و ان موعداکم الحوض و انی لا نظرا الیہ و انی فی
مقامی هذا و انی قد اعطیت مفاہیح خزائن الارض و انی لست اخشی
علیکم ان تنشروا بعدی و لا کنی انخشی علیکم الدنیا و ان
تنافسوا فیہا و اذا بعضهم فتقتلوا فتہلکوا کما ہلک
من کان قبیکم فرمایا میں تمہارے آگے پیشرو ہوں (کہ تمہارے
لئے آرام و آسائش کا سامان کروں) اور تمہارا نگران اور گواہ ہوں
(میں تمہارے ایمان، اعمال، قلبی حالات کا علیم و خبیر ہوں، نگران
ہوں مجھ ہر شخص کے ایمان اور درجہ ایمان کی ہر وقت خبر ہے)
اور تمہارے وعدہ کی جگہ حوض (کوثر) ہے (جہاں تم سے میری

خصوصی ملاقات ہوگی اور میں تمہارے لئے شفاعت کروں گا۔
 اور میں اس (خوض کوثر) کو اس جگہ (مقام) سے دیکھ رہا ہوں اور
 مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئیں (مجھے تمام خزانے
 الارض کا مالک و مختار بنا دیا گیا ہے) میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا
 کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں
 کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ۔ اور بعض (راویوں) نے یہ زیادہ کیا
 کہ پھر تم آپس میں جنگ کرو تو اس طرح ہلاک ہو جاؤ جیسے تم سے
 پہلے والے ہلاک ہو گئے۔ (مشکوٰۃ) ثابت ہوا کہ مومن ہرگز مشرک
 نہیں ہوتے لیکن وہابیہ کا ہنر ماسٹرز و اسٹس ابو خالد نہیں مانتا۔
 اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو
 رد کرتا ہے اور لکھتا ہے: ”مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان
 کی اکثریت ہے“ یعنی سفہاء الاحلام وہابیوں کے سوا سارے مسلمان
 مشرک ہیں۔ اس لئے کہ یہ فرزند ان توحید۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق، انبیاء کرام علیہم
 الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل و استمداد کرتے ہیں، ان
 محبوبان خدا کو شفیع اور مددگار جانتے اور مانتے ہیں لیکن نجدی
 وہابی تعلیمات قرآن کو نہیں مانتے ارشادات خدا و رسول خدا کو
 ٹھکرا کر توسل و استمداد کو شرک صریح قرار دیتے ہیں۔ اور توسل و
 استمداد پر عامل مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ منکرین وہابیہ
 کو قرآن و حدیث میں شرک سمجھائی دیتا ہے۔ مثلاً منہرج بالحدیث

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو امور بیان فرمائے ہیں
 یہ سب امور وہابیہ کے نزدیک کفر و شرک میں داخل ہیں۔ لغو ذ
 باللہ من ذالک۔

ابو خالد نجدی وہابی کا کتابچہ ”قرآنی درس توحید“ از اول تا
 آخر اسی طرح کی تحریف قرآن و حدیث اور دجل و فریب پر مشتمل ہے
 اور فقیر نے بعونہ تعالیٰ ثمر بیعون و سولہ الا علی علیہ التبعیۃ
 والثناء۔ ابو خالد نجدی وہابی کے دجل و تلبیس کا پردہ بدلائل قاہرہ
 چاک کر دیا ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں اہم مسائل کی وضاحت
 کر دی ہے۔ جس سے وہابیہ کے تمام تر سفوات و خرافات اور باطل
 نظریات کی مکمل تردید ہو جاتی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک والصلوٰۃ
 والسلام علی رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ
 اجمعین۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کے صدقے میں فقیر کی اس سعی حقیر کو شرف
 قبولیت بخشے۔ مسلمانوں کے لئے نافع اور فقیر کے لئے ذریعہ
 نجات بنادے۔ آمین۔

الفقیر الی الرحمن

ابو الحسن حکیم محمد رمضان علی

قادری، قریشی، غفرلہ

منجھورو سندھ۔ ۸ شعبان المعظم ۱۴۱۴ ہجری بمطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۹۶

گروہ وہابیہ کا مختصر تعارف

جب خوارج الاصل نجدیہ وہابیہ کے اسلام دشمن تاریخی کردار کی وضاحت کی جاتی ہے اور ان کے مذموم عقائد کی تردید کی جاتی ہے تو یہ چالاک اور فریب کار شور مچاتے ہیں کہ دیکھو جی، یہ سنی مولوی ہمیں بُرا بھلا کہہ کر فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، مسلمانوں میں انتشار برپا کر رہے ہیں اور ان کی اصلیت سے ناواقف مسلمان ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں۔ اس کو کس لئے بُرا کہتے ہو، کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں؟ یہ قرآن کے حافظ ہیں، قاری ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ صورت حال صرف اس لئے ہے کہ ایسا کہنے والے نہیں جانتے کہ اصل فساد کی جڑ خود نجدی وہابی ہیں جو "توحید" کی آڑ میں محبوبانِ خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے خداداد فضائل و کمالات، علوم و تصرفات اور ان کے فیوض و برکات کے منکر ہیں۔ حبیب کبریٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص و توہین کے مرتکب ہیں اور اس کے باوجود صرف خود کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اپنے علاوہ تمام اہل اسلام کو مشرک ٹھہرتے ہیں۔ اپنے خانہ ساز اصولوں کی بنیاد پر جو امور قرآن و حدیث سے بالصرحت ثابت ہیں ان امور کو علی الاعلان شرک قرار دیتے ہیں ان

کے بے اصل فتوؤں کی زد سے علماء کرام، اولیاء عظام، مفسرین، محدثین، ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ صحابہ کرام تک سب مسلمان مشرک قرار پاتے ہیں۔ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک ان کے گندے غلیظ فتوؤں نے امت مسلمہ میں فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے۔ اگر یہ نجدی وہابی اپنی ان مذموم حرکتوں سے باز آجائیں۔ انبیاء و اولیاء کی تنقیص و توہین سے بھرپور کتابوں کی نشر و اشاعت نہ کریں۔ مسلمانوں کی دل آزاری کرنا چھوڑ دیں۔ تو کوئی بھی جھگڑا باقی نہ رہے۔ فساد کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ نجدی وہابی اپنی ہرٹ دھرمی نہیں چھوڑتے۔ جب یہ ملحد بے دین لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے تو علماء حق اظہار حق سے کیونکر باز رہ سکتے ہیں؟ جب یہ لوگ عقائد باطلہ کی نشر و اشاعت میں سرگرم ہیں تو علماء حق کو بھی لامحالہ ان کی تردید و تغلیط کرنا پڑتی ہے۔ جو کہ ان کا فرض منصبی ہے۔

وہابیوں کی مکمل تاریخ سے واقفیت کے لئے فقیر کی تالیف "مکمل تاریخ وہابیہ"، کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس کتاب میں ان کی ابتداء سے لے کر دورِ حاضر تک ان کا اسلام دشمن تاریخی کردار مکمل ثبوت کے ساتھ درج ہے۔ اور ان کے مخالف اسلام عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کی تردید اور ان کے گمراہ کن ہتھکنڈوں کی تفصیل فقیر کی تالیف "نور الایمان"، ہر دو حصہ اور "گورکھ دھندا"، میں موجود ہے۔ تاہم اس مقام پر یہ بھی۔

خوارج الاصل نجدی و ہابیوں کی اصل حقیقت

مختصر بیان کر دی جاتی ہے تاکہ ناواقف مسلمان ان مسلم
نماد شمنان اسلام کی اصلیت سے واقف ہو کر ان کی چکنی پیڑی باتوں
میں نہ آجائیں، ان سے دور رہ کر گمراہی سے بچ جائیں۔ اپنا دین و
ایمان سلامت رکھ سکیں۔ واضح رہے کہ گروہ و ہابیہ کا سلسلہ نسب
معنوی اس منافق "ہرقوص بن زبیر" گستاخ رسول سے ہے جس
نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا بدترین
منظاہرہ کیا تھا۔ جس کا ذکر احادیث میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یمن سے آیا ہوا مال
غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ فجاء رجل کث اللہیۃ مشرف
الوجنتین غائر العینین نأتی الجبین مخلوق الرأس فقال
اتق الله يا محمد قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
فمن يطع الله ان عصيته ايا منى على اهل الارض ولا تمانوني
قال ثم ادبر الرجل فاستاذن رجل من القوم قتله يرون انه خالد
بن وليد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من مشغبي
هذا قوم يقرءون القرآن لا يجاوز حناجرهم يقتلون اهل
الاسلام ويدعون اهل الاوثان يمسقون من الاسلام كما
يمسق السهم من الرميته (صحیح مسلم جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۰) پس ایک

آیا الجھی ہوئی گھنی داڑھی والا بلند رخساروں، دھنسی ہوئی آنکھوں
والا پیشانی ابھری ہوئی۔ استرے سے سرمنڈا ہوا اس نے کہا
اے محمد اللہ سے ڈر (یعنی مال غنیمت تقسیم کرنے میں بے انصافی
نہ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں ہی اللہ کی
نافرمانی کروں تو اور کون اللہ کی فرماں برداری کرے گا؟ اللہ تو
مجھے زمین والوں پر امین بناتا ہے آیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ پھر
جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر مڑا (یعنی واپس جانے لگا) تو جماعت میں
سے ایک آدمی غالباً خالد بن ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس شخص کو قتل کر دینے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی اصل سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہے کہ
وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے
گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض
نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے
جیسے نیرنشاہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے۔
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعه فان له اصحابا
يعتق احدكم صلواته مع صلواتهم وصيامه مع صيامهم يقرءون
القرآن لا يجاوزن اقيهم يمسقون من الدين كما يمسق
السهم من الرميته ينظر الى نصله الى سواقه الى نضته وهو
قدحه الى قدذه فلا يوجد فيه شيء قد سبق الفرت والدم
الحديث (مسلم جلد اول صفحہ ۳۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اس (معتز) کو جانے دو یعنی اس کو قتل نہ کرو پس یقیناً اس کے ایسے ساتھی پیدا ہونے ہیں جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے یعنی اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہو گی جن کی ظاہری نمازیں اور جن کے ظاہری روزے تمہاری نمازوں اور روزوں سے زیادہ خوش نما ہوں گے وہ بڑے نمازی اور روزہ دار ہوں گے مگر دین سے خارج۔ حضور کے سخت گستاخ اور بدگو وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا (شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے اور حلق، حنجرہ اور منہ سے ادائیگی حروف تفتیح و تلاوت کے سوائے قرآن سے ان کے لئے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ الہی میں نہ پہنچے گا۔ اور نہ قبول کیا جائے گا) دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک اس کے پر اس کی مکڑی، اس کے نیچے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے (مقصد یہ ہے کہ جس طرح تیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ شکار جانور کے سارے اجزاء میں سے ہو کر گزرتا ہے اور جسم سے پار نکل جاتا ہے مگر خود اس کے

خون وغیرہ سے آلودہ نہیں ہوتا ایسے ہی وہ لوگ اسلام میں آکر اسلام سے نکل جائیں گے مگر ان میں اسلام کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے ان میں حافظ قرآن اور قاری بھی ہیں، مولوی بھی ہیں، عبادت گزار بھی لیکن انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے سخت بے ادب گستاخ ہیں۔ ابوالوہاب یہ تمیمی حرقوص بن زہیر کی طرح محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور ان کی شان اقدس میں تنقیص و توہین کے مرتکب بھی ہیں۔ توحید کی آڑ میں ان کے خداداد فضائل و کمالات کے منکر ہیں۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔ ”اس حدیث سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے“ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں ابھری پیشانی گھنی داڑھی اونچی کنپٹیوں والا سرمند ہوا۔ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۶۲۳ پر اس گستاخ رسول کے مندرجہ بالا خلیہ کے ساتھ ”مشمع الارار“ بھی وارد ہے یعنی اس معتز نے تہیند کھینچ کر باندھ رکھا تھا۔ اب بھی خوارج الاصل وہابیہ کی عموماً داڑھی لمبی، سرمند ہوا، پیشانی پر سجدہ کے داغ گھٹنے پانچاھے یا اونچے تہیند ہوتے ہیں۔ خوارج کی یہ علامات دوسری روایات میں آئی ہیں۔ اہلسنت کو چاہیے کہ داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہ رکھیں، سرمندانے کی عادت نہ ڈالیں ان لوگوں کی علامات سے بچیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے سیمامہ التائق (مسلم جلد

اول ص ۳۴۲) مترے سے سرمنڈانا ان کی خاص علامت ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسراہ العزیز شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۶۱ میں ان علامات کے تحت حاشیہ پر مرقوم ہے۔ ایں حلیہ دلالت دارد بر شرارت و جہالت و قساوت قلب و ہم خوارج یحییٰ بودند۔ یہ حلیہ شرارت و جہالت اور قساوت قلب پر دلالت کرتا ہے اور سارے خارجی ایسے ہی ہوتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پہچان کے لئے یہ علامت بھی ارشاد فرمائی۔ یتلون کتاب اللہ س طبا لا یتجاوز حناجرہم یمرقون من الدین کما یمرق السم من الرمیۃ (بخاری جلد دوم ص ۶۲۳۔ ۶۲۴) اور صحیح مسلم جلد اول ص ۳۲۱ میں ہے یتلون کتاب اللہ لیثا طبا (الحديث) اس کے تحت حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں۔ ومعناه سهلا لكثرة حفظتهم وقيل ليثا اي يلوون السننهم به اي يعمرفون معانيه وتاويله۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو آسانی سے پڑھ لیں گے اور کثرت سے حافظ قرآن ہوں گے۔ نیز یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے اور غلط مطلب نکالیں گے۔ اس کی تشریح و تصدیق اس روایت سے ہو جاتی ہے۔ کان ابن عمر یہا ہم شراس خلق اللہ وقال انہما نطلق الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین (صحیح بخاری ص ۱۰۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ

بُرا جانتے تھے اور فرماتے تھے یہ لوگ ان آیات قرآن کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تكون بعدی ائمة لا یفتنون بھلای ولا یستنون بسنتی و سيقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان النش (صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۳۷) میرے بعد ایسے پیشوا پیدا ہوں گے جو میری ہدایت سے ہدایت نہ پائیں گے اور نہ میرے طریقہ پر چلیں گے ان میں ایسے لوگ کھڑے ہو جائیں گے جن کے دل شیاطین کے دل ہوں گے انسانی لباس میں، نیز فرمایا۔ دعاۃ علی ابواب جہنم من اجابہم فیہا قذوۃ فیہا دوزخ کے دروازوں پر بلانے والے جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ان کی باتیں مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ (یعنی ایسے پیشوا جو لوگوں کو ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے، خیر دکھا کر شر دکھائیں گے، توحید کی آڑ میں گستاخی رسول کی تعلیم دیں گے، شریعت ظاہر کر کے نہر پلائیں گے، یہ لوگ دوزخ میں بھیجے کا سبب ہوں گے۔) حضرت حدیقہ بن الیمان نے عرض کی یا رسول اللہ صفہم لنا یا رسول اللہ آپ ہمیں ان کی پہچان بتا دیں۔ فرمایا۔ نعم۔ هم قوم من جلد تنا و یتکلمون بالسنن (صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۳۷۔ صحیح بخاری جلد اول ص ۵۰۹) ہاں وہ ہمارے گروہ (مسلمانوں میں) سے ہوں گے اور ہماری زبان میں کلام کریں گے، نیز فرمایا۔ یخرج فی اخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدين یلبسون للناس جلود الضان السننہما حتی من السکن و قلوبہم قلوب الذئاب۔ (الحديث)

(ترمذی جلد دوم ص ۶۳) آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانے دنیا کمائیں گے۔ (دنیا کو دین کے ذریعہ دھوکہ دیں گے) لوگوں کے سامنے بھڑوں کی کھال پہنیں گے (خود کو صلح پسند اور خوش اخلاق ظاہر کریں گے تاکہ لوگ انہیں پاکباز اور خدا رسیدہ سمجھیں) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی (حالانکہ) ان کے دل بھڑیوں کے سے (خونخوار) ہوں گے، یعنی دھوکہ سے جھپٹ کر لوگوں کے دین و ایمان کو لوٹنے والے ہوں گے۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ یہ تمام باتیں سارے و باپیوں میں بہ تمام و کمال موجود ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔ لا بین الون یخرجون حتی یتخرج آخرهم مع الدجال فاذا القیتموهم نشر الخلق والخلیفة یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں بدترین ہیں۔ نیز حضور انور نے مسلمانوں کو تاکید فرمایا ایاکم و ایتاہم ان لوگوں کو اپنے قریب نہ آنے دو اور نہ تم ان کے قریب جاؤ۔ انہیں خود سے دور رکھنا اور خود بھی ان سے دور رہنا تاکہ تم ان کی گمراہیوں سے بچے رہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ فتنہ خوارج نے اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اتنا کفار نے نہیں پہنچایا۔ انہوں نے سب سے پہلے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں انتشار و انتراق کا بیج بو کر مسلمانوں میں جنگ و جدال کی آگ بھڑکائی، انہی کی مذموم سازشوں کے نتیجے میں حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ ان ہی لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (لغو باللہ) کافر قرار دے کر واجب القتل ٹھہرایا۔ ان ہی لوگوں نے علی الاعلان مسلمانوں کے خلاف تلوار بلند کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مسلمانان امت کے خلاف صف آرا ہو کر جنگ کی اور مجاہد بن اسلام صحابہ کرام علیہم الرضوان و غیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں پانچ ہزار کی تعداد میں مقتول ہو کر جہنم رسید ہوئے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تھے۔ اپنی گرفتاری اور قصاص سے بچنے کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان قاتلان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے معاملہ پر اجتہادی اختلاف کو اس طریقے سے اچھالا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دونوں پاکباز گروہ چار و ناچار آپس میں ٹکرائے۔ جب صلح کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اپنی طرف سے حکم یعنی پیغ مقرر کئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حکم مقرر فرمایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ تو ان خارجیوں نے کہا علی اور معاویہ دونوں مشرک ہو گئے کیونکہ انہوں نے اللہ کے سوا اوروں کو حکم مان لیا اور پھر دس ہزار کی جمعیت سے علم بغاوت بلند کر کے حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ کے لئے صف آرا ہو

گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پھمائش کی اجازت چاہی اور ان کے حکم سے خوارج کے پاس گئے اور پوچھا۔ امیر المؤمنین کی کون سی بات تم کو پسند نہیں آئی؟ انہوں نے کہا۔ واقعہ صفین میں علی نے ابو موسیٰ اشعری کو حکم بنایا یہ شرک ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **إِنِ احْكُمُوا إِلَيْنَا لَنَحْكُمَ** اللہ حکم نہیں مگر اللہ کے لئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسی قرآن میں یہ آیت بھی تو ہے **فَابْعَثُوا حُكَمَا مِنْ أَهْلِهِمْ وَحُكَمَا مِمَّنْ أَهْلُهُمْ** زن و شوہر میں مضمومت ہو جائے تو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اس کی طرف سے اگر وہ اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔ (دیکھو وہی طریقہ استدلال ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد وغیرہ میں ذاتی و عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعوائے ایمان اور اثبات کی آیتوں سے انکار حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہو گئے اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی اور ذوالفقار حیدری سے جہنم واصل ہو گئے۔ ان کے چند آدمی بچے جن کی ذریت آج وہابیوں کی شکل میں امت مسلمہ کے لئے وبال بنی ہوئی ہے۔ خوارج کے قتل ہو جانے پر کسی نے کہا حد ہے اسے جس نے ان خوارج کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ

ختم ہو گئے؟ ہرگز نہیں ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں کچھ باپ کی پیٹھ میں۔ جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہو جائے گا دوسرا سر اٹھائے گا۔ حتیٰ یفزع آخرهم مع الدجال یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا، اگرچہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خداداد شجاعت و قوت سے خوارج کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ تاہم ان کی زیر زمین سرگرمیاں جاری رہیں اور بالآخر آپ نے بد بخت ابن مسلم خارجی کے ہاتھوں مسجد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُونَ۔

اس کے بعد ہی خوارج مختلف ناموں سے مختلف صورتوں اور شکلوں میں ہر زمانے میں موجود رہے ہیں کبھی زیر زمین رہ کر اور کبھی علی الاعلان حتیٰ کہ مختلف زمانوں میں روپ بہ روپ بدلتے ہوئے ابتدائے تیرہویں صدی ہجری میں سرزمین نجد سے ابن عبدالوہاب نجدی کے ذریعہ جماعت وہابیہ کی صورت میں یہ عظیم فتنہ نمودار ہوا۔

اور وہاں سے پھیل کر دوسرے علاقوں میں پہنچا۔ برصغیر پاک و ہند میں سید احمد رائے بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی کے ذریعہ فتنہ وہابیہ کو فروغ ہوا۔ اور پھر بعد میں یہاں کے وہابی مختلف ناموں سے مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے جو تاحال دونوں ممالک پاکستان اور ہندوستان میں سرگرم عمل ہیں۔ مذہب وہابیہ کی تمام تر بنیاد و تحریف قرآن و حدیث اور دھوکہ و فریب پر قائم ہے یہ لوگ قرآن و حدیث کا نام لے کر قرآن و حدیث کے خلاف راہ دکھاتے ہیں۔ اسلام کی دعوت

دے کر گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ان کا مذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کے خلاف ہے۔ جو امور قرآن و حدیث سے بالوضاحت ثابت ہیں۔ جن امور پر صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین سے لے کر آج تک مفسرین، محدثین، علمائے حق اور اولیاء امت کا اجماع ہے اور ان امور پر عمل پیرا ہیں یہ وہابی ان امور کو شرک و کفر قرار دے کر ان سب کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔ ان کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے مسلمہ راستہ سے پٹے ہوئے ہیں۔ اُمرتِ مسلمہ سے کٹے ہوئے ہیں۔ پس وہابیہ کے تمام گروہوں پر قرآن کریم کا فیصلہ ناطق ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَكَانَ يُشَاقِقُ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَكَانَ فِي سَبِيلِ الْكُفْرِ يَتَّبِعُ مَا تَوَكَّلَ عَلَيْهِ جَهَنَّمَ فَمِثْلُ شِقَاقِ الْكَافِرِ (اب ۵۷) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی! فرمان الہی سے ثابت ہوا کہ طریق مسلمین ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہوتی ہے۔ اَنْبَعُوا السَّوَادَ لَا عِظَمَ فَاتَهُ مِنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّاسِ (مشکوٰۃ باب الاعتصام) سوادِ اعظم کی اتباع کرو (امت کی بڑی جماعت کے ساتھ رہو) بلاشبہ جو سوادِ اعظم سے علیحدہ ہوا وہ الگ ہی آگ (جہنم) میں جائے گا۔

وَمَا عَلَيْنَا الْإِبْلَاحَ - وَسَلَامٌ عَلَىٰ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ

وہابیوں کے ایک سوال کی دس شکلوں کا جواب

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی، جہل مرکب میں گرفتار، نشہ توحید شیطانی میں سرشار ابو خالد نجدی وہابی نے اپنے خرافات و اہیہ سے بھرپور کتابچہ کا آغاز یوں کیا ہے۔

”ایک سوال کی دس شکلیں“

کیا خدا کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا خدا کے سوا (غیر اللہ) مشکل حل کر سکتا ہے؟ یا صرف خدا ہی اس پر قادر ہے، بڑے زور و شور سے اچھالا جاتا ہے مگر فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہو پاتا۔ ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے تو وہ اس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ کس طرح خدا کے سوا اور کوئی ہستی مشکل کشائی کر سکتی ہے۔ اس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں۔

ایک شخص کو کسی مشکل کا سامنا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری مشکل دور ہو وہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کو پکارنا چاہتا ہے جو اس کی مشکل دور کر دے۔ اب.....

① اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کر سکتی ہے تو بتائیے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟

② بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلے پر آواز سن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں مثلاً سریسری والاسرائیکی میں مشکل پیش کرے گا، اسی طرح جرمن جرمنی زبان میں، انگریز انگریزی زبان میں اور پٹھان پشتو زبان میں آواز دے گا۔

③ اگر یہ بات بھی ثابت کر دی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہو گا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات اسی لمحہ سن اور سمجھ لے گا یا اس کے لئے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی؟

④ کیا اس ہستی کو بھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے۔ اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لسٹ ہونی چاہیے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے تاکہ ہم اپنی مشکل صرف اسی وقت پیش کریں جبکہ وہ سو نہ رہا ہو یا وہ نیند میں بھی سنتا ہے؟

⑤ ایک شخص بولنے سے قاصر ہے وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ اس کا گلا بند ہو چکا ہے اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل

پیش کرے تو کیا وہ اس کی دلی فریاد بھی سن لے گا؟

⑥ انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کر سکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

⑦ اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا خدا نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست ہونی چاہیے کہ کونسی مشکلات خدا تعالیٰ حل کرنے پر قادر ہے اور کونسی مشکلات غیر حل کر سکتا ہے تاکہ سائل اپنی مشکل اسی کے سامنے پیش کر سکے جو اس کے حل کرنے پر قادر ہو؟

⑧ کیا خدا کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کر سکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

⑨ بالاخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا۔ بالفرض ایک ہستی مشکل ڈالنے پر مہر ہو اور دوسری مشکل حل کرنے پر تو دونوں میں سے کونسی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے لیگی؟

⑩ کسی بھی برگذیدہ یا گناہ گار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی

بخشش کے لئے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کشا کو؟

ابو خالد نجدی وہابی کے تحریر کردہ ان دس سوالات کے علاوہ منکرین وہابی اس طرح کے جتنے بھی مضحکہ خیز جابلانہ سوال کیا کرتے ہیں ان سب کا جواب قرآن و حدیث میں موجود ہے مگر چونکہ ان کے گرو دیو ابلیس لعین نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے ان کے دل و دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اس لئے ان کو قرآن مجید میں ایسی آیات مبارکہ اور کتب حدیث میں وہ روایات حدیث دکھائی نہیں دیتیں جن میں انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے خداداد علوم و تصرفات اور فضائل و کمالات کا واضح بیان مذکور ہے۔ بمصادیق ارشاد خداوندی۔ لہم قلوب لا یفتقہون بہا و لہم اعین لا یمسرون بہا و لہم اذان لا یسمعون بہا و اولئک کالانعام۔ بل ہما افضل اولئک ہما الغفلون (پ ۱۲ ع ۹) وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں (یعنی حق سے اعراض کر کے آیات الہیہ میں تدبر کرنے سے محروم ہو گئے) اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں (راہ حق و ہدایت) اور وہ کان جن سے سنتے نہیں (موعظت و نصیحت کو بگوش قبول) وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں، خود بھی گمراہ ہو گئے اور مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ

ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم نم کو بھی لے ڈوبیں گے
اگلے صفحات میں انشاء اللہ العزیز وہ آیات قرآن و روایات

حدیث درج ہوں گی جن سے منکرین کی تمام گمراہ کن باتوں کی تردید ہوتی ہے۔ سر دست۔ مندرجہ ذیل حدیث قدسی ملاحظہ ہو جس میں منکرین کے سوالات کا جواب ثنائی موجود ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیناً فقد اذنتہ بالحرپ وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترفت علیہ وما یز ال عبدی یتقرب الی بالتواقل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ ویصرہ الذی یرى بہ ویبصرہ الذی یرى بہا وان سالتی لاعطینہ ولئن استعاذ لی لاعینہ۔ الحدیث (بخاری ص ۹۶۳ جلد ۲ مشکوٰۃ کتاب الدعوات) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر فرمایا کہ۔ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو اعلان جنگ فرما دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیک حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ حملہ کرتا ہے اور اس کے وہ پاؤں ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ ودر بعض روایات وفودہ الذی یعقل بہ آمدہ دمی یا شملہ دل وے کہ ادراک مے کند بآں۔

ولسانہ الذی یتکلم بہ وزبان وے کہ سخن مے کند ہاں و در
 آخر ایں حدیث در بعض روایات ایں نیز زیادہ مے کند کہ فی سماع
 پس بہ من مے شنود و فی بیہس و بہ من مے بیند۔ و فی بیہش و بہ
 من مے گیرد۔ و فی بیہشی و بہ من میرود۔ (اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۹۴)
 اور بعض روایات میں اور میں اس کا دل بن جاتا ہوں کہ
 جس سے وہ ادراک کرتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ جس
 سے وہ بات کرتا ہے اور اس حدیث کے آخر میں بعض روایات
 میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ پس وہ (محبوب بندہ) میرے ساتھ
 (میرے ذریعہ) سنتا ہے اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) دیکھتا ہے
 اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) پکڑتا ہے اور میرے ساتھ (میرے
 ذریعہ) چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا
 ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہتا ہے
 تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔ (الحديث)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے۔

① عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے
 سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہو جاتا ہے
 یعنی "فنانی اللہ" کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور "فنانی اللہ" ہونے
 سے مراد بھی یہی ہے کہ بندہ اپنی خواہشات نفس سے اس طرح خالی ہو
 جائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز تصرف کرنے والی (سننے،
 دیکھنے، بولنے، چلنے، ادراک کرنے، پکڑنے والی) باقی نہ رہے۔

② عبد متقرب بالنوافل صفات الہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی
 یہ بندہ اللہ کے نور سمع سے ستار ہے اور اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے
 اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔ نہ خدا بندے میں حلول
 کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر
 کمال انسانیت کے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے جس کے لئے اس کی
 تخلیق ہوئی تھی۔

③ ومخلقت الجن والانس الا ليعبدون کے معنی یہی ہیں
 جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے۔ عبادت کے معنی پامالی کے ہیں یعنی
 عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں
 پامال یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ ان کو فنا کر دیتا ہے اور اس کا
 لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کی اپنی صفات عبدیت
 کی بجائے صفات حق متعالیٰ ہوتی ہیں اور انوار صفات الہیہ سے وہ
 بندہ منور و مستنیر ہو جاتا ہے۔

اگر گردی تو در توجہ فانی، زحق یابی بقائے جاودانی

فنا ترک ہو ارا نام کردند، بقا جملہ صفاتش را شمرند

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر جلد پنجم ص ۶۸۷
 مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکایت
 عن رب العزت ما تقرب عبد الی بمثل اداء ما افترضت علیہ
 ولا ینال یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعاً
 وبصرًا ولسانًا وقلبًا ویدًا ورجلاً بی یسمع و بی بیہس و بی ینطق

وہی یمنشی و هذا الخبر يدل على انه لم يبق في سمعه نصيب
لغير الله ولا في بصره ولا في سائر اعضائه اذ لو بقي هناك نصيب
لغير الله تعالى لما قال انا سمعته وبصرته - انتهى -

① اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس
پر فرمایا: میرا بندہ میری طرف کسی چیز کے ذریعہ وہ نزدیک حاصل نہیں
کر سکتا جو اسے فرائض کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور نوافل کے
ذریعہ وہ ہمیشہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا
محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کے
کان اور آنکھ اور زبان اور دل اور ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں وہ
مجھ سے سنا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، مجھ سے بولتا ہے، اور مجھ سے
چلتا ہے۔ اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان بندگان
مقررین بارگاہ ایزدی کی آنکھوں، کانوں بلکہ تمام اعضا میں غیر اللہ کے
لئے کوئی حصہ باقی نہ رہا۔ اس لئے اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے
لئے کوئی حصہ باقی رہا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اس
کی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں۔

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس عبارت کے آگے
تحریر فرماتے ہیں۔ و لهذا قال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
واللہ ما قلعت باب خیر بقیۃ جسد انیۃ ولا کن بقیۃ ربانیتۃ
و ذالک لان علیا کرم اللہ وجہہ فی ذالک الوقت انقطع نظره عن
عالم الاجساد و اشرفت الملائکۃ بالنور عالم الکبریا و عفتقوا روحہ

و تشبه بجوہ الاسرار الملکیۃ و تلالات فیہ اضواء عالم القدس
والعظمتۃ فلما جرد حصل من القدرۃ ما قدس بها علی ما لم یقدر
علیہ غیرہ و کذا الک العبد اذا واطب علی الطاعات بلغ الی المقام
الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللہ
سمعا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذالک النور بصر اللہ
سرای القریب والبعید واذا صار ذالک النور ید اللہ قدس علی
التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب - انتهى ۱۲ - (تفسیر
کبیر جلد ۵ ص ۲۸۸ مطبوعہ مصر) اور اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں
اکھاڑا بلکہ ربانی قوت سے اکھاڑا تھا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس
وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر عالم اجساد سے منقطع ہو چکی تھی
اور ملکی قوتوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عالم کبریا کے نور سے چمکا
دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیت کے جواہر
سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس میں عالم قدس و عظمت کے انوار
چمکنے لگے تھے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو
گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں
پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے
متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعا وبصرا فرمایا ہے رجب اللہ
کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور نزدیک آوازوں کو
سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور نزدیک کی چیزوں

کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ
مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو
جاتا ہے (تفسیر کبیر ص ۶۸۸ ج ۵)

تفسیر روح المعانی میں علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود
آلوسی حقی بخدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ واذکر وان من
القوام من یسمع فی اللہ واللہ واللہ ومن اللہ جلّ وعلی ولا
یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث
القدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ (تفسیر روح المعانی پ ۲۱
ص ۱۰۳)

عارفین نے ذکر کیا ہے کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں،
اللہ کے لئے، اللہ کے ساتھ، اللہ سے سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی
کے ساتھ نہیں بلکہ سمع ربانی کے ساتھ سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی
کنت سمعہ الذی یسمع بہ میں وارد ہے۔

استاذ المحدثین علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر
فرماتے ہیں۔ النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ
اتصلتہ بالعلی الاعلیٰ ولم یبق لہ حجاب فتزیر وتسمع کل کاشاہدۃ
(کتاب الشفاء) نفوس قدسیہ جب علائق بدنہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں
تو ملاً علی سے مل جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی حجاب باقی نہیں رہ
جاتا پس وہ سب کچھ اس طرح دیکھتے اور سنتے ہیں جیسے کہ سب کچھ
ان کے سامنے ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وقد اخیس الحق تعالیٰ
انہ اذا احب عبد اکان سمعہ وبصرہ۔ الحدیث۔ لکن قد یجمع اللہ
تعالیٰ لمن شاء فی ہذا المقام الصفات کلہا وقد یعطیہ بعض الصفات
علی التدریج شیئاً بعد شیئ (البیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۲۵)
اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنا
لیتا ہے تو وہ اس کی سمع و بصر ہو جاتا ہے۔ (الحدیث) (یعنی وہ بندہ
اللہ تعالیٰ کی صفت سمع و بصر کا مظہر بن جاتا ہے)۔ اس مقام پر اللہ
تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جنہیں وہ چاہتا ہے ان میں اپنی کل صفات
(جن کا مظہر ہونا بندہ کے حق میں شرعاً و عقلاً ممکن ہے) جمع کر دیتا
ہے اور کبھی بعض صفات عطا فرماتا ہے اور درجہ بدرجہ تھوڑی تھوڑی
صفات عطا فرماتا رہتا ہے۔ بہ نظر اختصار فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے
ورنہ مفسرین و محدثین اور فقہاء و علماء کی سینکڑوں عبارتیں اس سلسلہ
میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ تمام اکابرین امت اور سارے مسلمان
از روئے قرآن و حدیث اس پر متفق ہیں کہ متصرف حقیقی حقیقۃً اللہ
تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں واجب الوجود، ازلی،
ابدی، قائم بالذات، مستقل غیر متغیر، خالق و مالک حقیقی، غنی عن الغیر،
وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اور محبوبان خدا۔ انبیاء و اولیاء صفات الہی
کے مظہر و مظہر ہیں۔ بہ اذن و عطائے الہی متصرف ہیں۔ ان میں پائی
جانے والی صفات بالذات نہیں اللہ کی عطائے ہیں۔ حادث ہیں۔
غیر مستقل۔ متغیر ہیں۔ ہر آں بہر حال محتاج الی اللہ ہیں یہی سب کچھ

اس حدیث قدسی سے ثابت ہے اور قرآن و حدیث کی بہت سی آیات و روایات صحیح اس پر شاہد عادل ہیں۔ ان امور پر کامل اعتقاد و یقین رکھنا عین ایمان ہے۔ یہی اسلام ہے اور یہی توحید رحمانی ہے اور ان امور پر اعتراض کرنا۔ ان حقائق کا انکار کرنا۔ اللہ رسول پر اعتراض اور قرآن و حدیث کا انکار کرنا ہے۔ کتاب "قرآنی درس توحید" کے مرتب ابو خالد نجدی و بانی نے اپنے پیشرو و پایہ کی نقالی کرتے ہوئے توحید کی آڑ میں جو سوالات تحریر کئے ہیں یہ سوالات براہ راست اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد ہوتے ہیں نیز ان سوالات میں جو سو قیانہ استہزائیہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ و رسول سے سو قیانہ استہزار ہے۔ علی الاعلان قرآن و حدیث کا مذاق اڑانا ہے۔ وہابیہ کی یہ توحید، توحید شیطانی ہے۔ سراسر کفر و الحاد ہے اعاذنا اللہ من ذلک۔ محبوبان خدا کے بارے میں ان کی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کی وجہ یہ ہے کہ تعلیمات قرآن و حدیث کو سمجھتے نہیں۔ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے گستاخ ہونے کی پاداش میں قرآن و حدیث کو سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت ان سے سلب کر لی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ یتلون کتاب اللہ سطیا لایجاء و من حنا جس هم یعصون من الدین یمرق السیم من الرمیۃ (صحیح بخاری) اور صحیح مسلم جلد اول ص ۳۴۱ میں ہے یتلون کتاب اللہ یقینا و سطیا الحیث۔ اس کے تحت شارح مسلم شریف امام

نوی فرماتے ہیں۔ "ومعناه سهلا لكثرة حفظتهم وقيل لباي يلوون السننهم به اي يحسن قوت معانيه وناويله" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو آسانی سے پڑھ لیں گے اور کثرت سے حافظ قرآن ہوں گے نیز یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ یہ لوگ قرآن مجید کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے۔ یعنی یہ لوگ قرآن کے معنوں میں گڑبڑ کریں گے اور غلط مطلب نکالیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے "وہ قرآن کے قاری ہوں گے لیکن قرآن ان کی گردنوں سے نیچے نہیں اترے گا" (مسلم ص ۳۴۰-۳۴۱) شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے، ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو نہیں سمجھ سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے، حلق و خجہ اور منہ سے ادائیگی حروف تقطیع و تلاوت کے سوائے قرآن سے ان کے لئے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ میں نہ پہنچے گا اور نہ قبول کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد و پایہ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کو من دون اللہ جانتے ہیں یعنی جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً منقطع ہے۔ اسی لئے ان کے بارے میں گمراہ کن سوالات کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء و

اولیاء من دون اللہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ مظہر و مظہر صفات الہی ہیں، ان کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ بشری قوت کے بجائے۔ اللہ کے نور جلال سے سننے، دیکھنے، بولنے، دل سے ارادہ کرنے، ہاتھ سے تصرف کرتے اور پاؤں سے چلتے ہیں تو منکرین و ہابیہ سے پوچھا جائے کہ اللہ سے کون سی چیز یا کون سا مقام دور ہے؟ کون سی چیز پوشیدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کون سی زبان نہیں جانتا؟ کیا اللہ تعالیٰ ایک ہی لمحہ میں تمام مخلوق کی فریادیں نہیں سن سکتا؟ خفیہ آوازیں اور دل کی باتیں اور دلوں کے راز نہیں جانتا؟ جب یہ امور اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقتاً ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ امور انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لئے بھی باذن و عطائے الہی ثابت ہیں پھر محبوبان خدا کے بارے میں اس قدر طوفان بدتمیزی برپا کرنا مضحکہ خیز سوالات تو سہیں آمیز پیرایہ میں نکھنا اللہ تعالیٰ سے کھلی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

المختصر اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے خارجیت، نجسیت و ہابیت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے۔ قال محمد بن علی ذالک بغزالی دوران، محقق زمان، علامہ سید احمد سعید کاظمی قدسنا اللہ یا سرارہ العزیز فرماتے ہیں۔ ”مخلوق کا مظہر انوار الہی ہونا شرک نہیں بلکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی حقیقت کو تسلیم کرنا فی الجملہ ضروریات دین سے ہے۔ اسکا شرک کا عقیدہ یقیناً کفر خالص ہے لیکن مخلوقات کا

مظہر انوار الہی اور جلوہ گاہ کمالات الہی ہونے کا انکار بھی کفر و الحاد سے کم نہیں۔ یہ امر بدیہات سے ہے کہ عالم کے ہر ذرے میں جو خوبی اور کمال موجود ہے درحقیقت وہ حسن و جمال الوہیت ہی کا ظہور ہے، نیز فرماتے ہیں۔ ”مخلوق کا مظاہر حق ہونا قرآن سے یقینی طور پر ثابت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی۔ سب اسمانی کیف تعبی الموقی اے میرے رب مجھے دکھائے تو مردوں کو کیسے جلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور حق تعالیٰ (اے ابراہیم علیہ السلام) آپ کا اس پر ایمان نہیں! قال بلی۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور میرا ایمان ہے و لکن لیطمئن قلنی۔ لیکن میں اس لئے سوال کر رہا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو لے لیجئے اور ان کو اپنے ساتھ مانوس کر لیجئے پھر انہیں ذبح کر کے ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک جزو رکھ دیجئے شہادۃ عن یا تینک سعیا پھر ان کو پکار بیٹے۔ وہ آپ کے پاس دوڑتے چلے آئیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے حسب ارشاد خداوندی چار پرندے لے کر انہیں ذبح کیا اور ان کے اجزاء کو مخلوط کر کے ہر پہاڑ پر ان کے ایک ایک جزو کو رکھ دیا اور اس کے بعد انہیں پکارا تو وہ چاروں کے چاروں پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے ان کے سامنے آئے۔ موجود ہوئے ظاہر ہے کہ اجبار یعنی زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور سوال بھی

اللہ تعالیٰ ہی کے اصحاب کے متعلق تھا لیکن ان مردہ پرندوں کی زندگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے پر ظہور پذیر ہوئی جو اس امر پر روشن دلیل ہے کہ صفت اصحاب اللہ تعالیٰ ہی کی تھی لیکن اس کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات اقدس میں ہوا یہی ہمارا ایمان ہے کہ صفات خداوندی کا ظہور مقرران بارگاہ ایزدی میں علی وجہ اکمال ہوا کرتا ہے۔ اگر بندے میں صفات خداوندی کا ظہور ناممکن ہو تو تخلیق باخلق اللہ کے کیا معنی ہوں گے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اخلاق الہیہ کے جلووں سے متصف ہونا مطلوب عند الشرع ہے اگر اس چیز شرک قرار دے جائے تو کمال انسانی کا کونسا مقام باقی رہے گا؟ ایک صفت یا ایک سے زیادہ صفات کے ظہور میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا یعنی جس طرح خدا تعالیٰ کی تمام صفات کا کسی بندے میں مستقل پایا جانا ممنوع عقلی ہے بالکل اسی طرح کسی ایک صفت خداوندی کا بھی بندے میں بالاستقلال پایا جانا محال ہے۔ بندے کا منظر صفات الوہیت ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ انوار صفات سے متور ہو جائے نہ یہ کہ صفات الہیہ عرض قائم بالغیر کی طرح اس کی ذات میں پائی جائیں ایسا عقیدہ کتاب و سنت کے منافی اور صریح الحاد و بے دینی ہے (تسکین الخواطر فی الحاضر والماضی ص ۱۸-۱۹)

خارجی الاصل ابو خالد نجدی وہابی نے ایک سوال کی دس شکلیں لکھ کر اپنی سفاہت، جہالت اور ضلالت کا ٹھوس ثبوت فراہم کر دیا ہے نیز اس امر کی بھی تصدیق کر دی ہے کہ وہ بھی تمام وہابیہ کی طرح اقیلاں

قرآن و حدیث کا منکر ہے۔ توحید و شرک کی حقیقت سے بے خبر ہے، اگر وہ سچا مومن ہوتا۔ اس کا دل نورا ایمان سے متور ہوتا تو وہ اس طرح کے شیطانی وسوسوں کے چکر میں نہ پھنستا اور اس کے دماغ میں اس طرح کے لچر سوال پیدا نہ ہوتے۔ اگر وہ حقیقت قرآن و حدیث کا عالم ہوتا تو اسے علم ہوتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں وحدہ لا شریک ہے۔ وہی ہر شے کا خالق و مالک ہے وہی مدبر الامور اور متصرف حقیقی ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کی مشیت و اذن کے بغیر کوئی پتا اور ذرہ تک حرکت نہیں کر سکتا۔ سارے اختیارات اور تمام قدرتیں کامل و اکمل طور پر بالذات مستقلاً اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کائنات میں جملہ امور اسی کی تدبیر اور ارادہ کے مطابق انجام پاتے ہیں۔ اسے کسی میسر یا مددگار کی قطعاً احتیاج نہیں۔ مختصر یہ کہ وہ فعال معاینید اور علنی کل شیئی قدیر ہے۔

ابو خالد نجدی وہابی کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت و حکمت کے تحت عالم دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات میں ہر چھوٹا بڑا کام اسباب و ذرائع اور وسائل کے تحت ہوتا ہے۔ یہ سنت الہی ہے ولن تجد لسنة الله تبدیلاً۔ اور ابو خالد کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اس کی مشیت سے مخلوقات کے ذریعہ اور وسیلہ سے ظہور پذیر ہیں۔ باقی تمام اشیاء مظاہر قدرت و صفات الہی ہیں تاہم اللہ تعالیٰ کی مشیت و قدرت ہی ہر چیز اور ہر امر میں موثر حقیقی ہے

اس حقیقت کا انکار سنت اللہ کو جھٹلانا ہے اور اپنی سفاہت و
 جہالت اور ضلالت کا اظہار ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی کو اس کا بھی علم
 ہوتا کہ حضور پُر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات و اسماء
 و صفات الہی کے منظر اتم و اکمل ہیں اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء
 کرام قدسنا اللہ باسراہم آپ کی نیابت اور وساطت سے مظاہر اعلیٰ ہیں۔
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے
 طفیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا و عطا سے اولیائے کرام کو یہ
 مقام حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ظہور ان کے
 ذریعہ ہونے لگتا ہے اور یہ نفوس قدسیہ اپنے وجود کو مقام فنا میں تبدیل
 کر چکنے کے بعد بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ اور مذکورہ
 حدیث قدسی میں ارشاد الہی کے مطابق اولیاء کرام نور الہی کی قوت سے
 سنتے دیکھتے ہیں پس ان کی سماعت و بصارت کے لئے ظاہر و باطن اور
 نزدیک و دور کے امور میں انہیں قوت تصرف حاصل ہوتی ہے اور
 ان کی رفتار کے آگے تمام مسافیتیں اور دُوریاں کا عدم ہو کر رہ جاتی
 ہیں۔ اگر اس فرمان خداوندی پر ایمان مستحکم ہو جائے تو ابو خالد جیسے
 کو چشم کو ریاطن مگر ہوں کے دل و دماغ میں پیدا ہونے والے
 شیطانی و سوسے سب ختم ہو جاتے ہیں اور ایک سوال کی کئی شکلیں
 دم توڑ دیتی ہیں۔ پھر نہ تھار بنانے کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ
 کوئی کسٹ بنانی پڑتی ہے اور نہ ہی کوئی فہرست مرتب کرنے کی
 حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ تمام شکوک و شبہات اور شیطانی و سوسے

رفع دفع ہو جاتے ہیں اور نام نہاد مسلمان صبح معنوں میں سچا مسلمان
 بن جاتا ہے پھر اسی حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی سمجھ
 میں آ جاتا ہے کہ فرمایا وان سالنی لاعطینہ، ولئن استعاذنی
 لاعاذیتہ اگر میرا محبوب بندہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو ضرور اسے
 قبول فرما کر عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو
 میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔ پس اولیاء اللہ ہمارے لئے وسیلہ ہیں کہ
 ان کے وسیلہ سے ہماری دعائیں، التجائیں اور درخواستیں قبول اور
 حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مصیبتیں دور ہوتی ہیں اور مشکلات حل
 ہوتی ہیں۔ جس طرح دنیا کے امور میں ہم اسباب و ذرائع اور وسائل
 ظاہری کے محتاج ہیں اسی طرح اولیاء اللہ کے وسیلہ کے بغیر چارہ نہیں۔
 جب دنیاوی وسائل اختیار کرنا شرک نہیں تو محبوبان خدا کا وسیلہ
 اختیار کرنا کیونکر شرک قرار پا سکتا ہے؟ اپنے پیشرو و ہادیوں کی تقاضی
 کرتے ہوئے ابو خالد نجدی وہابی نے اپنے کتابچہ میں توحید اور شرک
 کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس کے باوجود اس نے توحید اور شرک کی جامع
 و مانع تعریف نہیں لکھی۔ اور یہ لکھتا بھی کیونکر جبکہ امام وہابیہ ابن
 عبد الوہاب نجدی کو "کتاب التوحید" میں اور وہابیہ کے گرد دیلا اسماعیل
 دہلوی کو "تقویۃ الایمان" میں اور دیگر پیشوایان وہابیہ کو بھی اپنی
 کتابوں میں توحید اور شرک کی تعریف لکھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔
 اس سے صاف ظاہر ہے کہ۔

تجدیدی وہابی توحید اور شرک کی حقیقت سے لاعلم و بے خبر ہیں۔

اسی لئے ان کے عقائد، قرآن و حدیث کے خلاف ہیں ان کا اسلام، امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام سے مختلف ہے۔ ان کا طریق اہل اسلام کے طریق سے جداگانہ ہے۔ یہ ضال و مضل سبیل المؤمنین سے ہٹ گئے ہیں۔ سواد اعظم سے کٹ چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں اور چونکہ تعلیمات قرآن و حدیث سے نا آشنا ہیں مجاہدانہ خدا۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں۔ انبیاء و اولیاء کو بتوں پر قیاس کرتے ہیں کہ یہ لوگ صفات ذاتی اور صفات عطائی کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ نسبت حقیقی اور نسبت مجازی میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ وہابیہ کے مذہب میں کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی کفر و شرک میں داخل ہے کہ یہ صفت، یہ شان یہ کمال اسے اللہ کی عطا سے حاصل ہے۔ چنانچہ ابو خالد وہابی اپنے کتابچے کے ص ۱۹ پر لکھتا ہے۔ ”اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی، ولی، پیر، شہید، عوث، قطب کو بھی عالم میں تعریف کرنے کی قدرت از خود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ شخص انورے کتاب و حدیث رسول اللہ مشرک ہو جاتا ہے“ اسی طرح وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ ص ۲۱ پر لکھا۔ اللہ کا اس تعریف ثابت کرنا محض شرک

ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ ”صفات ذاتی اور صفات عطائی کا فرق بیان کرنے سے پہلے۔ فقیر توحید اور شرک کی تعریف و حقیقت بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہے تاکہ یہ مسئلہ سمجھنے میں مزید آسانی ہو جائے۔

توحید کی تعریف

کلمہ طیبہ۔ ”لا الہ الا اللہ“ میں توحید کا مکمل بیان ہے یعنی اس بات کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنا کہ سچا معبود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ لا الہ الا اللہ کی تشریح میں حضرت العلامة علی قاری محدث علیہ الرحمۃ مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ (لا الہ) لا ہی المنافیۃ للجنس علی تنصیح علی نفی کل فرد متفرد (الا اللہ) قبیل خبر۔ لا۔ والحق انک محدوف والا حسن فیہ لا الہ معبود بالحق فی الوجود۔ الا اللہ۔ ویکون الجلالۃ اسم الذات المستجمع لکمال الصفات وعلماً للمعبود بالحق قبیل لو بدل بالجنس لا یصح بہ التوحید المطلق شعر قبیل التوحید هو الحكم بوحده نیتہ منعونا بالتشاعرہ عما یثاءر بہ اعتمادا ففقدوا عملا فیقینا و عرفانا فمشاہدۃ وصیاناً فشیو تاودوا ما۔

ترجمہ: لا الہ میں لا نفی جنس کا ہے جو ہر فرد الہ کی نفی پر نص ہے اور الا اللہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ”لا“ کی خبر ہے اور حق یہ ہے

کہ خیر محذوف ہے اور احسن یہ ہے کہ ہستی میں کوئی "الہ" معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے کیونکہ اسم "اللہ" ذات سمیع صفات کمال کا اسم اور معبود برحق کا علم ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر اس کی جگہ "الرحمن" لایا جائے تو توحید مطلق اس سے صحیح نہ ہو۔ پھر کہا گیا ہے کہ توحید کسی شے کی وحدانیت کا حکم کرتا اور اس کو جانتا ہے اور اصطلاح میں "توحید" اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی وحدانیت کے ساتھ مشابہ سے منزہ ثابت کرنا اعتقاداً یا پھر قولاً و عملاً پھر یقیناً و عرفاناً پھر مشاہدہ و عیاناً پھر ثبوتاً و دواماً۔

شُرک کی تعریف

شُرک وہی ہے جس کو لا الہ الا اللہ نے باطل کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود ٹھہرانا۔ تفسیر خازن میں ہے "من یشرک باللہ یعنی یجعل معہ شریکاً غیبیہ" شُرک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک ٹھہرایا جائے "شرح عقائد میں ہے "الاشراک هو اثبات الشریک فی اللوہیۃ یعنی وجوب الوجود کما للمیوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما للعبادۃ الا صناعہ" یعنی شُرک کرنا یہ ہے کہ شریک کا ثابت کرنا ہے وہیہ میں یعنی وجوب وجود میں جیسے کہ مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسے کہ بت پرست کرتے ہیں۔ کذا فی شرح الفقہ الاکبر۔

حضرت شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ

العزیز اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ بالجلد شرک سے قسم است۔ در وجود و در خالقیت و در عبادت۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شرک تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے دوسرے یہ کہ کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقہً خالق جانے۔ تیسرے یہ کہ غیر اللہ کی عبادت کرے یا اللہ کے سوا کسی کو مستحق عبادت سمجھے معلوم ہوا کہ واجب الوجود یعنی اپنی ذات و صفات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات فقط اللہ تعالیٰ ہے اور فقط وہی عبادت کے لائق ہے اور حقیقہً وہی خالق ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ذات و صفات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات جانے یا اسے حقیقہً خالق جانے یا مستحق عبادت سمجھے تو وہ مشرک ہے مثلاً آریہ جو اللہ کے سوائے روح اور مادہ کو بھی قدیم اور واجب الوجود مانتے ہیں اور خالق سے بے نیاز جانتے ہیں مشرک ہیں اور مثلاً ستارہ پرست کہ تغیرات عالم کو تاثیر کو اکب سے جانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ستارے اپنی تاثیرات میں غنی بالذات ہیں۔ کسی کے محتاج نہیں۔ پس یہ بھی مشرک ہیں۔ یا بت پرست جو بتوں کو مستحق عبادت جانتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں یہ بھی مشرک ہیں۔ لیکن جو لوگ اشیا کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے موجود مانتے اور ان کی تاثیرات و صفات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں وہ کسی طرح مشرک نہیں ٹھہرتے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں واجب الوجود، ازلی، ابدی، مستقل، غیر متغیر،

قائم بالذات، خالق و مالک حقیقی، غنی عن الغير، وحدہ لا شریک لہ ہے پس اللہ کی سی صفات اوروں کے لئے تسلیم کرنے یا اللہ کی صفات کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ غیر اللہ کے لئے صفات ذاتی، قدیم، مستقل، غیر متغیر کا اعتقاد رکھا جائے اور اسے عطار الہی کے بغیر کسی صفت سے متصف تسلیم کیا جائے جو کہ یقیناً شرک ہے اہلسنت و جماعت کے عقیدہ کی روش سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لئے ذرہ بھر قدرت یا اختیار یا علم ثابت کرنا اور تسلیم کرنا یا کسی بھی صفت کو ماننا اگر بالذات ہو تو شرک ہے لیکن غیر اللہ کے لئے کسی صفت کا اثبات بہ عطار الہی ہرگز شرک نہیں۔ جبکہ وہ صفت از روئے قرآن و حدیث اس کے لئے ثابت ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کفار و مشرکین آثار کو اسباب کی طرف حقیقہً منسوب کرتے ہیں اور انہیں مستقلاً بالذات مؤثر جانتے ہیں مگر مسلمان اسباب کو وسائل جانتے ہیں اور ان وسائل کے حجابات میں قادر مطلق کے دست قدرت کو دیکھتے ہیں، اختیار بالذات اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہیں اور افعال و صفات اور تاثرات کو اسباب و وسائل کی طرف مجازاً منسوب کرتے ہیں نہ کہ حقیقتاً پھر اگر اس فرق و امتیاز کو تسلیم نہ کیا جائے تو انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے اور ایمان کی کوئی راہ ہی نہ رہے پس مخلوق میں سے کسی کے لئے صفات و کمالات کو یہ عطاۓ الہی جاننا ہی اللہ کی سی صفات اوروں کے لئے تسلیم یا ثابت کرنے کے حکم سے خارج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات بالذات ہیں نہ کہ بالعطار یعنی

اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت یا کمال غیر سے حاصل شدہ نہیں۔ اس کا ہر کمال ذاتی اور غیر مکتسب ہے تو ثابت ہوا کہ کسی اور کے لئے صفات و کمالات بعطاۓ الہی تسلیم یا ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سفہاء الاخلاہ و ہابی اب تک ذات و صفات الہی سے بے خبر اور جاہل ہیں کہ یہ مسئلہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اسی لئے یہ لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے لئے کوئی صفت و کمال بہ عطاۓ الہی تسلیم کرنے کو بھی اللہ کی سی صفت قرار دیکر خواہ مخواہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ ہنوز وہ خود توحید و شرک کی حقیقت سے بے خبر ہیں قصور تو ہے خود ان کے فہم و علم کا مگر مجرم ٹھہراتے ہیں دوسرے بے گناہوں کو۔ ان کے اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کا یہ ناقابل تردید ثبوت ہے کہ یہ مخلوق میں سے کسی کے لئے بھی کوئی صفت بہ عطاۓ الہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ پھر بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ اگر تم کسی کے لئے کوئی صفت بعطاۓ الہی تسلیم کرنے کو شرک ہی ٹھہراتے ہو تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت "حی" ہے یا نہیں۔ پھر کیا شرک سے بچنے کی خاطر تم اپنے آپ کو مردہ کہو گے؟ کیا تمہارے بڑے بھی کسی زمانہ میں صفت حیات سے متصف نہیں رہے ہیں اور کیا اب تم بھی اس دنیاوی زندگی میں صفت "حی" سے متصف ہو یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "عالم" ہے تو کیا تم خود کو یا اپنے پیشواؤں کو عالم نہیں سمجھتے؟ "سميع" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور "بصیر" بھی تو کیا تم سمیع اور بصیر نہیں ہو؟

پھر کلام کرنا، بھی اللہ کی صفت ہے اور ارادہ و قدرت بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں پھر شرک سے بچنے کے لئے تم کیا کرو گے؟ آیائیوں کہو گے کہ ہم میں اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت نہیں ہم وہابی سب مردے ہیں۔ جاہل مطلق ہیں۔ بہرے ہیں، اندھے ہیں، گونگے ہیں اور ہم وہابیوں میں نہ ارادہ ہے نہ قدرت تو کیا پھر تم خاک ہو یا پتھر، جامد محض ہو؟ پھر اگر تمہاری یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے کہ تم سب کے سب اجساد جامد ہو تو بھی تمہارا پچھا شرک سے نہیں چھوٹتا کہ جسم جامد ہونے کی صورت میں بھی "موجود" ہونا پایا جائے گا اور موجود ہونا بھی اللہ کی صفت ہے تو پھر شرک سے بچنے کے لئے اپنے وجود کا بھی انکار کر دو گے؟ یعنی کہ دنیا میں تمہارا وجود ہی نہیں ہے۔ پس اگر تمہاری باتیں صحیح ہیں تو بتاؤ کہ تم کیا ہو؟ تم کس حیثیت سے موجود ہو؟ دنیا میں کیونکر چلتے، پھرتے، دیکھتے، سنتے، دنیاوی کام کاج کرتے اور یہ شرک و کفر کی گردنیں رٹتے، اوٹ پٹانگ تحریریں لکھتے اور لمبی چوڑی تفسیریں جھاڑتے پھرتے ہو۔ تم میں یہ صفات کہاں سے اور کیسے آگئیں؟ کیا تم میں یہ صفات بالذات ہیں، خود بخود ہیں یا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ؟

نواب! ہمیں لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا اور کہنا پڑے گا کہ ہمیں یہ صفات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں مگر اس قدر خرابی بسیار کے بعد بھی اپنے خانہ ساز وہابیہ اصول کی بنا پر شرک سے بپزخ سکے بلکہ مشرک ہی رہے کیونکہ ان کا اصول یہ ہے کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان

کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے" (تغویۃ الایمان) تو ان کو چاہیئے کہ کوئی تیسری صورت نکالیں اور شرک سے بچنے کی تدبیر کریں۔

اُلجھا ہے پاؤں بار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صباد آگیا

مزید برآں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ بقول نجدیہ وہابیہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے کسی کو کوئی صفت عطا نہیں فرمائی تو پھر افراد و اشیاء مخلوقات میں ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بلکہ لاتعداد اقسام صفات کیونکر پائی جاتی ہیں؟ مثلاً آگ، پانی، ہوا، مٹی مختلف اقسام کی اور یہ اور جڑی بوٹیاں کہ نفع بھی پہنچاتی ہیں اور نقصان بھی۔ بارود ڈائنامیٹ، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم وغیرہ ہتھیاروں میں یہ قوت کہاں سے اور کیونکر ہے کہ چشمِ زدن میں ہزاروں لاکھوں جانداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیں، پہاڑوں کو اڑا دیں اور علاقوں کے علاقے تباہ و برباد کر ڈالیں۔ نیوٹریل فون، واسرلیس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ میں یہ صفات کہاں سے آگئیں کہ سینکڑوں، ہزاروں میل دور ہلکی سے ہلکی آوازوں اور تصویروں کو بھی آن واحد میں پہنچا دیں۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ ان اشیاء میں یہ صفات و تاثیرات ذاتی نہیں ہیں تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان اشیاء میں یہ صفات و تاثیرات بوسطائے الہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرتوں کا ظہور ان کے ذریعہ ہوتا ہے تو پھر جب کہ ایسی ادنیٰ اور بے جان اشیاء کے لئے بھی صفات و تاثیرات

برہ عطاۃ الہی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں تو حضرت انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے لئے صفات برہ عطاۃ الہی تسلیم کرنے میں کیونکر تامل ہو سکتا ہے۔ پس نجدیہ و بابیہ کے انکار سے واضح ہے کہ یہ عقل و دانش سے عاری لوگ عام انسان کے مقام و منصب سے بھی واقف نہیں یہ جانیکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں، خلفاء اللہ فی الارض انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ یا رسولہم کے اعلیٰ و بلند و بالا مقامات و مناصب کو جان سکیں اور ان کے فضائل و کمالات علوم و اختیارات اور خداداد نصرفات کو سمجھ سکیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور حدیث میں سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گواہ ہیں کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء متعلق باخلق اللہ ہیں۔ صفات الہی کے مظہر ہیں۔ برہ عطاۃ الہی منتصرف ہیں اور ان کا ہر کام حکم و مشیت الہی کے تحت ہوتا ہے۔ غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عطا خداوندی کا اعتقاد رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطا کے بعد حکم خداوندی ارادہ و مشیت ایزدی کے ماتحت ہے۔ ہر آن خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ متعلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کے لئے بھی خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال اور ممتنع بالذات ہے۔

(تسکین الخواطر فی مسئلۃ العاصر والناظر)

فرشتہ کی قوت سماعت اور وسعت علم ملاحظہ ہو

محدث امام بخاری نے تاریخ میں۔ محدث طبرانی، محدث عقیلی، محدث ابن النجار اور محدث ابن عساکر اصہبانی (علیہم الرحمۃ) نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اِنَّ رَبَّكَ نَعَاكَ فَاَنْتَ مُنَادٍ لِّمَنْ اَعْلَاهُ السَّمَاوَاتُ الْاُولٰٓئِکَ (سورہ الطہ فی کلہا) قَاتِلْ عَلٰی قَبْرِیْ (ذوالانی یوم القیامۃ) فَمَا مِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ عَلٰی صَلَوةٍ اِلَّا اَبْلَغْنِیْهَا بِیْ شُکِّ اللّٰہِ تَعَالٰی کَاِیْکَ فَرَسْتُمْ ہِیَ جَسَّہُ اللّٰہِ نَہْ نَمَامِ جِہَانِ کِیْ بَاتِ سَنَ لِبْنِیْ عَطَا کِیْ ہِیَ وَہِ قِیَامَتِ نَکِ مِیْرِیْ قَبْرِیْ حَاضِرِیْ ہِیَ جِہِیْ پَر دُودِ جِہِیْ تَاہِیْ ہِیَ مَہِیْ سَ عَرَضِ کَر تَاہِیْ ہِیَ عِلَامَہِ زُرْقَانِیْ عَلِیہِ الرَّحْمَہِ شَرَحِ مَوَہِبِیْ اور علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمۃ شرح جامع صغیر میں اعطاه اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں۔ "ای قوت یقتد سربھا علی سماع ما یبطلق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرہا (ذاد المناوی) فی ائ موضع کان۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہ تمام مخلوق الہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو" اور محدث ربلمی علیہ الرحمۃ نے "مسند الفردوس" میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اکثر و الصلوٰۃ علی فان اللہ تعالیٰ وکل فی ملک عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذالک الملك یا محمد ان فلان ابن فلان یصلی علیک الساعة مجھ پر کثرت

سے درود بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی میرا امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں ابن فلاں نے ابھی ابھی درود بھیجا ہے، یہ فرشتہ یہ عطاؤں اذن الہی وہیں کھڑے کھڑے شرقاً غرباً شمالاً ہر وقت روئے زمین کی آوازیں سناتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یہ شرک فروش وہابی کیا چاہیں انہیں یہ اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے۔ اس فرشتہ کی قوت سماعت کے ساتھ ساتھ اس کے علم کی وسعت بھی دیکھئے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالیہ میں درود و سلام عرض کرنے والا مومن کائنات کے کسی بھی گوشے میں ہو، زمین پر ہو یا زمین کے نیچے، فضا میں ہو، ہوا میں پرواز کر رہا ہو یا سمندر کے کسی حصے میں سفر کر رہا ہو، پانی کے اوپر ہو یا پانی کی تہ کے نیچے یا ساتوں آسمانوں میں سے کسی آسمان کے کسی حصہ میں ہو۔ یہ فرشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں نے ابھی ابھی درود بھیجا ہے۔ یعنی فرشتہ ہر درود خواں کے نام کو جانتا ہے اس کے والد کے نام کو بھی جانتا ہے اور ان کو پہچانتا ہے۔ حالانکہ درود بھیجنے والا صرف درود ہی پڑھتا ہے۔ اپنا اور اپنے والد کا نام بیان نہیں کرتا۔ نوکیلا تو س وہابیہ ابو خالد خارجی یا کوئی بھی وہابی تعزیرات وہابیہ کے تحت اس فرشتہ کو بھی مشرک ٹھہرائے گا؟ اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی شرک کا فتویٰ لگائے گا؟ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرشتہ کے لئے صفات الہی کا اثبات

فرما کر (الغوف باللہ) شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ دنیا بھر میں بے کوئی ایسا جرائد و بابی جو اس بات کا جواب بالصواب دے سکے؟ ہا تو ہر ہانک ان کنتم صادقین۔

چونکہ وہابی خارجی الاصل ہیں اس لئے ان کے خیمہ میں ہی تحریف قرآن اور توہین رسالت کا عنصر شامل ہے۔ جہالت و شرارت اور قساوت قلبی ان کی علامات مخصوصہ ہیں۔ جس طرح ابوالخوارج ”ہرقوس بن زبیر“ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول اللہ مانتے ہوئے بھی حضور کو عدل و انصاف کے ساتھ مال غنیمت تقسیم کرنے کا وعظ سنا کر توہین رسالت کا بدترین مظاہرہ کیا تھا۔ اسی طرح نجدی وہابی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ”رسول اللہ“ بھی مانتے ہیں اور حضور کے فضائل و کمالات اور خدا داد اعلیٰ صفات کا انکار کرتے اور توہین رسالت کا بدترین مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ جس طرح خارجیوں نے آیت قرآن مجید اِنْ كُنْتُمْ اِلٰهَآئِہِ اور دوسری آیات کے معنی اور مفہوم کو بگاڑ کر تحریف قرآن کر کے حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور سارے مسلمانوں کو مشرک اور کافر ٹھہرایا تھا۔ اسی طرح وہابی بھی قرآن میں تحریف کر کے سارے مسلمانوں کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔ خوارج کے متعلق صحیح بخاری ص ۱۰۲۴ میں ہے۔ کان ابن عمر بن اھم شرا خلق اللہ وقال انھما اطلقوا الخی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی

بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ ان آیات قرآن کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ نجدی وہابی بھی اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں کہ یہ لوگ بھی آیات قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔ مشرکین کفار کی مذمت اور بتوں کی تردید میں نازل شدہ آیات کو انبیاء و اولیاء اور مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ بتوں کی جگہ انبیاء و اولیاء کو مراد لیتے ہیں اور کفار مشرکین کی جگہ مسلمانوں کو شمار کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات اور حدیث کی روایات کے واضح ارشادات کو رد کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و صفات کا انکار کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے منکر ہیں۔ حضور کے حیات ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضور کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ وفات کے بعد ان میں جان کی رمق تک باقی نہ رہی۔ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی جواب دے سکتے ہیں۔ امت کے حالات سے مطلقاً بے خبر ہیں۔ ان پر امت کے اعمال و احوال پیش نہیں ہوتے۔ حضور تو بیز تک نہیں جانتے کہ آئندہ ان کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور کسی دوسرے کے لئے کیا پیش آنے ہیں۔ حضور کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ حضور کو اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں ہے۔ ان کے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔ بالکل خالی ہاتھ ہیں۔ تو کسی کو کیا دے سکتے ہیں؟ ان کو کسی چیز کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی ان کو کچھ قوت تصرف حاصل ہے۔ حضور عام انسانوں کی طرح ایک

انسان تھے۔ ان کو محض یہ فضیلت تھی کہ "نبی اللہ" تھے اس حیثیت سے ان کو اللہ کا کلام اور پیغام مخلوق تک پہنچانے کی فضیلت تھی سو اللہ کا کلام اور پیغام پہنچا کر وفات پا گئے۔ وفات کے بعد ان سے کچھ فائدہ باقی نہیں رہ گیا۔ حضور سے توسل و استمداد شرک ہے۔ یا رسول اللہ کہہ کر نذرانا شرک ہے۔ ان کو شفیع، حامی اور مددگار جاننا ماننا شرک ہے۔ حضور کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے۔ وغیرہ و غیرہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی توسل و تنقیض پر مشتمل و بابیہ کی گندہ دہنی اور غلط فہمی کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

وہابیہ نجدیہ کا امام ابن عبد الوہاب نجدی

اپنی کتاب التوحید کے ص ۷۲ پر لکھتا ہے "یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے جو کام "قبر پرستی" کیا وہ بہترین عبادت ہے، پس جس چیز کو اللہ و رسول نے حرام کیا اس کا اعتقاد رکھا حالانکہ یہ ایسا صریح کفر ہے جس سے مال اور خون حلال ہو جاتا ہے" نیز ص ۱۹ پر ہے "قبر پرستی، قبر پرستی، غیر اللہ کی نذر و نیاز، توسل غیر اللہ اور نداء و دعا و اولیاء اللہ یہ سب شرعاً حرام و ناجائز امور ہیں اور بعض بعض سے زیادہ برے اور قابل ملامت، ان میں سے بعض صریح شرک ہیں جیسے نداء غیر اللہ وغیرہ وغیرہ۔"

پیشوائے وہابیت اسماعیل قتیل دہلوی

تقویۃ الایمان ص ۱۸ پر لکھتا ہے: "اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے" اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (تقویۃ الایمان)

نیز ص ۱۸ پر ہے جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور ناشکر۔ نیز اس کے آگے لکھا ہے "مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کو ثابت کرنا سوان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت اور پیری میں کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا۔

خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پیری سے۔

ماہر القادری مدیر رسالہ فاران

توحید نمبر ص ۲۶ پر لکھتا ہے: "اب اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انداز میں تعریف کرتا ہے کہ ساری مخلوقات آپ کے در سے پل رہی ہے، آپ کائنات کے مالک و مختار ہیں، آپ ماضی و ناظر ہیں۔ آپ ہر امتی کے حال پر نظر رکھتے ہیں، آپ پریشان حالوں کی فریاد سنتے اور ان کی مشکلوں کو کھولتے ہیں تو وہ آپ کو حد سے بڑھاتا ہے۔ پھر ص ۲۶ پر ہے: "عیسائی، ہندو اور بدھ جتنے مشرکین اور کفار زمین کے پردے پر پائے جاتے ہیں ان کا فساد عقائد کے اس باب میں مشرک ہے"۔

نقال وہابیت ابو خالد

قرآنی درس توحید ص ۲۲ پر لکھتا ہے: "اس خدائی فیصلہ کے مطابق جب کہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بخود ہے نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی، ولی، پیر، شہید، غوث و قطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی، حاجت روائی کر سکیں۔ ص ۲۳ پر ہے: "اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خواہ وہ نبی ہوں یا ولی، امام ہو یا شہید، غوث ہو یا

قطب حاجتیں مانگنا۔ سجدے کرنا، نذر و نیاز چڑھانا، حاضر و ناظر جان کر
 نزدیک یا دور سے پکارنا یہ سب کام مشرک میں داخل ہیں۔ اور ص ۳۶
 ۳۷ پر لکھا خود غرض اور مطلبی مولوی، ملا، ڈھونگی، مرشد، پیر زادہ، نقلی صوفی،
 درویشوں نے اپنی طمع نفسانی اور دنیا طلبی کی غرض سے ہمارے ناواقف
 بے علم بھائیوں کو اپنے مکر کے جال میں پھانس کر توحید و سنت پر
 خوب پردہ ڈالا اور مشرک اور ضلالت ایسا چمکانے کی ناکام کوشش
 کی۔ اپنے زعم باطل میں توحید کے آفتاب کو مدھم بنا دیا۔ خدائے الٰہی
 کے صفات خاصہ غیر خدا میں منوادے۔ قبر پرستی، پیر پرستی، ارواح پرستی،
 رسوم تعز بہ داری، علم، الاؤ، فعل کی سواری، خواہ مخفر کی ناؤ، بی بی کی
 صحتک، قبر پر عرضیاں، عرس، ناچ رنگ، غیر اللہ کی نذر و نیاز، بزرگوں
 کے ناموں کے درود و وظائف، فال گنڈے، ٹوٹے ٹوٹے، بدشگونی،
 دہم پرستی، اصلی نقلی قبروں کے سجدے، طواف، چڑھاوے، نبی، ولی،
 پیر، شہید کو غیب دال جاننا۔ ان کی ارواح کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا
 داخل اسلام ہو گیا۔ لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان قبروں کے پیجاری
 اور لاکھوں مجاور قبروں کے بیوپاری بن بیٹھے۔ قیصر و کسریٰ کی مملکتوں
 سے خراج وصول کرنے والے اب بزرگوں کی کمائی پر جینے لگے ہزار ہا
 آیات و احادیث کے باوجود خلاف شرع کاموں سے ایک اپنی پیچھے
 ہٹا گوارا نہیں کرتے۔ افسوس ہے کہ آج کلہ توحید کو پڑھنے
 والے توحید کے دشمن بن کر مشرک و کفر کی ان تاریک غاروں میں
 گھس کر جن میں گر کر اگلی قومیں غارت ہو گئی تھیں۔ انہیں برگزیدہ

بزرگوں کے ناموں، انہیں کی قبروں کے ساتھ وہی کام کر رہے ہیں
 توحید پرست بتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ سخت حیرت اور بے حد
 تعجب کا مقام ہے کہ تم نے مشرک کو اسلام اور کفر کو اسلام سمجھ لیا طاق
 تعزبے، پچلے، چبوترے، تھان، نشان پر تمہارے سر جھکنے لگے مسجدیں
 بے روث مقبرے آباد کر لئے خدائی اوصاف مخلوق میں مانے جانے
 لگے۔ اور ص ۲۹ پر ہے۔ بہر حال آج کسی میں یہ قوت نہیں ہے کہ امت
 مسلمہ کو بزور اس برائی سے روک دے مگر اہل علم پر ذمہ داری ضرور
 ہے کہ وہ پوری بات واشگاف کہہ دیں کہ لوگو اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان
 لانے کا اقرار کرنے کے بعد بھی تم نے وہی مشرکانه اعتقادات باقی
 رکھے جو قوم نوح سے لے کر آج تک ہر مشرک قوم میں پائے جاتے
 رہے ہیں تو تم بھی بد انجامی سے نہ بچ سکو گے۔ ان قوموں نے اپنے
 انبیاء اور بزرگوں کو مرنے کے بعد بھی مرنے نہ دیا اور آج تم بھی اپنے
 نبی اور دوسرے اللہ کے بندوں کے ساتھ مختلف بہانوں اور جھوٹی
 روایتوں کے ذریعہ یہی کام کر رہے ہو۔

نجدی و باہیوں کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے
 مختصر سے گروہ کے سوا سارے مسلمانان امت کو صریحاً کافر و مشرک
 جانتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و
 رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو بتوں، جنوں، شیطانوں اور
 بھوتوں پر یوں میں شمار کرتے ہیں۔ ان محبوبانِ خدا کو من دون اللہ
 قرار دے کر ان کی سخت توہین اور مذمت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ

توان باتوں سے صاف ظاہر ہے مگر محبوبانِ خدا اور مسلمانوں کے متعلق ان کے دلوں میں جو غیظ و غضب جوش مار رہا ہے وہ ان کی زہریلی باتوں سے بدرجہا زیادہ ہے جسے وہ مجبوراً ظاہر نہیں کر پا رہے کہ ان کا پس نہیں چلتا اگر آج بھی ان کا پس چلے تو اسی طرح مسلمانوں کا قتل عام کرنے سے ہرگز دریغ نہ کریں جس طرح امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی نے ابن سعود نجدی کو ساتھ ملا کر سرزمینِ نجد و حجاز میں مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا تھا۔ ان واقعات کی تفصیل کتب تاریخ میں اور فقیر کی کتاب "مکمل تاریخ وہابیہ" میں موجود ہے الغرض حسب فرمانِ خداوندی وہابیہ کا یہ حال ہے کہ قد بدت البغضاء موت افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر قد بینا کما لا یات ان کنتم تعقلون (پ ۳۷۳) بیران کی باتوں سے جھٹک اٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنائیں اگر تمہیں عقل ہو، تو ان سے دوستی نہ کرو۔

سرکارِ دو عالم، اللہ کے خزانوں اور کائنات کے مالک و مختار ہیں

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (پ ۱۳۷۹)
ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کے لئے بھلے برے کا خود مختار نہیں
لا۔ حرف نفی ہے۔ املک نفسی، مستثنیٰ منہ ہے۔ الا حرف استثناء
ہے۔ ما شاء اللہ مستثنیٰ ہے۔ مستثنیٰ منہ میں حرف نفی سے جس چیز کی
نفی کی جاتی ہے اللہ سے اسی میں سے کچھ کائنات کیا جاتا ہے۔ اب معنی
یہ ہوئے کہ میں نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ ہاں اس قدر کا مالک ہوں
جس قدر کا اللہ مالک بنا دے۔ اس آیت مبارکہ سے فی الجملہ مالکیت کا
ثبوت ہو گیا۔

یعنی مجھے نفع و نقصان کی ذاتی قدرت نہیں۔ الا ما شاء اللہ مگر
جس قدر اللہ چاہے۔ یعنی میں اللہ کے چاہنے سے نفع و نقصان کا مالک
ہوں۔ تفسیر صاوی میں ہے قوله الا ما شاء اللہ ای تمییکہ فی فاننا املک
اللہ تعالیٰ کے فرمانِ الا ما شاء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ میں ذاتی طور
سے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے مجھے مالک بنا دینے
سے نفع و نقصان کا مالک ہوں۔ ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ میں ذاتی
قدرت کی نفی ہے قدرت عطائی کی نفی نہیں ہے۔ مگر وہابیوں کو اللہ
تعالیٰ کی یہ بات پسند نہیں کہ وہ اپنے محبوب رسولِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

کچھ قدرت و اختیار عطا کرے۔ اس لئے وہ قرآن مجید کی آیہ مبارکہ کے مفہوم میں تخریف کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً بے اختیار ثابت کرنے کی خاطر قرآن مجید کی آیت۔ اَلَا مَآ شَارَ اللّٰهُ كَوْحِيْرٌ دیتے ہیں۔ چنانچہ ناقوس و بابیہ ابو خالد حسب قاعدہ و بابیہ نجد یہ صفحہ ۲۴ پر یہ آیت مبارکہ درج کرتا اور صفحہ ۲۲ پر آیت مبارکہ قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرْرًا وَّلَا اِشْفَاً قُلْ اِنِّیْ لَا یُعِیْبُ فِیْیَ مَنْ اَللّٰهُ اَحَدٌ وَّلَا اِجْدٌ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحِدٌ لکھ کر کس بے حیائی کے ساتھ یہ فتویٰ صادر کرتا ہے۔ "اس خدائی فیصلہ کے مطابق جبکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بہ خود ہے اور نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی، ولی، پیر، شہید، عوث و قطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی، حاجت روائی کر سکیں۔ ایمان دار کو سر تسلیم خم کرنے کے لئے تو یہ اٹل فیصلہ ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

ابو خالد یا کوئی بھی وہابی یہ بتائے کہ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس میں فرمایا گیا ہو کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت عطا نہیں کی گئی۔ ابو خالد تو کیا دنیا بھر کے سارے وہابی مل کر بھی ایسی کوئی آیت پیش نہیں کر سکتے اس لئے کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت ہے ہی نہیں۔ تو وہابیہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہتھان باندھتے ہوئے شرم آنی چاہیے مگر "شرم چمکتی سنت کہ پیش و بابیہ آید" اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اعلان فرماتا ہے کہ میں نے اپنے

محبوب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا عَظَمْنٰکَ الْکَوْثَرُ (پ ۲۰) اے محبوب بے شک ہم نے تجھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اس میں حوض کوثر بھی شامل ہے (صحیح بخاری) تفسیر خازن میں ہے۔ وَاصْلُ الْکَوْثَرِ فَوْعَلٌ مِنَ الْکَثْرَةِ اصل کوثر کا فوعل کے وزن پر کثرت سے ہے، تفسیر نسفی میں ہے فَوْعَلٌ مِنَ الْکَثْرَةِ وَهُوَ الْمَصْرُطُ الْکَثْرَةُ کَوْثَرٌ فَوْعَلٌ کے وزن پر ہے کثرت سے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ کثرت، تفسیر جلالین میں ہے۔ اِنَّا عَظَمْنٰکَ یَا مُحَمَّدُ الْکَوْثَرُ هُوَ نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ هُوَ حَوْضَةٌ تَرِدُ عَلَیْہِ اُمَّتُهُ الْکَوْثَرُ الْخَیْثُ الْکَثِیْرُ مِنَ النَّبُوَّةِ وَالْقُرْآنِ وَالشَّفَاعَةِ وَنَحْوِہَا۔

یا محمد! ہم نے تم کو کوثر عطا فرمایا۔ یہ نہر ہے جنت میں اور آپ کا یہ حوض ہے جس پر آپ کی اُمت وارد ہوگی یا کوثر خیر کثیر ہے نبوت سے اور قرآن سے اور شفاعت اور اسی طرح کی دوسری نعمتیں، تفسیر صاوی میں کوثر کی تشریح میں پندرہ اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ السَّادِسُ عَشَرَ الْخَیْثُ الْکَثِیْرُ الدِّیْنِیُّ وَالْاٰخِرُوۡی وَکُلُّ مَنْ هٰذِهِ الْاَقْوَالُ تَعْقِیْقُہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ وَفَوْقَ ذٰلِکَ مَا لَا یَعْلَمُ غَایْبُہُ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی۔ سولہواں قول یہ ہے کہ کوثر سے مراد دنیوی اور اخروی خیر کثیر ہے اور یہ تمام اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بالتحقیق ثابت ہیں اور کوثر

سے ان تمام چیزوں سے اور بھی زیادہ اتنا کچھ مراد ہے جس کی حد و انتہا اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا عطا فرمایا ہے کہ تمام مخلوق مل کر بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتی اور یہ ساری دنیا اس عطائے کو نثر کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل منافع الدنيا قليل۔ تمام دنیا کا ساز و سامان، وہ سب کچھ جو دنیا میں ہے قلیل ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک کائنات یہ عطائے الہی ہونا اسی آیت مبارکہ سے ثابت ہے کہ اسے محبوب بے شک ہم نے آپ کو بہت ہی کثرت سے عطا فرمایا جس میں یہ کائنات بھی شامل ہے۔ غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک ہم نے آپ کو بہت کچھ نہایت کثرت سے عطا فرمادیا ہے۔ مگر منکوبین و ہابییہ کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنے رسول کو کچھ بھی عطا نہیں کیا۔ حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ من هفوات الوہابیہ۔ تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قوله انا اعطيتک الکوش ای انا اعطيتک الکثیر فاعط انت الکثیر ولا تبخل۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد انا اعطيتک الکوش کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو بہت کچھ کثرت سے عطا فرمایا پس آپ کثرت سے (سوالیوں، محتاجوں کو) عطا فرمائیں اور (عطا فرمانے میں) بخل نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھئے اور علمائے حق مفسرین کی تفسیروں کو دیکھئے اور پھر وہابیہ کا

بیان ملاحظہ کیجئے۔ اب آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور مفسرین کے بیان کو صحیح قرار دیں، یا وہابیہ کی خرافات کو مانیں۔ یہ آپ کے فہم و دانش پر چھوڑنا ہوں۔ تاہم حق بات یہ ہے کہ۔ ومن اصدق من اللہ قیلا (الایہ) اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وما تقموا ان اغناهم اللہ ورسوله من فضله (پ۔ ۱۰ سورہ توبہ) اور انہیں کیا بڑا لگا ہی نا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا، کسی کو غنی وہی کر سکتا ہے جو خزانوں کا مالک ہو اور مختار بھی ہو۔ نفع پہنچانے پر قادر ہو۔ سخی اور جواد بھی ہو۔ اس آیت مفہوم سے ثابت ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خزانوں کے مالک و مختار ہیں۔ نفع پہنچانے پر قادر ہیں اتنے سخی اور جواد ہیں کہ اپنے فضل سے جس کو چاہیں غنی کر دیتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غنی کرتے اور فضل و کرم فرمانے ہیں فرمان الہی کے مطابق حسین ایمان ہے۔ مگر کفار و منافقین کی طرح نجدی و ہابیوں کو یہ بات بُری لگتی ہے لہذا وہ اس عقیدہ کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد واضح کو نہیں مانتے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ولوا نهمر منضامنا انشعہم اللہ ورسولہ وقلوا حسينا اللہ سیؤ تبنا اللہ من فضله ورسولہ انا ای اللہ لا غیوت (پ۔ ۱۰ ع۔ ۱۳) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا

ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

اس آیت مقدسہ میں بھی فضل و عطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی فرمائی گئی ہے۔ اس کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں واضح فرمایا ہے۔ انما انا قاسم و خازن واللہ يعطى۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۳۹) بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ ثابت ہوا کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مقرر

جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

مگر منکرین و ہابیہ نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ حدیث کو۔ لہذا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و عطا کے عقیدے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ واذ تقول للذى النعم الله عليه وانعمت عليه (پ ۲۲۷) اور اے میرے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی؟ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نعمت دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی اور اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی۔ اللہ تعالیٰ نعمت عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعمت عطا فرماتے ہیں۔ مگر نجدی و ہابی اس کے بھی انکاری ہیں وہ کہتے ہیں۔ سب کچھ اللہ دیتا ہے رسول کچھ نہیں دے

سکتا۔ رسول کسی کو کچھ بھی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا اسے تو اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے کفر ہے۔ اب قارئین یہ نظر انصاف فیصلہ کریں کہ اللہ کی بات سچی ہے یا ان و ہابیہ کی بات سچی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے
حیرت میں داخلہ کے سرٹیفکیٹ عطا فرمائیں گے
اور جہنمیوں کو جنتی بنائیں گے۔

وسوی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوضع للانبیاء منابر من نور یجلسون علیہا یتقی منبری لا یجلس علیہ، او قال لا اقعده علیہ، قائما بین یدی رابی مخافة ان یبعث بی الی الجنة یتقی امتی بعد فاقول۔ یا رب امتی یتقی۔ فبقول اللہ عز وجل۔ یا محمد ما ترید ان اصنع لک؟ فاقول یا رب عجل حسابی، فیدعی بہم فیہا سبعون، فمتہم من یدخل الجنة برحمتہ، ومنتہم من یدخل الجنة بشفاعتی فما ازال اشفع حتی اعطی صکا کا ہر حال قد بعث بہم الی النار حتی ان ما تک خازن النار لبقول۔ یا محمد ما ترکت لک من غضب ربک فی امتک من نفقة؟ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبیہقی فی البعث۔ قال المنذری ولین فی رواۃ منکر وک۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (قیامت کے دن) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے نوری منبر رکھے جائیں گے وہ (سب) ان پر بیٹھ جائیں گے۔ اور میرا منبر (خالی) رہ جائے گا۔ میں اس پر نہیں بیٹھوں گا۔ اپنے رب کے حضور کھڑا ہوں گا اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں بھیج دے اور میرے بعد میری امت (بے سہارا) رہ جائے۔ پس میں عرض کروں گا۔ اے میرے رب، میری امت، میری امت۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا اے محمد! تو اپنی امت کے بارے میں کیا چاہتا ہے؟ (عرض کر کہ میں ویسے ہی کر دوں۔ میں عرض کروں گا۔ اے میرے رب تو ان کا حساب جلد کر دے۔ پس ان کو بلا کر ان کا حساب کیا جائے گا پس ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو اس کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو میری شفاعت سے جنت میں جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کرنا جاؤں گا۔ حتیٰ کہ جن لوگوں کو جہنم کے لئے بھیجا جا چکا ہو گا ان کو اجنت میں داخل کرنے کے لئے) میں دستاویزات (شہادتیں) عطا فرماؤں گا۔ یہاں تک کہ جہنم کا خزانچی فرشتہ "مالک" کہے گا۔ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اپنا ایسا کوئی امتی نہیں رہنے دیا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کے سبب کوئی سزا دے" اس حدیث کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے بعث میں اور منذری نے فرمایا اس حدیث کے راویوں میں کوئی متروک نہیں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما جامعین۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت عطا فرماتے ہیں

جامع فی روایتہ عن جابر رضی اللہ عنہ ۱۰۱۰ قال۔ فقلنا فعلا منیابیگ؟ فقال۔ علی السمع والطاعة فی النشأة والنکسل علی النقیۃ فی العسر والیسر۔ علی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر وبکلمة الجنة۔ الحدیث۔ قال العافظ ابن حجر ولا یصح۔ من وجہ اخر عن جابر قال کان العباس اخذ ابید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما فرغنا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذت واعطیت ۱۰۱۱ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۳) رواہ احمد (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۸) ای اخذت البیعة واعطیت الجنة۔

ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے وقت) ہم نے عرض کی ہم آپ سے کون سے کاموں پر بیعت کریں؟ فرمایا "اس پر کہ حکم سن کر قبول کریں گے خوشی و سستی میں (بہر حالت) فرمانبرداری کریں گے، اور تنگدستی میں راہ خدا میں خرچ کریں گے اور نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے پر، اور تمہارے لئے جنت ہے" الحدیث حافظ الحدیث ابن حجر نے "واحد" بھی فرمایا۔ دوسرے طریق کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بیعت کرتے وقت) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑا ہوا تھا پس جیسے ہم (بیعت سے) فارغ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں نے لے لی اور دے دی" الی آخرہ۔ (فتح الباری رواہ احمد)

مجمع الزوائد) ای اخذت البيعة واعطيت الجنة یعنی میں نے بیعت لے لی اور جنت عطا فرمادی۔

اور ایک دوسری روایت میں۔ قال جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لهم تنبايعوني على السمع والطاعة الى ان قال ولكم الجنة قال فقالوا والله لاندع هذه البيعة ابدا ولا نسلبها ابدا فبايعناه فاخذ علينا وشروط وبعطينا على ذلك الجنة قال البيهقي اصحاب السنن طر فامنه رواه احمد والبخاري ورجال احمد رجال اصح راہی اخذہ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم سمع و طاعة پر مجھ سے بیعت کرو۔ یہاں تک کہ فرمایا اور تمہارے لئے جنت ہے۔ ان لوگوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس بیعت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ اسے کبھی توڑیں گے پھر ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کر لی تو حضور نے اس پر ہم سے عہد و پیمان لیا اور اس کے عوض میں ہم بیعت کرنے والوں کو جنت عطا فرمادی۔ محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا دوسرے اصحاب السنن محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام احمد اور بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی روایت کرنے والے سب کے سب صحیح راوی ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وعلینا معہم یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

منکر قرآن و حدیث ابو خالد و بابی صفحہ ۲۴ پر ہونیبار سو کر غور سے سنئے اللہ تعالیٰ کے فرمان، ”کھ کر آہ مبارکہ قل لا اقول لكم عندي

خزائن الله ولا اعلم الغيب ولا اقول لكم اني ملك ان اتبع الآما ما يوحي الي (پ ۱۱ ع ۱۱) اور صفحہ ۲۴ پر۔ وعندہ مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو اور ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الغيب وما مني سوء اور وما ادرى ما يفعل بي ولا بكم اور قل اني لا املك لكم فضلا ولا مثالا اور قل لا املك نفسي نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله اور قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله وما يشعرون ايان يبعثون۔ لکھ کر قرآن مجید سے یہ ثابت کرنے کے لئے ابڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں۔ نہ حضور غیب جانتے ہیں، نہ حضور اپنے لئے کسی قسم کی بھلائی جمع کر سکے۔ نہ تکلیفوں سے خود کو محفوظ رکھ سکے۔ حضور تو یہ تک نہیں جانتے کہ آئندہ ان کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور کسی دوسرے کے لئے کیا کیا پیش آنے ہیں۔ حضور کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کا ہرگز اختیار نہیں رکھتے۔ حضور کو اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں ہے۔ لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ نجدی وہابی جو بزم خود توحید کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں، خود کو قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم سمجھتے ہیں لیکن قرآن مجید کی آیات مبارکہ کے ایسے من گھڑت مفاہیم و مطالب بیان کرتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ تعلیمات قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہوتے ہیں بلکہ ان کے بیان کردہ مفاہیم و مطالب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن و حدیث باہم متضاد ہیں یعنی قرآن کی آیات احادیث کی تردید

کر رہی ہیں اور احادیث آیات قرآن کو جھٹلا رہی ہیں۔ گویا اللہ اور رسول ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مثلاً آیہ مبارکہ قل لا اقول لكم عندی خزائن الله۔ اسے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اسے وہابی یہ مطلب نکالتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خالی ہاتھ ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے خزانوں میں سے کچھ نہیں دیا تو وہ کسی کو کیا دے سکتے ہیں؟ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اثبت بعقابتیخ خزانة الارض فوضعت فی یدی (بخاری) زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ (قبضہ) میں دے دی گئیں۔

نیز فرمایا۔ انما انا قاسم وغاشن واللہ یعطی (صحیح بخاری صفحہ ۴۳۹ جلد اول) بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، نیز فرمایا۔ وانی قد اعطیت مقاتیخ خزائن الارض (بخاری صفحہ ۵۰۸ جلد اول اور صحیح مسلم صفحہ ۵۰ جلد دوم) اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئیں، نیز فرمایا فانی انما ابوالقاسم قسم بینکم (صحیح مسلم صفحہ ۲۰۶ جلد دوم) پس بلاشبہ میں ابوالقاسم ہوں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں، نیز فرمایا ما اعطیکم ولا منعکم انما انا قاسم اضع حیث امرت (صحیح بخاری صفحہ ۴۳۹ ج ۱) میں ذاتی طور پر تمہیں کچھ عطا فرماتا ہوں اور نہ ذاتی طور پر تم سے کچھ روکتا ہوں میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں میں اللہ

تعالیٰ کے حکم کے مطابق کچھ دیتا یا روکتا ہوں، ارشادات سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے بہ عطاء الہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں۔ حضور کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ تمام مخلوقات کو جو بھی نعمتیں مل رہی ہیں۔ باذن الہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ سے تقسیم ہو رہی ہیں۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

لیکن بد نصیب و پابیہ کا ہر ماسٹر و اسٹس، ابو خالد بخاری وہابی نہ صرف یہ کہ ان تمام احادیث صحیحہ کا انکار ہے۔ بلکہ ان صحیح احادیث کے مطابق عقیدہ و ایمان رکھنے والے تمام مسلمانوں کو مشرک کا فریضہ اٹاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخاری وہابی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کے مخالف ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بے ایمان ہیں کہ فرمایا۔ لا یؤمن احدکم حتی یکون هواہ تبعاً لما جئت بہ۔ رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ باب الاعتصام) تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے (احکام اسلام) کے تابع نہ ہو۔

مسئلہ علم غیب

دوبالی چونکہ خوارج الاصل ہیں۔ انہی کے اصول کے مطابق
 قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب اور وعندك
 مغانع الغیب لا یعلمها الا هو اور كنت اعلم الغیب لاستكثرت من
 الغیب وما مستی السوء۔ آیات مقدسہ پیش کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے لئے علم غیب یہ عطائے الہی کو بھی شرک فی العلم قرار دیتے
 ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ امام الوبابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔ "غیب کی بات
 اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان) اور نقال و بابیہ
 ابو خالد لکھتا ہے۔ "اول۔ اللہ وحدہ لا شریک اپنی مخلوق میں سب سے
 زیادہ نزدیک ہے وہ محض اپنے فضل و کرم سے بغیر کسی وسیلہ، واسطہ
 اور ذریعہ کے سب کی پکار سُنتا ہے، سب کا نگہبان ہے ہر جگہ ہر حال
 میں حاضر و ناظر رہتا اور ہر چیز کی خواہ وہ دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا
 کھلی، اندھیرے میں یا اُجالے میں، آسمانوں میں یا زمینوں میں، پہاڑوں
 کی چوٹی پر، سمندر کی تہ میں خبر رکھنا اسی کی شان ہے۔ اگر کوئی کسی نبی،
 ولی، پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے، اٹھتے بیٹھتے ہر دم اس کا
 نام جپے، نزدیک یا دور سے اس کو پکارے، مصیبت کے وقت اس
 کی دہائی دے، دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اس کے نام کا
 ختم پڑھے، اس کی صورت کا تصور باندھے، اس کو واقف راز خفی و جلی

جانے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی العلم ہے (۱۵-۱۴) آیہ
 اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب کے
 بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ وها كان الله یطلعكم علی الغیب
 ولكن الله یجتبی من سلسله من یشاء فامثوا بالله ورسوله (پ ۴
 ع ۹) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اسے عام لوگوں میں غیب کا علم دے
 ہاں جن لیتا اپنے رسولوں سے جسے چاہے (توان برگزیدہ رسولوں کو
 غیب کا علم دیتا ہے۔ اور سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں، اس آیت سے ثابت ہے
 کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کے علوم عطا فرمائے
 اور غیب کے علم آپ کا معجزہ ہیں۔ "تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے
 رسولوں پر، اور تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو
 غیب پر مطلع کیا ہے" تفسیر جلالین میں ہے۔ والمعنی۔ لا کن الله
 یجتبی ای یصطفی من سلسله من یشاء فیطلعہ علی غیبہ۔ اس کے
 یہ معنی ہیں کہ۔ لیکن اللہ جن لیتا ہے یعنی دوسرے رسولوں میں سے
 جسے چاہے پسند فرما لیتا ہے تو اسے اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے، اور
 تفسیر روح البیان صفحہ ۱۳۲ جلد دوم مطبوعہ بیروت میں ہے۔ فان غیب
 الحقائق والاحوال لا یتكشف بلا واسطۃ الرسول۔ بلا شبہ۔ اللہ تعالیٰ۔
 رسول کے واسطہ (ذریعہ) کے بغیر حقائق اور احوال کا غیب منکشف نہیں
 کرتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل الله

علیک عقیلاً (پ ۱۴۵) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔
(امور دین و احکام شرع و علوم غیب، اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا۔ تفسیر خزائن العرفان) اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے، کہ تمہیں ان نعمتوں کے ساتھ ممتاز کیا۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ اٰی من الاحکام والغیب یعنی احکام اور غیب کے علوم آپ کو عطا فرمائے۔

تفسیر مدارک التنزیل صفحہ ۲۵۰ جلد اول میں ہے یعنی من احکام الشرع و امور الدین وقیل علمک من علم الغیب ما لم تکن تعلم وقیل معناه علمک من خفیات الامور واطلعت علی ضماش القلوب و علمک من احوال المناقبین و کیدهم من امور الدین و الشیئع و من خفیات الامور و ضماش القلوب۔ یعنی شریعت کے احکام اور امور دین کا علم عطا کیا۔ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ تم کو علم غیب میں سے وہ باتیں سکھا دیں جن کا تمہیں علم نہ تھا۔ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ تم کو پوشیدہ امور کا علم دے دیا اور دلوں کے پوشیدہ رازوں پر مطلع کر دیا اور منافقوں کے احوال اور ان کے مکر و فریب بتا دیئے۔ دین و شریعت کے امور سکھا دیئے چھپے امور اور دلوں کے بھیدوں کا علم دے دیا، تفسیر منظر ہی میں ہے۔ و علمک العلوی بالاسرار والمغیبات۔ آپ کو اسرار پوشیدہ باتوں اور مغیبات کے علوم عطا کر دیئے، تفسیر کشاف ۵۹۳ جلد اول میں

ہے۔ من خفیات الامور و ضماش القلوب و من امور الدین و الشیئع اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھپے امور اور دلوں کے پوشیدہ رازوں کا علم دیا۔ یا امور دین اور شریعت کے احکام سکھائے، اور تفسیر صیغی فارسی صفحہ ۱۲ میں ہے۔ آں علم ما کان و یکون ہست کہ حق سبحانہ، در شب اسرار ہاں حضرت عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراج ہست کہ من در زیر عرش بودم قطره در خلق من ریختند فعلمت ما کان و ما یکون، یہ ما کان و ما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم ہے کہ حق سبحانہ نے معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ حدیث معراج میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ میرے خلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو مجھے تمام گزشتہ و آئندہ واقعات کا علم حاصل ہو گیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الرحمن علّم القرآن خلق الانسان

علّمہ البیان (پ ۱۱۷۲) رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے ما کان و ما یکون کا بیان کہو مکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولین و آخرین کی خبریں دیتے تھے، (تفسیر خزائن العرفان) تفسیر معالم التنزیل میں ہے خلق الانسان اٰی محمداً علیہ السلام علّمہ البیان یعنی بیان ما کان و ما یکون، پیدا کیا انسان کو محمد علیہ السلام کو اس کو بیان سکھایا یعنی ما کان و ما یکون کا بیان۔ اور تفسیر خازن میں ہے قیل اٰی دیا الانسان محمداً صلی اللہ

علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان وما یکون لادہ علیہ السلام
نبا عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین۔ علماء حق نے فرمایا
اللہ کی مراد انسان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کو بیان سکھایا
یعنی ما کان وما یکون کا بیان اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے اولین و
آخرین کی خبریں دی ہیں اور قیامت کے دن کی خبر دی ہے۔

حضور حاضر ناظر ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یا ایہا النبی انا امرسلک شاہداً
ومیشراً ونذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ وسلاً جہاً متیزاً (پ ۶۲۴)
اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر،
خوش خبری دینا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے
والا اور چمکا دینے والا چیراغ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو یا ایہا النبی سے خطاب فرمایا۔ ”نبی“ نبأ سے مشتق ہے۔ نبأ کے
معنی ہیں۔ خبر۔ آگاہی۔ نبی اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں خبریں دینے
والا۔ آگاہ کرنے والا۔ خبریں وہی دے سکتا ہے جو خبروں سے واقف
ہو۔ جانتا ہو۔ علم رکھتا ہو۔ آگاہ وہی کر سکتا ہے جسے آگاہی حاصل ہو
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کی پیدائش سے پہلے سے لے
کر تا قیامت اور احوال قیامت۔ اور قیامت کے بعد جنتوں کے
جنت میں داخل ہونے اور جہنموں کے جہنم میں جانے اور جنت و

دوزخ کے احوال کی غیبی خبریں مخلوق کو بتائیں۔ اس سے واضح ہے کہ
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلام الہی تمام حالات، احوال،
واقعات سے باخبر ہیں۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کی حقیقتوں سے واقف
ہیں۔ یہ تعلیم خداوندی مغیبات کے عالم ہیں۔ خالق کی ذات و صفات
اور علوم ظاہر و باطن اور مخلوق کے اولین و آخرین کے سارے علم
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جمع ہیں اور مخلوق الہی میں فوق کل
ذی علم علیہ حضور ہی ہیں۔ جس آنکھ نے خالق کائنات کو
معراج میں دیکھا ہو مخلوق اس سے کس طرح چھپ سکتی ہے؟

اَنَا اس سلسلہ کے بے شک ہم نے تم کو بھیجا۔ نبوت کے ساتھ
رسالت کا ذکر فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے
رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق کو پہنچاتے ہیں اور ہمارے
بھی رسول ہیں کہ ہماری عرضداشتیں بارگاہ الہی میں پیش کرتے ہیں
ہماری حاجات پوری کراتے ہیں مشکلات حل کراتے ہیں حضور خالق
و مخلوق کے درمیان ہر رخ کبریٰ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شاہداً
حاضر و ناظر۔ شاہداً یعنی گواہ۔ گواہی اس کی مقبول و معتبر ہوتی ہے جو
موقعہ واردات پر موجود ہو اور حال واقعہ کو یک چشم خود دیکھے یعنی حاضر بھی
ہو اور ناظر بھی ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خالق کے بھی گواہ ہیں اور مخلوق
کے بھی گواہ ہیں۔ خلق کے سامنے خالق کی جنت، جہنم اور تمام غیبی
چیزوں کے گواہ ہیں۔ حضور دنیا میں تشریف آوری سے پہلے خالق کے

قرب خاص میں رہ کر تمام چیزوں کا مشاہدہ فرما کر یہاں تشریف لائے اور آخرت میں خالق کے سامنے مخلوق کے گواہ ہوں گے۔ تفسیر روح البیان پ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت انا امرسلک شاہدا و ميثلا و تذكرا۔ فرماتے ہیں۔ فانہ لما کان اول مخلوق خلقه الله کان شاهدا بوحدا نية الحق و شاهدا بما اخرج من العدم الوجود من الاسواح والنفوس والاجسام والاسكان والاجساد والمعادن والنبات والحيوان والملك والجن والشيطان والانسان وغير ذلك لتلايشذ عنه ما يمكن للمخلوق واسراره وافعاله وعجائبه فتشاهد خلقه وما جرى عليه من الاكرام والاضراج من الجنة بسبب المغافاة وما تاب الله عليه اى اخر ما جرى الله عليه۔ بلاشبہ جب کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ کی تمام مخلوق سے پہلے اولین مخلوق تھے تو آپ تمام عالم کے پیدا ہونے سے پہلے حق تعالیٰ کی واحدانیت کا مشاہدہ فرماتے تھے اور جو ارواح۔ نفوس۔ اجرام۔ ارکان۔ اجسام۔ معادن۔ نباتات۔ حیوانات۔ ملائکہ۔ جن۔ شیطان۔ انسان اور ان کے علاوہ جو کچھ عدم سے وجود میں نکالے گئے یعنی تمام مخلوق جو پیدا کی گئی ان سب کا مشاہدہ فرما رہے تھے تاکہ مخفی نہ رہیں آپ سے رب کے وہ اسرار و عجائب جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہیں آپ نے آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا۔ ان کی تعظیم ہونا۔ اور خطا پر جنت سے ان کا اخراج اور پھر ان کی توبہ قبول ہونا آخر تک ان کے سارے معاملات جو ان پر گزرے۔ سب کو دیکھا اور آپ نے شیطان

کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا وہ سب کچھ دیکھا۔ سلام اس پر کہ جس نے اس کو اس کو سب کو دیکھا ہے سلام اس پر کہ جس نے چشم سر سے رب کو دیکھا ہے تفسیر فتح العزیز میں زیر آیت و يكون الرسول عليكم شهيدا۔ پ ۲ (۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بر رتبه ہر متدین بدین خود کہ در کدام از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بدال از ترقی مانده است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شما را و درجات ایمان شما را و اخلاص شما را و نفاق شما را" اور تمہارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوگا اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مطلع ہیں۔ اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے رتبہ دین پر کہ وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ ترقی سے رہ گیا وہ عجاب کون سا ہے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنچاتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے اور بُرے اعمال کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے اخلاص کو بھی جانتے ہیں اور تمہارے نفاق کو بھی پہنچاتے ہیں لہذا آپ کی گواہی دنیا میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ قرآن مجید میں اور بھی بہت آیات مقدمہ ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی اور حاضر و ناظر ہونے کا

واضح بیان ہے۔ تاہم فقیر بہ نظر اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہے۔
صاحب ایمان کے لئے یہی کافی ہے۔

ہو شرم تو کافی ہے بس اک حرف صداقت بھی
بے شرم کو کافی نہیں دفترِ صحیفہ

قرآنی درس توجید لکھنے والے ابو خالد نجدی دہابی کو لازم ہے کہ وہ یہ بتائے کہ مندرجہ بالا آیات مقدسہ قرآن میں ہیں، یا نہیں؟ تو پھر کیا وجہ ہے وہ اپنے پیشر و شیطان کے ایجنٹ و ہابیہ کی طرح ان آیات مقدسہ سے آنکھ بند کر کے صرف وہی آیات مقدسہ لکھ کر دھوکہ دینے اور مگر ابھی پھیلانے کی ناکام کوشش کرتا ہے جن آیات قرآن مجید میں علم غیب ذاتی کی نفی مقصود ہے۔ علم غیب عطائی کی ہرگز نفی مقصود نہیں ہے؟

آئیے اب اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب، صاحب قرآن جان ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ سے ایمان کو تازہ کریں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
”ان الله قد رفع لي الدنيا فانما انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيمة“
”انما انظر الى كفى هذه“ (طبرانی، مواہب اللدنیہ اور تسیم الریاض مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۸ جلد دوم) امام زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں ای اظهر وكشف لي الدنيا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کی ہر چیز ظاہر فرمادی اور ہر بات کھول دی ہے پس میں دنیا کی تمام چیزوں کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں واقعات

وحالات ہونے والے ہیں سب کو اس طرح واضح طور پر دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنے ہاتھ کی اس، تنقیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

نیز فرمایا۔ انی فرطکم وانا شهید علیکم والی واللہ لانظر الی

حوضی الآن والی قد اعطیت مفاتیح خزان الاسرار۔ الحدیث (بخاری

جلد اول صفحہ ۵۰ اور مسلم جلد دوم صفحہ ۲۵۰) میں (آخرت میں) تمہارے لئے

ساز و سامان اور تمہاری بہتری و آسائش کا انتظام کرنے والا ہوں۔

اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم بے شک میں اب بھی

حوض کوثر کو ملاحظہ فرما رہا ہوں۔ اور بے شک مجھے روئے زمین

کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں، نیز فرمایا۔ انی اری ما لا

تروى واسمع ما لا تسمعون (امام احمد ترمذی۔ اور ابن ماجہ بلاشبہ

میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

نیز فرمایا۔ عرضت علی اعمال امنی حسنھا وسیئھا۔ الحدیث

(صحیح مسلم۔ مشکوٰۃ باب المساجد) مجھ پر میری امت کے اچھے اور بُرے

اعمال پیش کئے گئے۔ یعنی نافیاً امت میرا ہوا متی جو اچھا یا بُرا عمل کرے

گاہ سب مجھے دکھائے گئے۔ نیز فرمایا۔ فعلمت ما فی السموات و

الارض۔ الحدیث (دارمی۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ باب المساجد) تو جو کچھ آسمانوں

اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا۔ محدث علامہ علی

قاری علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ مرقاة (جلد ۲۱۰) میں فرماتے ہیں۔ قال

ابن حجر۔ ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقها کما یستفاد

من قصۃ المعراج والارض ہی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین

السبع بل وما تحتها كما افاده اخباره عليه السلام عن الثور و
 الحوت الذین علیہما الاسفحتون کلہما» ابن جریر علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔
 یہ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعت علم کی کھلی دلیل ہے
 اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں بلکہ ان
 آسمانوں سے اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے
 نیچے کے ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ ٹھیلی اور بیل جن پر سب
 زمیں قائم ہیں ان سب کا علم کلی عطا فرمایا۔ نیز سرکارِ دو عالم صلی
 اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ فتعلیٰ لی کل شیئ وعرفت۔ الحدیث (احمد
 ترمذی مشکوٰۃ) تو میرے لئے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان
 لیا، یعنی عالم علوی، عالم سفلی، عالم غیب اور عالم شہادت کا ہر ذرہ مجھ
 پر فقط منکشف ہی نہ ہوا بلکہ میں نے ہر ایک کو الگ الگ پہچان لیا۔
 علم اور معرفت میں بڑا فرق ہے۔ مجمع پر نظر ڈال کر ایمان لینا کہ یہاں
 دو لاکھ آدمی بیٹھے ہیں یہ علم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے سارے
 حالات سے واقف ہو جانا معرفت ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کا علم پوری کائنات کو محیط ہے۔

حضور نے تاقیامت تمام حالات و واقعات بیان فرما دیے

حضرت عمرو بن الخطیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ایک دن ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی
 اور منبر پر چڑھے اور نماز ظہر تک خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر اترے۔
 نماز ظہر پڑھ کر پھر منبر پر چڑھے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ نماز عصر
 کا وقت آگیا۔ پھر اترے نماز عصر پڑھی پھر منبر پر چڑھے (اور خطبہ
 ارشاد فرمایا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔) یعنی فجر سے مغرب تک
 سارا دن خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے
 کا تھا۔) فاخبرنا بما هو کا ثن الی یوم القیامۃ قال فاعلمنا احفظنا
 رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) تو ہم کو ان تمام چیزوں کی خبر
 دی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ پس ہم میں
 زیادہ علم والا وہ ہے جس نے ان باتوں کو زیادہ یاد رکھا۔

منکرین علم حضور منافقوں کو جواب

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا
 مجھ پر میری تمام امت اپنی صورتوں کے ساتھ پیش کی گئی اور
 مجھے معلوم ہو گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے
 گا، اس پر منافقین نے استہزاء کہا۔ محمد کا یہ زعم ہے کہ جو لوگ
 ابھی تک پیدا نہیں ہوئے وہ ان کے متعلق بھی جانتا ہے کہ
 کون ان میں سے ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا۔ حالانکہ
 ہم (منکرین علم غیب منافق) ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ

ہمیں تو پہچانتا نہیں، ان کی اس بات پر حضور منبر پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا: ما بال اقوام طعنوا فی علی لا تسلطوا علی شیئی فیما بینکم و بین الساعۃ الا نبئتکم بہ۔ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو میرے علم پر طعن کرتے ہیں (اے منکرو) اب سے لے کر قیامت تک جس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرو میں نہیں اس کا جواب دے سکتا ہوں؛ (تفسیر خازن۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر سیفاوی۔ تفسیر قادری۔ تفسیر جامع البیان۔ تفسیر حسینی وغیرہم۔)

میرا باپ کون ہے؟ یا رسول اللہ

عن ابی موسیٰ قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء کثر ہھا فلما اکثر علیہ غضب ثم قال للناس سلونی عما شئتم فقال رجل من ابی۔ قال ابوک حذافۃ فقال اخر فقال من ابی یا رسول اللہ۔ قال ابوک سالم مولیٰ شیبۃ فلما سألہ عن ما فی وجہہ قال یا رسول اللہ انا تنوب الی اللہ عنی وجل۔ (صحیح بخاری صفحہ ۲۰)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سے لوگوں نے کچھ ایسے سوال کئے جن سے حضور نے کراہت فرمائی جب اس قسم کے سوال کثرت سے کئے گئے تو حضور جلال میں آگئے اور فرمایا ”اچھا جو چاہو مجھ سے پوچھ لو“ ایک شخص نے کہا ”میرا باپ کون ہے؟“ حضور نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے؟ پھر دوسرا

شخص اٹھا اور اس نے پوچھا اور میرا باپ کون ہے یا رسول اللہ؟ حضور نے فرمایا: تیرا باپ سالم ہے: شیبہ کا آزاد کردہ غلام، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ پر آثار جلال و غضب دیکھے تو عرض کی یا رسول اللہ ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں؟ اندازہ لگا بیٹے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ عطائے الہی کس قدر علوم غیب حاصل ہیں۔ کوئی شخص فواہ کتنا بڑا عالم محقق کیوں نہ ہو یقین و تحقیق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص فلاں کا واقعی بیٹا ہے اور فلاں شخص فلاں کا واقعی باپ ہے، رحم مادر میں جس کا نطفہ ٹھہرا ہو وہ بچہ اس کا بیٹا ہوتا ہے، کسی شخص کے متعلق صرف اس کی ماں ہی جانتی ہے کہ وہ کس کے نطفہ سے ہے۔ اور وہی بتا سکتی ہے کہ فلاں کا بیٹا ہے۔ مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب دیکھئے کہ جس بات کو صرف ماں ہی جانتی ہے حضور اس بات کو بھی جانتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میں دجال کے مخالف مجاہدین کے باپ داداؤں کے نام جانتا ہوں

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں۔ شامی مسلمانوں اور رومی کفار کی اس چار روزہ جنگ کے حالات بالتفصیل بیان فرمائے جو قریب قیامت ہوگی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں رومی کفار بہت بڑی تعداد میں مار دیئے جائیں گے اور کفار کو شکست ہوگی۔ اور مسلمان مجاہدین بھی بڑی تعداد میں شہید ہو جائیں گے یقیہ غازی اپنے بچے کچھوں کو شمار کریں گے تو حالت یہ ہوگی کہ جس قبیلہ کے سو آدمی جہاد میں آئے تھے ان میں سے ایک بچا ہوگا۔ ننانوے شہید ہو چکے ہوں گے۔ یعنی ایک فی صد بچے گا۔ دریں اثناء ایک چیخنے کی آواز آئے گی کہ دجال ان کے بال بچوں میں پہنچ گیا تو مسلمان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ادھر متوجہ ہو جائیں گے تاکہ اپنے اہل و عیال کو دجال سے بچا لیں اور دس سواروں کو دجال کی شہر کی تحقیقات کے لئے بھیجیں گے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائیں لا عرف اسمائہم واسماء ابائہم وان خیبر لہم ہم خیبر فوارس او من خیبر فوارس علی فہم الاساف بومئذ۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ باب الملاحم) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کے نام اور ان کے

باپ داداؤں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں، وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے؟

تاقیامت فتنہ گر پیشواؤں کے نام مع ولدیت وقبیلہ بتادیئے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ من معہ ثلاث مائۃ فصاعدا الا قد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلۃ۔ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ کتاب الفتن) اللہ کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ختم ہونے تک کے تمام فتنہ گر پیشواؤں کو جو تین سو یا کچھ زیادہ ہیں انہیں چھوڑا مگر ہم کو ان کے نام بتادیئے۔ اس کا نام اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام۔ یعنی فتنہ پیدا کرنے والے بڑے بڑے پیشواؤں کے نام بتادیئے جن میں سے ہر ایک کے ماتحت ہزار ہا فتنہ گر ہوں گے۔ تمام عرب و عجم مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے فتنہ گر سب ہی بتادیئے۔

نبی ہمارا خدا کا پیارا رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے
خدا کے اذن و عطا سے بیشک خیر بھی ہے علیم بھی ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہتیں اور جہتیمیں کا علم ہے

عن عبد اللہ عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج عینا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی یدہ کتابان فقال انا
ما هذان الکتابان فقلنا لا یارسول اللہ الا ان تغیرنا فقال للذی
فی یدہ الیسمی هذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء اهل الجنة
واسماء ابائهم و قبائلهم ثم اجعل علی اخرهم فلا یزاد فیهم ولا
ینقص منهم ابدا ثم قال الذی فی شمالہ هذا کتاب من رب
العالمین فیہ اسماء اهل النار واسماء ابائهم و قبائلهم ثم اجعل علی
اخرهم فلا یزاد فیهم ولا ینقص منهم ابدا۔ (بخاری الحدیث)

(ترمذی جلد دوم صفحہ ۳۲ اور مشکوٰۃ باب القدس) حضرت عبداللہ بن عمرو
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ہمارے پاس تشریف لائے حضور کے ہاتھوں میں دو کتابیں
تھیں، فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں؟ ہم نے عرض کی
یا رسول اللہ، ہم نہیں جانتے بجز اس کے کہ آپ ہمیں خبر دیں، تو
حضور نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے داہنے ہاتھ میں
تھی۔ یہ کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں اہل جنت
کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام

درج ہیں پھر اس کے اخیر میں کل جمع کی میزان لکھی ہوئی ہے اس
میں ہرگز نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ پھر آپ نے اس
کتاب کے متعلق فرمایا جو حضور کے بائیں ہاتھ میں تھی۔ یہ کتاب
ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں جہنمیوں کے نام اور ان کے
باپ دادوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر اخیر
میں کل جمع کی میزان لکھی گئی ہے۔ پس اس میں نہ ہرگز زیادہ کیا
جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ قرآن و حدیث سے روز روشن کی طرح
واضح ہو گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اذن و عطا
الہی ماکان وما یکون کا علم حاصل ہے۔ مگر باطل پرست نجدی و بانی
قرآن و حدیث کی صریح مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محبوب
داناے غیب کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابوہامیہ
اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

”کسی انبیاء و اولیاء یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ
نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ بغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے“ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۱) نیز لکھتا ہے۔
”غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟“ (تقویۃ الایمان
صفحہ ۸۲) اور ”قرآنی درس توجید“ کتابچہ کا مرتب ابو خالد خارجی ہشیانی
توجید کا درس دیتے ہوئے لکھتا ہے ”اللہ وحدہ لا شریک لہ“ اپنی
مخلوق میں سب سے زیادہ نزدیک ہے وہ محض اپنے فضل و کرم
سے بغیر کسی وسیلہ، واسطہ، اور ذریعہ کے سب کی پیکار سنتا ہے سب

کا نگہبان ہے ہر جگہ ہر حال میں حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خواہ وہ دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا آجائے میں آسمانوں میں زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر سمندر کی تہ میں خبر رکھنا اسی کی شان ہے۔ اگر کوئی کسی نبی، ولی، پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے..... اس کو واقف راز حق و حلی جانے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے یہ مشرک فی العلم ہے“ (صفحہ ۱۴، ۱۵) اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفہاء الاحلام و ہابی اللہ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کو ٹھٹھلانے ہیں۔ قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔ یہ بد بخت و ہابی اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدا واد علم غیب کا انکار کر کے خود کو وحشی درندوں اور الجھل لعین سے بھی بدتر ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ

درندہ بھیڑیے کی گواہی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا اور ایک بکری پکڑ کر لے گیا۔ چرواہے نے اسے تلاش کر لیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور دم دبا لیا اور بولا۔ ”اللہ نے مجھے روزی دی میں نے اسے پکڑ لیا اور تو نے مجھ سے چھین لیا“ چرواہا بولا:

”اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا۔ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے (تعب ہے کہ بھیڑیا انسانی زبان میں باتیں کر رہا ہے) فقال الذئب اعجب من هذا رجل في الغلات بين الحرتين يغربو كرمهما مضى وما هو كائن بعد كرمه تو بھیڑیا بولا۔ ”اس سے عجیب تر یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے پنج کجوروں کے جھنڈوں میں سے تم کو ساری گزشتہ اور تمہارے بعد میں ہونے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں۔ (یعنی تمام قبلی خبریں دے رہے ہیں۔ از آدم علیہ السلام تا قیامت پر بات لوگوں کو بتا رہے ہیں) وہ چرواہا یہودی تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ خبر سنائی اور مسلمان ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ قیامت کے آگے کی نشانیاں ہیں (یعنی بھیڑیے کا انسان سے کلام کرنا علامات قیامت سے ہے اور اب قیامت قریب ہے) قریب ہے کہ ایک شخص (گھر سے) نیکھے گا تو نہ بڑے گا حتیٰ کہ اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان باتوں کی خبریں دیں گے جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کہیں۔“ رواہ شریح السنۃ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) یعنی قریب قیامت کوئی شخص اپنا جوتا اپنا کوڑا گھر چھوڑ جائے گا وہ دونوں گھر والوں کی آوازیں ان کے کام کیج کر لیں گے اس شخص کے آنے پر یہ دونوں سب کچھ بتا دیں گے یہ زمانہ اب بہت ہی قریب معلوم ہوتا ہے۔ ٹیپ ریکارڈ وغیرہ ایجاد ہو چکے ہیں۔ اس ارشاد حضور سے بھی معلوم ہوا کہ آپ کو پندرہ سو سال بعد کی سائنسی ایجادات کا بھی علم حاصل ہے۔

اگر تو رسول ہے تو بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسراہ العزیز نے یہ واقعہ شہری معنوی میں بیان فرمایا۔

سنگہا اندر کف بوہل بود گفت اے احمد گویاں پیست زود
گر رسولی پیست دروستم نہاں چوں خبرداری زراز آسمان
ابوہل کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں کہنے لگا اے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم جلدی بتا دے یہ کیا ہے؟

اگر تو رسول ہے تو بتا میرے ہاتھ میں کیا چیز پوشیدہ ہے
جب کہ تو آسمان (تنگ) کے سبب دلوں سے واقف ہے۔

گفت چوں خواہی بگویم کال چہا ست یا گویند آنکہ ما خفیم و راست
حضور نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو میں بتاؤں کہ یہ کیا ہے یا وہ
چیزیں خود بول اٹھیں کہ ہم سچے اور برحق رسول ہیں۔

گفت بوہل آں دوم نادر ترست گفت آری حق ازاں قادر ترست
ابوہل نے کہا وہ دوسری بات عجیب ہے وہ کردہ حضور نے
فرمایا ہاں اللہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے۔

گفت شش پارہ ہجر در دست تست بشنواں ہر یک تو تسبیح درست
فرمایا تیرے ہاتھ میں چھ پتھریاں ہیں اب ہر ایک سے صاف
لفظوں میں تسبیح سن لے۔

از میان مشت او ہر پارہ سنگ در شہادت گفتن آمد بے درنگ
اس (ابوہل) کی مٹھی سے ہر پتھری بلا توقف کلمہ شہادت
پڑھنے لگی۔

لا الہ الا اللہ یگفت گوہر احمد رسول اللہ سفت
اور بولی لا الہ الا اللہ ساتھ ہی محمد رسول اللہ کا
موتی پرو دیا۔

چوں شنید از سنگہا بوہل ایں زور خشم آں سنگہا را بر زمین
جب ابوہل نے پتھریوں سے یہ سنا تو غصے کے ساتھ ان
پتھریوں کو زمین پر دے مارا۔

گفت بود مثل تو ساحر دگر ساحراں را سر توئی و تاج سر
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سے کہا۔ تم سا کوئی جادوگر نہ ہو گا نہ
ہی جادو گروں کے سردار اور افسر ہو۔

چوں دید آں معجزہ بوہل گفت گفت در خشم و بسوئے خاند رفت
جب گرم مزاج ابوہل نے وہ معجزہ دیکھا تو غضبناک ہوا اور
گھر کی راہ لی۔

رہ گرفت و رفت از پیش رسول افتاد اندر چہ آں زشت سفول
اپنی راہ لگا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے
سے چلتا بنا وہ بد خوہریت خیال چاہ گرا ہی میں گر گیا۔

معجزہ را دید و شد بد بخت و رفت سوئے کفر و زندہ شد تیز رفت
خاک بر قفش کہ بد کور و لعین چشم او ابلیس آمد خاک بین

اس کے سر پر خاک پڑے کیونکہ وہ ازل سے اندھا تھا اور ملعون تھا اس کی آنکھ ابلیس کی آنکھ تھی جو آدم علیہ السلام کے مادہ خاکی کو دیکھنے والا اور ان کے فضائل و کمالات سے چشم پوشی کرنے والا ہے۔ ابوہل لعین کا فرہونے کے باوجود یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ کا رسول وہی ہو سکتا ہے جو غیب کی باتیں جانتے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نے اپنی مٹھی میں پوشیدہ کنکریوں کے بتا دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر اشفیاء رازی مسلمان کہلاتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا رسول وہی ہو سکتا ہے جو غیب کی باتیں نہ جانتے، اس لحاظ سے یہ لوگ ابوہل سے بھی بدتر ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

اللہ و رسول کے فضل و کرم سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں نجدی و بابیہ کے اس عقیدہ یا پل کی مدلل طور پر مکمل تردید ہو گئی کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ کے پاس نہ تو اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی غیب جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و انائے غیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں مسلمانوں کو ان شرک فروش، دین و ایمان کے لٹیرے و بابیہ کے مکرو فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اور ہم سب کو اہلسنت و جماعت کے اس مبنی بر حقیقت عقیدہ پر قائم رکھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مانک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

اللہ کی مرضی سب چاہیں، اللہ رضا ان کی چاہے ہے جہنیش لب قانون خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

گذشتہ صفحات میں قرآن مجید کی وہ آیات مقدسہ اور حدیث شریف کی روایات مبارکہ درج کی جا چکی ہیں جن سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ ابتدائے پیدائش دنیا سے لے کر قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد کے احوال و واقعات سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا علم الہی واقف ہیں۔ آپ کو ماکان و مایکون کا علم غیب حاصل ہے ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ابھی ابھی گزری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جنتیوں اور جہنمیوں کو جانتے ہیں۔ ان کے ناموں، ان کے باپ دادوں کے ناموں اور ان کے قبیلوں تک کی خبر آپ کو حاصل ہے۔ مگر شیطانی توحید کے سحاری و ہابیوں کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اتنے سخت اور سیاہ ہو چکے ہیں کہ ان آیات قرآن و روایات حدیث کو قبول نہیں کرتے۔ ان کی مغوس آنکھیں اندھی ہیں کہ ان آیات قرآن و روایات کو نہیں دیکھتیں۔ ان کے دل اور دماغ پر شیطان مسلط ہے وہ ان اشقیاء کو ارشادات خدا و رسول خدا تسلیم کرنے سے مانع ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ اس قدر ڈھیٹ اور بے حیا ہیں کہ خود کو صحیح توحید پرست پچھے مسلمان کہلانے سے نہیں شرماتے۔ پچ ہے اذ لہ تستحی فاصنع ما شئت۔ بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

نجدی و بابی اپنی شیطانی ہٹ پر قائم ہیں اور سرکارِ دو عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننے کو شرک، شرک کی رٹ لگاتے ہیں۔ حسب معمول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلقاً بے علم ٹھہرانے کی خاطر قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ آیت مبارکہ قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکمہ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تمہارے ساتھ بھی کیا ہونے والا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فاران توحید نمبر صفحہ ۹) اور امام ابوہامیہ اسماعیل دہلوی نے اس حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکمہ کا ترجمہ لکھا۔ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں پھر قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہو گا مجھ سے اور کیا تم سے۔ پھر اس کی تشریح یوں کی۔ ”یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، تقویۃ الایمان۔ اور نقال و ہابیہ ابو خالد آیت مبارکہ وما ادری ما یفعل بی ولا بکمہ (پ ۱۷۲) کا ترجمہ لکھتا ہے۔ ”اے نبی آپ لوگوں سے کہہ دیجئے (مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ مجھ کو کیا کیا امور پیش آئے والے ہیں اور تم کو کیا کیا پیش آنے ہیں۔“ (قرآنی درس توحید صفحہ ۲۴)

قرآن و حدیث کی روشنی میں وہابیہ کی ہفتوات کا پوسٹ مارٹم

کر کے دیکھیں کہ آیت مقدمہ اور حدیث مبارکہ کا صحیح معنی اور مطلب کیا ہے اور وہابیہ کیا کہتے ہیں۔ آیت مقدمہ قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکمہ ان اتبع الا ما یوحی الیّ وما انا الا نذیر مبین (پ ۱۷۲) تم فرماؤ میں کوئی نوکھا رسول نہیں (مجھ سے پہلے بھی رسول آچکے ہیں تو تم کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو؟) اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنا نے والا، منکرین نبوت کفار سے کہا گیا کہ میری نبوت کوئی نئی نوکھی بات تو نہیں، مجھ سے پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں تو پھر تمہیں میری نبوت سے انکار کیوں ہے؟ اور ما ادری ما یفعل بی ولا بکمہ کی تفسیر علامہ حق مفیرین نے دو طرح فرمائی ہے۔ ۱۔ اس میں علم کی نفی نہیں۔ درایت کی نفی ہے۔ (والراجع الدسایئہ) بالرفع عطفاً عن الاشیاء ای الراجع من جهة الدسایئہ ادماک العقل بالقیاس علی غیبہ؛ (الرد والمختار جلد اول ص ۹۷) یعنی درایت کا مطلب ہے از روئے عقل، اسکل اور قیاس کے جاننا، پس لا ادری یا ما ادری کے معنی ہوئے ہیں از روئے

قیاس، یا اسکل کے طور سے نہیں جانتا اور مادری ما یفعل بی ولا یکم کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس کو میں اسکل اور قیاس سے نہیں جانتا کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہو سکے بلکہ میں ان امور کو وحی الہی سے جانتا ہوں، یعنی جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا اس کو میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی بنا پر یقینی طور سے جانتا ہوں۔ ان اتبع الا ما یوحی الی میں تو وحی کا اتباع کرتا ہوں۔ وحی الہی کے ذریعہ مجھے اپنے اور دوسروں کے انجام کا علم حاصل ہے جو یقینی حقیقت ہے۔ علامہ نبیسا پوری تفسیر میں فرماتے ہیں: نفی اپنی ذات سے جاننے کی ہے من جہۃ الوحی جاننے کی نفی نہیں، یہی معنی اور یہی مطلب اس حدیث مبارک کے ہیں۔ جس سے وہابیہ، خبیثہ شقاوت ازلی کا اظہار کرتے ہوئے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ "جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ ہی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔"

حدیث میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا یکم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ بد بخت وہابی حقیقت کو چھپانے کی خاطر یہ

نہیں سمجھتے نہ ہی بتاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس موقع پر کس وجہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا اور اس ارشاد کا صحیح مطلب کیا ہے کہ صحیح حقیقت واضح ہو جانے سے نجدیت وہابیت کی یخ کٹی ہوئی ہے بلکہ وہابیت کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جنہوں نے دو ہجرتیں کیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ مدینہ منورہ میں پہلے مہاجر ہیں جن کی وفات ہوئی۔ ہجرت کے ۳ ماہ بعد جب آپ کی وفات ہوئی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی میت کی پیشانی چومی، بعد دفن فرمایا۔ تم ہمارے بہترین پیشرو ہو۔ حضرت ام العلاء صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فرمایا: "میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو" اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا یکم باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور رسول کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یاد دوسروں کا انجام میں بھی اپنی عقل و قیاس سے معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ مجھے یہ علم وحی الہی سے حاصل ہے اور تم محض اپنی عقل و قیاس سے یہ کیوں کہہ رہی ہو؟ جبکہ تم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ نہ تم ہی نہ رسول ہو۔ الحمد للہ کہ حدیث کا صحیح مطلب و مفہوم واضح ہو چکا۔ اب فقیر اقم الحروف ابوالحسن قادری

غفرلہ آیت مقدسہ مذکورہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

مؤخرہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ آیت وما ادری ما یفعل بی ولا یکم ادری لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا یکم اس آیت لیغفر لک اللہ ما تقدروا من ذنبک وما تأخروا سے منسوخ ہیں (تفسیر خزائن العرفان) حضرت العلامة ملا عبدالرحمن دمشقی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ناسخ و منسوخ میں فرماتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ما ادری ما یفعل بی ولا یکم نسخ بقولہ تعالیٰ انا فتحت لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدروا من ذنبک وما تأخروا یعنی آیت ما ادری ما یفعل بی ولا یکم اس آیت انا فتحت لک آلیہ سے منسوخ ہو چکی ہے نیز تفسیر خازن میں ہے۔ لما نزلت هذه الآية فرح المشركون فقالوا واللوات والعترى ما امرنا وامر محمد الا واحدا وما له علينا من منزلة وفضل لولا انه ما ابتدع ما يقول لاخبره الذی یبعثه بما یفعل به فانزل اللہ عت وجل لیغفر لک اللہ ما تقدروا من ذنبک الآية فقالت الصحابة هنيئاً لک یا نبی اللہ قد علمت ما یفعل بک فماذا یفعل بنا فانزل اللہ لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت الآتية وانزل وبشر المؤمنین بان لهم من اللہ فضلاً کبیراً وهذا قول الشیخ قتادة وعكرمة قالوا انها ههنا قبل ان یخبر بغفران ذنبه عامه العديسیة فسخ ذلک۔

جب یہ آیت (ما ادری ما یفعل بی ولا یکم) نازل ہوئی تو نہ تک

خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزری کی قسم ہمارا اور محمد کا تو یکساں حال ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں۔ اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتا ہوتا تو اس کو بھیجئے والا خدا اس کو بتا دیتا کہ اس سے کیا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے لیغفر لک اللہ ما تقدروا من ذنبک وما تأخروا نازل فرمائی۔ پس صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کو مبارک ہو، آپ نے توجان لیا جو آپ کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ (اب ہمیں بھی بشارت دیجئے) ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہو گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت الآتية داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں اور یہ آیت انزلی۔ وبشر المؤمنین بان لهم من اللہ فضلاً کبیراً۔ اے میرے حبیب! مومنوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ یہ حضرت انس اور حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ارشاد ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت (ما ادری ما یفعل بی ولا یکم) اس سے قبل نازل ہوئی تھی جبکہ صلح حدیبیہ کے سال میں اللہ تعالیٰ نے لیغفر لک اللہ ما تقدروا من ذنبک الآية نازل فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (بذر یجرجی) مطلع فرمایا۔ پس یہ آیت ما ادری ما یفعل بی ولا یکم منسوخ ہو گئی۔

تفسیر صاوی جلد ۲ صفحہ ۶۲ میں اسی طرح کے بیان کے بعد فرمایا خدا خرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا حتی اعلمہ اللہ فی القرات ما یحصل له وللمؤمنین والکافرین فی الدنیا والاخرۃ اجمالاً وتفصیلاً

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اجمال اور پوری تفصیل کے ساتھ سب بتا دیا جو کہ آپ سے اور مومنین کے ساتھ اور کافروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ہونے والا ہے ثابت ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعلام الہی نہ صرف اپنے متعلق بلکہ جملہ مومنین اور کفار کے ساتھ دنیا و آخرت میں ہونے والے معاملات سے اجمالاً و تفصیلاً باخبر ہیں مگر فوارج الاصل وہابی آج تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دشمنان خدا اور رسول خدا کفار و مشرکین اور منافقین والے اسی عقیدہ پر قائم ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ اپنی عاقبت کے متعلق کچھ علم ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اس باطل عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کی خاطر اور مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے کے لئے نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس اور ان کے خداداد کمالات میں تنقیص و توہین کی خاطر ان خبیثانہ کی جدوجہد بھی قابل دید ہے کہ اپنے مذموم مقاصد کی خاطر کتنے پاپڑ بیلنے ہیں۔ آیات قرآن و روایات حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ غلط تاویلات تلاش کرتے ہیں۔ معانی بگاڑتے ہیں۔ من گھڑت مفہوم نکالتے ہیں اور منسوخ شدہ آیات و روایات ڈھونڈ کر ان سے استدلال کرتے ہوئے نہیں ٹھہرتے۔ فقیر اتمام حجت کے پیش نظر چند ایسی صحیح احادیث پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہے جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اور تمام لوگوں کے ساتھ ہونے والے سب معاملات کو جانتے ہیں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اناسید ولد آدم یوم القیمۃ واول من یتشقق عنہ القبر واول شافع واول مشفع۔ رواہ مسلم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں پہلا وہ ہوں جس کی قبر کھلے گی اور میں پہلا شفاعت فرمائے والا ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا ہوا، شارح مسلم حضرت امام نزوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ قال النہدی السید هو الذی یفوق قومہ فی الخبیر و قال غیرہ هو الذی یفزع الیہ فی النوائب و الشدائد فیفقروا مرہم و یتحمل عنہم مکارہہم و یدفعہا عنہم (مسلم جلد نمبر ۲ ص ۲۰۰) اور مسلم جلد اول ص ۱۱۱ پر ہے۔ وقال القاضی عیاض قبل السید الذی یفوق قومہ و الذی یفزع الیہ فی الشدائد والنہی صلی اللہ علیہ وسلم سید ہم فی الدنیا والاخرۃ۔ محدث ہروری علیہ الرحمۃ نے فرمایا سید اسے کہتے ہیں جو بھلائی میں ساری قوم سے بلند و بالا ہو اور مشکلات و مصائب میں لوگ فریاد لے کر اس کے پاس جائیں اور وہ ان کی فریاد رسی کرے اور ان کی مشکلات اور تکالیف کو دور کرے اور استاذ الحدیث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے

ہیں۔ سید وہ ہے جو ساری قوم سے بلند و بالا ہو اور سید وہ ہے کہ لوگ سختیوں (مصائب) کے وقت فریاد لے کر اس کے پاس جائیں اور اسی معنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں سب کے سردار ہیں، اس حدیث سے نجدیت و ہابیت کے سارے ہوائی قلعے برباد ہو گئے۔ بلکہ پوری و ہابیت کا بیڑا غرق ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سید ہوں اور سب لوگ میری بارگاہ میں فریادی ہوں گے اپنی مشکلات و مصائب میرے حضور عرض کریں گے اور میں سب کی فریادیں سن کر ان کی مشکلات حل کروں گا اور ان کے مصائب دور کر دوں گا۔ محدثین عظام فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں سب کے سردار ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بھی لوگوں کی مشکلات حل فرماتے ہیں ان کے مصائب دور کرتے ہیں اور قیامت میں بھی فرمائیں گے۔ واللہ اعلم

مذہب و بابیہ کی بنیاد ہی ان باتوں کی تردید و تکذیب پر قائم ہے، یہ لوگ ان باتوں کو شرک ٹھہراتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین عظام کے ارشاد سے یہ باتیں عین ایمان ثابت ہو گئیں۔ تو پھر و ہابیت کے ملعون و مردود ہونے میں کیا شک باقی رہا؟

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني جاب الجنة يوم القيمة فاستفتح فيقول الغارون من انت فاقول محمد فيقول بك امرت ان لا افتح لاحد قبلك - رواه مسلم - حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر میں آؤں گا۔ دروازہ کھولنے کے لئے کہوں گا تو غارن جنت کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد ہوں۔ وہ عرض کرے گا مجھے آپ کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا اول الناس خروجا اذا بعثوا واذا قاضى هم اذا وفدوا وانا خطيبهم اذا انصتوا وانا شفيعهم اذا احبسوا وانا مبشرهم اذا بشوا الكرامة والمفاتيح يومئذ بیدی ولواء الحمد يومئذ بیدی۔ (سنن دارمی۔ ترمذی جلد دوم ص ۲۱۱ اور مشکوٰۃ ص ۵۵) میں سب سے پہلے روضہ اقدس والورسے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں حبیب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے۔ میں ان کا خطیب ہوں حبیب وہ دم بخود ہوں گے۔ اور میں ان کا شفیع ہوں حبیب وہ محبوس ہوں گے۔ اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں حبیب وہ ناامید ہوں گے عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہیں اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہو گا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۲۷۴ میں الکرامة والمفاتيح يومئذ بیدی کے ترجمہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ بزرگی دادن و کلید دینے بہشت والو اب رحمت آل روز بدست من استرہ بزرگی (عزت) دینا اور جنت اور رحمت کے دروازوں کی چابیاں اس (حشر) کے دن میرے ہاتھ (قبضہ) میں ہیں۔ اور حافظ الحدیث ابن حجر مکی محدث

رحمۃ اللہ علیہ نے "الجواہر المنظمہ" ص ۵۲ میں فرمایا۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الذی جعل خلائق کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیبہ وتحت اداۃ یعطی منها من یشاء ویمنع من یشاء ہے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانوں اور اپنی نعمتوں کے خزان آپ کے دست کرم (آپ کے قبضہ و اختیار) میں دے دیئے ہیں اور آپ کے ارادہ کے تحت کر دیئے ہیں آپ (ان خزانوں اور نعمتوں میں سے) جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں محروم رکھیں۔ نیز ترمذی شریف جلد نمبر ۲ ص ۲۰۱ میں ایک روایت کے آخر میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا کان یوما لقیمۃ کنت اماما للیتیمن وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیب فخر اور ترمذی شریف جلد نمبر ۲ ص ۲۰۱ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اول من تنشق عنہ الارض فاکسنی الدلۃ من حبل الجنۃ ثم اقرہ عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقرہ ذلک المقام غیری جب قیامت کا دن ہوگا میں تمام انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا پیشوا ہوں گا اور ان کا خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ بغیر فخر کے۔ یعنی میں یہ باتیں بطور فخر نہیں کہتا بلکہ اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت کے لئے کہہ رہا ہوں اور فرمایا میں وہ پہلا ہوں جس کے لئے زمین شق ہوگی اور مجھے جنتی خلک پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں

گا اور اس مقام پر میرے سوا مخلوقات میں سے کوئی نہ پہنچے گا۔ نیز صحیح بخاری جلد نمبر ۲ ص ۱۱۰۸ اور ترمذی شریف جلد نمبر ۲ ص ۴۳ میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جب لوگ پریشان اور غمگین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت بیان کریں گے اور طالب شفاعت ہوں گے۔ آپ جواب میں فرمائیں گے نست ہنا کما میرا یہ مقام نہیں کہ تمہارے لئے شفاعت کروں۔ اور فرمائیں گے۔ تم سب کے سب نوح علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی جواب دیں گے نست ہنا کما اور فرمائیں گے ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ لوگوں کو یہاں سے بھی یہی جواب ملے گا نست ہنا کما اور انہیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جانے کا ارشاد فرمائیں گے۔ وہاں سے یہی جواب پا کر آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب شفاعت ہوں گے تو وہ بھی یہی فرمائیں گے نست ہنا کما میرا یہ مقام ومنصب نہیں ہے۔ لیکن تم لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر طلب شفاعت کرو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ پھر لوگ میری خدمت میں حاضر ہوں گے تو میں فرماؤں گا انا اھا ہاں میرا منصب ہے میں تمہاری شفاعت کرتا ہوں پھر یہ اذن اللہ بارگاہ الہی میں لوگوں کی شفاعت کروں گا اور لوگوں کو پریشانی اور مصیبت سے نجات دلاؤں

گا اور دوزخیوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ کتب احادیث میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کے اجتماعی لحاظ سے بھی سارے حالات کا علم ہے اور فرودا فرداً ہر ایک کے بارے میں بھی جانتے ہیں کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا۔ بہت سے جنتیوں اور جہنمیوں کے نام لے کر حضور نے ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ترمذی شریف کی حدیث درج کی جا چکی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنتیوں اور جہنمیوں کو جانتے ہیں۔ سب کے ناموں، ان کے بہار و اجلاد کے ناموں اور ان کے قبیلوں کے ناموں سے واقف ہیں مگر استغیارات کی بخدی و بایہوں کو ایسی کوئی حدیث دکھائی نہیں دیتی۔ ان بد بختوں کو ان حدیثوں میں شرک سمجھائی دیتا ہے۔ لہذا یہ شیطانی توحید کے ٹھیکیدار ان حدیثوں کو نہ مانتے ہیں نہ ان پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اسی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ ”جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سواس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا“ یعنی وہی مرغلے کی ایک ہی ٹانگ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نیز مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ کے فضل و کرم سے بہرہ ور ہونے کے مخلوق خدا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم کی محتاج ہے کہ میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہو گا کہ

میری مخلوق سختیوں میں گھری ہوئی ہے۔ سخت پریشان ہے بد حال ہے۔ بڑی مصیبت میں ہے۔ مگر ان کو سختیوں سے نجات نہ دے گا۔ ان کی پریشانیوں کو رفع نہ کرے گا۔ ان کی بد حالی پر رحم اور فضل و کرم نہ فرمائے گا۔ اور ان کو مصیبت سے نہ چھڑائے گا۔ جب تک کہ آدم علیہ السلام سے لے کر تاقیامت پیدا ہونے والے جن میں منکرین و بانی بھی شامل ہوں گے۔ سب لوگ جلیل القدر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور قریباً نہ کر لیں۔ اور ان حضرات سے نست ہنا کہ جواب سن کر سرکارِ دو عالم، خلیفۃ اللہ الاعظم، رحمت مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر ان سے فریاد نہ کر لیں۔ ان کا وسیلہ اختیار نہ کر لیں۔ ان سے استمداد نہ کر لیں پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حالت زار پر رحم فرما کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی شفاعت فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت قبول فرما کر لوگوں کو مصیبت اور پریشانی سے ربائی بخش دے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ یہ فقط اتنا سبب ہے انعقادِ یزمِ محشر کا کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل، استمداد اور استغاثہ کو شرک و کفر قرار دینے والے منکرین ٹھنڈے دل سے سوچیں اور اس امر پر غور کریں کہ اگر یہ امور شرک و کفر ہیں تو محشر کے دن کیونکر جائز ہو سکتے ہیں؟ شرک بہر حال بہر مقام شرک ہی رہتا ہے جس کی معافی ہرگز قطعاً

کسی صورت ممکن نہیں۔ پس منکرین کو یہ مشورہ مان لینا چاہیے۔

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مائیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ثابت ہوا کہ محبوب خدا، احمد محبتی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل و نداء و استغاثہ و استمداد۔ ایسے اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے حصول کا مستحکم، یقینی ذریعہ ہیں۔ شیخ الحقیقین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ بآسراہ العزیز فرماتے ہیں: ”بحقیقت دریاں روز ظاہر گرد دے وے صلی اللہ علیہ وسلم محبوب الہی و سرور کائنات و مظہر فیوض نامتناہی اوست جل و علا و خلیفہ رب العالمین و نائب مالک یوم الدین است و مقامیکہ اورا باشد پیر بیگے را نہ باشد و جاسے کہ اورا است کسے را نبود روز روز اوست و حکم حکم او بحکم رب العالمین“۔ یہ حقیقت اس (قیامت کے) دن ظاہر ہوگا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور کائنات کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے فیوض نامتناہی کے مظہر ہیں اور رب العالمین کے خلیفہ اور نائب مالک یوم الدین آپ ہی ہیں (روز قیامت) جو مقام آپ کا ہوگا اور کسی کو حاصل نہ ہوگا اور جو جاہ و مرتبہ آپ کا ہے اور کسی دوسرے کا نہیں (روز قیامت) آپ ہی کا دن ہے اس دن باذن اللہ تعالیٰ آپ ہی کا حکم چلے گا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلمہم

وہابیہ کا سب سے بڑا گمراہ کن خطرناک حربہ

خارج الاصل وہابیوں کے پاس مسلمانوں کو بہکانے اور گمراہی پھیلانے کے لئے دوسرے مخصوص ہتھکنڈوں کے علاوہ سب سے بڑا گمراہ کن حربہ یہ ہے کہ سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے توسل، استمداد اور استغاثہ کو شرک و کفر ٹھہرانے کے لئے ان آیات قرآن مجید کو پیش کرتے ہیں جن آیات میں ”من دون اللہ“ ٹھہرا کر معبودان باطل بتوں، دیوی دیوتاؤں، جنوں اور بھوتوں میں شمار کرتے ہیں۔ ابو خالد وہابی نے اپنے پیشرو وہابیہ کی طرح اپنے کتا بچہ میں بتوں کی تردید اور بت پرست کفار و مشرکین کی مذمت میں نازل شدہ آیات چن چن کر اور دہرا دہرا کر درج کی ہیں اور شیطانی توجید کے جوش میں بڑھ چڑھ کر بڑھکیں بانگی ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ اس پر جنون سوار ہے۔ جائے سے باہر ہوا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ حق و صداقت سے نفی دامن ہے۔ کوئی ڈھنگ کی بات سمجھنے یا کوئی معقول دلیل پیش کرنے کے بجائے وہی حربہ استعمال کرتا ہے جو وہابیہ کا روایتی ہتھیار ہے وہی فریب کارانہ طرز استدلال جسے بار بار دیکھا جا چکا ہے اور وہی گھسی پٹی باتیں جن کی تردید علماء حق سینکڑوں ہزاروں مرتبہ کر چکے۔ جن آیات قرآن کو منکرین وہابیہ پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے توسل و استمداد اور استغاثہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔ مثلاً و ما لک من

دُونَ اللّٰهِ مِنْ وَلٰىیٍّ وَلَا نَصِیْبٍ۔ وَمَنْ اضْلَمَ مِنْ یَّدْعُوْهُ مِنْ دُوْنِ
 اللّٰهِ مِنْ لَا یَسْتَجِیْبُ لَهُ اِلَّا یَوْمَ الْقِیَمَةِ وَهُمْ عَنْ دَعَاۡتِهِمْ غَافِلُوْنَ۔ اِنَّهُمْ
 اتَّخَذُوْا الشَّیْطٰنِ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَیَحْسِبُوْنَ اِنَّهُمْ مُّقْتَدُوْنَ اَوْرَاقِ
 وَالَّذِیْنَ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَهُمْ یَخْلُقُوْنَ اَصْوَاتٍ غَیْرِ
 اَحْیَاءٍ وَمَا یَسْمَعُوْنَ اِلَّا اَتَانٌ یَّعْتَمُوْنَ۔ وَغَیْرُہٗ۔ اِیْسٰی تمام آیات میں انبیاء و
 اولیاء کی نفی نہیں بلکہ من دون اللہ کی نفی ہے جنہیں کفار نے از خود
 اپنے ناصر و مددگار بنا رکھا ہے۔ جیسے بت شیاطین وغیرہ۔ ولی اللہ وہ
 جسے اللہ تعالیٰ نے ناصر و مددگار بنایا جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور
 اولیاء کرام قدسنا اللہ باسراہم۔ گورنر وہ ہے جسے گورنمنٹ گورنر بنائے
 اگر کوئی شخص کسی کو از خود گورنر مان لے تو وہ مجرم و باغی ہے۔ اللہ
 عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّمَا وَیَسَّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
 یَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ ۝ وَمَنْ یَتَوَلَّ اللّٰہَ وَ
 رَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ (المائدہ ع ۸)
 اے مسلمانو تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ
 ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرتے
 والے ہیں۔ (اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں) اور جو اللہ اور اس
 کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار (دوست) بنائے تو بیشک اللہ
 ہی کا گروہ غالب ہے۔ اس آیت مبارک میں اللہ و رسول اور نیک
 بندوں میں مدد کو منحصر فرما دیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد
 خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں۔ ورنہ عام

مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے کہ فرمایا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
 وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں
 ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ من دون اللہ
 نہیں۔ میرے اولیاء ہیں۔ میں نے ان کو تمہارے لئے وسیلہ، مددگار،
 شفیع مان لیا ہے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے انبیاء
 و اولیاء اللہ کو وسیلہ، مددگار، شفیع بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بت
 من دون اللہ ہیں میں نے ان کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں بنایا۔
 مسلمانوں نے بتوں کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم
 مان لینا ہی حق اور عین ایمان ہے مسلمان وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے
 حکم کے تابع ہو جیسا وہ حکم فرمائے مسلمان سر تسلیم خم کر دے۔ لیکن
 اس کے برعکس خدا نے مشرکین سے فرمایا۔ بتوں کو وسیلہ، مددگار،
 شفیع نہ سمجھو، انہوں نے بتوں کو وسیلہ، مددگار، شفیع سمجھ کر سزائی کی۔
 خدا کے باغی ہو گئے۔ وہاں یہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا انبیاء و
 اولیاء کو من دون اللہ قرار دے کر ان کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہ سمجھا
 خدا کے باغی ہو گئے پس مشرکین کفار اور نجری و باغی انکار بغاوت میں یکساں
 ہیں۔

”من دون اللہ“ کی وضاحت

”من دون اللہ“ کی دو قسمیں ہیں۔ واقعی اور غیر واقعی۔ واقعی وہ ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً منقطع ہے۔ ”معبودان باطل“ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق کے لئے وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں بنایا۔ انہیں کچھ اختیار نہیں۔ ”دون“ کے لغوی معنی ”قصّر“ (مفروضات راغب) یعنی علیحدگی، کٹ جانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وہ قصّرین۔ لہذا من دون اللہ وہ ہے جو اللہ سے کٹا ہوا ہو، متعلق نہ ہو، یہ سب اولیاء اللہ نہیں بلکہ قطعاً اولیاء من دون اللہ ہیں۔ جیسے بت اور خدا کے اوتار۔ رام، پلچھن، کرشن، مہادیو وغیرہم۔ جن کی نزدیک قرآن وحدیث نے فرمائی۔ ”غیر واقعی“ وہ مقبول ہستیاں جنہیں کفار و مشرکین نے منتقل بالذات متصرف وصاحب قدرت مان لیا اور ان کو بھی معبود جان کر ان کی عبادت کرنے لگے۔ یا انہیں خدا کی بیٹیاں اور بیٹے جان کر انہیں خدائی میں شریک ٹھہرا لیا اور ان میں خدائی مان لی۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ نے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو یہود نے خدا یا خدا کا بیٹا مان کر معبود ٹھہرا لیا۔ یا بعض مشرکین نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں بنا دیا۔ پس یہ نفوس قدسیہ از روئے عقیدہ کفار و مشرکین کے ”من دون اللہ“ ہیں۔ مگر حقیقتاً اولیاء اللہ ہیں۔ حقیقتاً من دون اللہ نہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کی نزدیک فرمائی جو حقیقتاً من دون اللہ ہیں۔

وہابی ان کی نزدیک کرتے ہیں جو حقیقتاً من دون اللہ نہیں ہیں۔ اور نام لیتے ہیں قرآن وحدیث کا۔ مشرک ان کو مگر نہیں آتی۔ ومن اضل ممن يدعو من دون الله من لا يستجيب له انى يوم القيمة وهم عن دعائهم غافلون۔ واذا حشر الناس كانوا لهم اعداء و كانوا لعبادتهم كافرين۔ (پ ۲۹ ع ۱) اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا بیسوں کو پوجے (یعنی بتوں کو) جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں (کیونکہ وہ جماد بے جان ہیں) اور جب لوگوں کا حشر ہو گا وہ ان کے دشمن ہوں گے (یعنی بت اپنے پیچاریوں کے) اور ان سے منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے انہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی۔ درحقیقت یہ اپنی خواہشوں کے پرستار تھے۔

نیز کفار کے معبودان باطل، بتوں کی نزدیک میں اللہ عزوجل نے فرمایا والذین يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون ۝ اموات غير احياء وما يشعرون ايان يبعثون (پ ۱۴ ع ۸) اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (یعنی بتوں کو) وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور (بنائیں کیا کہ) وہ خود بنائے ہوئے ہیں (اور اپنے وجود میں بنانے والے کے محتاج ہیں اور وہ) مردے ہیں (بے جان) زندہ نہیں اور انہیں خبر تک نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پیچاری مشرکین کفار کو بڑے ظالم اور گمراہ ٹھہرا کر نزدیک فرمائی اور بتوں کی مذمت میں فرمایا

کہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ مطلقاً بے جان ہیں۔ اپنے بنانے والوں کے محتاج ہیں کہ مشرکین ان کو گھڑ کر تراش کر بناتے ہیں۔ اپنے پجاریوں کی عبادت سے بے خبر ہیں۔ اپنے پجاریوں کی بات سن بھی نہیں سکتے۔ اور انہیں خبر تک نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ اور جب شہر ہوگا اپنے پجاریوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے دشمن ہوں گے۔

تفسیر جلالین میں ہے۔

والذین یدعون۔ بالثناء والبیاء۔ تعبدون۔ من دون اللہ وهو الاصنام۔ لا یخلقون شیئاً وهم یخلقون۔ یعبدون من العبادة وغیرھا۔ اموات۔ لا روح فیہم۔ خمس ثمان۔ غیر احياء۔ تاکید۔ وما یشعرون۔ ای الاصنام۔ ایاں۔ وقت۔ یبعثون۔ ای الخلق۔ تکلیف یبعثون اذ لا یكون الاھل الا العائق الھی العالم بالغیب۔ اور وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے بتوں کی۔ یہ بت کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ یعنی بتوں کو لوگ پتھر وغیرہ سے گھڑ کر بناتے ہیں، اموات ہیں ان میں مطلقاً روح نہیں۔ غیر احياء۔ تاکید کے لئے ہے۔ یہ بت نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے، اور حاشیہ میں ہے۔ ای الخلق۔ فالضمیر فی یشعرون للاصنام و فی یبعثون للخلق وقیل الضمیر ان للاصنام ای لا یعلمون وقت بعثتھم ای اعادتھم فانہم تعادون کما قال اللہ تعالیٰ۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم۔ یعنی یشعرون میں ضمیر

بتوں کے لئے ہے اور یبعثون میں مخلوق کے لئے۔ اور بعض علماء نے فرمایا دونوں ضمیریں بتوں کے لئے ہیں۔ یعنی یہ بت نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ یقیناً بتوں کو بھی حشر میں اٹھایا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم۔ اور جن معبودان باطل کو تم اللہ کے سوائے پوجتے ہو سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے

والذین تدعون من دون اللہ۔ یعنی الاصنام التي تدعونھا الھت من دون اللہ۔ اموات۔ ای جمادات میتة لا حیاء فیھا غیر احياء کغیرھا والمعنی لو کان هذه الاصنام الھت کما نثر عسوں لکانت احياء غیروجائز الی الموت لان الالہ الذی یتحقق ان یعبد هو الھی الذی لا یعوت وهذه اموات غیر احياء فلا یتحقق العبادۃ فمن عبدھا فقد وضع العبادۃ فی غیر موضعھا۔ ما یشعرون۔ یعنی هذه الاصنام۔ ایاں یبعثون۔ یعنی منی یبعثون وفیہ دلیل علی ان الاصنام تجعل فیھا الحیوة وتبعث یوم القیمة حتی تتبدل من عابدیھا۔ اور وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں، سوائے اللہ کے بتوں کی الرقرار دے کر اموات بے جان جمادات ہیں ان میں (مطلقاً) زندگی نہیں ہے۔ غیر احياء۔ اپنے علاوہ دوسروں کی طرح۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ بت الہ (خدا) ہوں جس طرح کہ (بت پرست) گمان کرتے ہیں تو ان (بتوں میں) وہ زندگی ہوتی

جس کے لئے موت جائز نہیں اس لئے کہ قابل پرستش وہ خدا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کو موت نہیں ہے اور یہ (بت) بے جان ہیں ان میں مطلقاً زندگی نہیں ہے۔ پس اس لئے یہ بت عبادت کے مستحق نہیں ہیں۔ پس جس نے ان کی پرستش کی تو اس نے بلاشبہ غیر موضع عبادت میں عبادت کی۔ یہ بت نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا اور اس آیت مبارکہ میں اس امر پر دلیل ہے کہ بلاشبہ قیامت کے دن بتوں کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اپنے بھاریوں سے برأت (بری الذمہ ہوئے) کا اظہار کریں گے۔

تفسیر فتح البیان میں ہے

ان هذه الاصنام اجساد و ميتة الاحياء لها اصلاً فن ادقوله غير احياء لبيان انها الاجساد التي يعينون بعد ثبوت الاحياء بها بل للاحياء لهذه الاصنام اصلاً ان بے جان مورتیوں کے جسم بے جان پتھر کے جسم ہیں انہیں بالکل کوئی زندگی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اموات کے آگے غیر احياء کا جو اضافہ فرمایا وہ اسی حقیقت کو بیان کرنے کے لئے کہ یہ مورتیاں ان بعض اجسام کی طرح نہیں ہیں جو ثبوت حیات کے بعد مردہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ یہ مورتیاں سرے سے کوئی حیات رکھتی ہی نہیں ہیں۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے

اموات غیر احياء وما يشعرون ايات يبعثون۔ فمثلاً هم مثال اصنام التي لا اسروح فيها ولا استعدادا ولها يقول العبادات (فكذلك اهل الجہل به ليس لهم استعدادا لقبول العمیة المعرفة وروح المحیة لذلک أكد فی حق الاصنام بعد قوله اموات بقوله غیر احياء قطع العمیة الاصلیة عنها و قطع عنها ایضاً استعداد قبول العمیة لانها جمادات) (جن کی نسبت یہ حکم وارد ہوا ہے) ان کی مثال بتوں کی مثال ہے کہ ان میں کوئی روح نہیں ہے اور نہ ہی حیات ہونے کی استعداد رکھتے ہیں (ان میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے) پس ایسی ہی مثال اہل جہالت کی ہے کہ ان میں بھی معرفت کی زندگی اور محبت کی روح قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بتوں کے بارے میں اموات فرمانے کے بعد غیر احياء کے ارشاد سے تاکید بتوں کی حالت بیان فرمائی کہ ان بتوں سے حیات اصلہ قطع کر دی گئی ہوتی ہے۔ زندگی قبول کرنے کی استعداد بھی ان میں ودیعت نہیں فرمائی گئی اور یہ اس لئے کہ یہ جمادات ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے

”بتوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی اور یہ کب اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی حشر فرمائے گا جن کے ساتھ شیاطین ہوں گے پس سب کو دوزخ میں ڈال دیئے جائے گا حکم فرمائے گا

تفسیر خزائن العرفان میں ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء اللہ من دون اللہ نہیں ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار سے مناظرہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت فریش کے سردار "حطیم" میں موجود تھے اور کعبہ شریف کے گرد نین سو ساٹھ بیت تھے۔ نضر بن حارث حضور کے سامنے آیا اور آپ سے کلام کرنے لگا، حضور نے اس کو جواب دے کر ساکت کر دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم یہ فرما کر حضور تشریف لے آئے۔ پھر عبداللہ بن ربیعہ بھی آیا اس کو ولید بن میسرہ نے اس گفتگو کی خبر دی، کہنے لگا "خدا کی قسم میں ہوتا تو ان سے مباحثہ کرتا" اس پر لوگوں نے حضور کو بلایا۔ ابن ربیعہ یہ کہنے لگا "آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔"

حضور نے فرمایا "ہاں" کہنے لگا یہود تو عزیر کو پوجتے ہیں۔ اور نصاریٰ حضرت مسیح کو پوجتے ہیں اور بنی ملیح فرشتوں کو پوجتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ اولئک عنہا بعدون (پ ۷، ص ۷) اور بیان فرما دیا کہ حضرت عزیر اور مسیح اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اور حضور نے فرمایا۔ درحقیقت یہود و نصاریٰ وغیرہ شیطان کی پرستش کرتے ہیں، ان جوابات کے بعد اس کو مجال دم زدن نہ رہی اور وہ ساکت رہ گیا۔ اور درحقیقت اس کا اعتراض کمال عناد سے تھا کیونکہ جس آیت پر اس نے اعتراض کیا اس میں ما تعبدون اور ما، زبان عربی میں غیر ذوی العقول کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے اس نے اندھا بن کر اعتراض کیا۔ یہ اعتراض تو اہل زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا۔ مگر مزید بیان کے لئے اس آیت میں توضیح فرمادی گئی۔ مشہور متداول اور بلند پایہ تفاسیر قرآن اور حدیث سے واضح ہوا کہ "من دون اللہ" بت پرست مشرکین و کفار کے معبودانِ باطل بت اور ان کی وہ مزعومہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے وسیلہ و مددگار نہیں بنایا۔ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے منقطع ہے۔ اور جن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا فرشتوں کو کفار نے اپنے زعم فاسد سے از خود معبود بنا لیا ہے وہ بھی حقیقتہً "من دون اللہ" نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مقبولانِ بارگاہ رب العزت ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واضح ہوا کہ انبیاء و فرشتگان کو معبود ٹھہرا لینے والے درحقیقت شیطان کی پرستش کرتے ہیں لیکن نجدی وہابی کس قدر ظالم ہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے منشاء کے خلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، فرشتوں اور اولیاء اللہ کو "من دون اللہ" قرار دیتے ہیں۔ انہیں بتوں کے مقام میں شمار کر کے انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد اور استغاثہ کرنے والے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرکین و کفار کے زمرہ میں شامل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کوئی مسلمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام کو یا شہداء کو معبود نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرتا ہے، مسلمان انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد کرتے ہیں اور محبوبان خدا سے توسل و استمداد قرآن و حدیث سے بالیدہارت ثابت ہے جس پر خود حاجی مشرک و کفر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین سے لے کر آج تک سب عمل پیرا ہیں۔ اگر یقول وہابیہ، توسل و استمداد مشرک ہے اور جس سے توسل کیا جا رہا ہے اس کی عبادت کرنے کے مترادف ہے تو معاذ اللہ، خاک بدہن وہابیہ غیبیہ صاحب قرآن، جان ایمان، معلم توحید و عرفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ٹھہرے اور آسمان ہدایت کے ستارے صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، سارے مفسرین و محدثین اور علماء کرام و صلحاء عظام علیہم الرحمۃ بلکہ پوری امت کے سب مسلمان، مشرک، کافر اور جہنمی ٹھہرتے ہیں۔ جس کے دل میں ذرہ بھرا ایمان

یا کچھ بھی خوف خدا موجود ہو وہ یہ جسارت نہیں کر سکتا کہ وہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر توحید کا علمبردار و محافظ ٹھہرے یا توحید و شرک کی مفتضیات کو ان سے زیادہ سمجھنے والا سمجھے۔ مگر یہ اہل اسلام کے لئے بڑا المیہ ہے کہ خوارج الاصل نجدی وہابی تفریر و تحریر کے ذریعہ خود کو اللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ علیہ النبیۃ و الشار سے بڑھ کر توحید کے محافظ ٹھہراتے ہیں۔ کہ جن امور کو خدا اور رسول نے شرک نہ ٹھہرایا یہ ان امور کو کفر ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اللہ و رسول کے مقام سے اپنا مقام اونچا جانتے ہوئے ان کے احکام میں ترمیم کرتے اور قرآن و حدیث کی اصلاح کر رہے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ یحرفون الکلام عن مواضعہ کے مرتکب ہو کر کفر صریح کا ارتکاب کرتے ہوئے بمصدق ارشاد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یفرضون الفرائض لا تجاوزن قدر قیہم یمسقون من الدین کما یمسق السهم من الرمیۃ اور یفرضون الفرائض لا یجاوزن حنا جس هم یمسقون اهل الاسلام و یدعون اهل الاوثان یمسقون من الاسلام کما یمسق السهم من الرمیۃ۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، نیز فرمایا۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے پار نکل جاتا ہے، دین اسلام

سے خارج ہو چکے ہیں۔

ضالّ و مُضِلّ ابو خالد کا متکبرانہ انداز

کتابچہ ”قرآنی درس توحید“ کا مؤلف ابو خالد وہابی لکھ رہی کچھ رہا ہے جو اس کے پیشرو وہابی لکھتے اور علماء حق سے منہ کی کھاتے آئے ہیں لیکن اس کا انداز نیا اور ان سے زیادہ جارحانہ ہے۔ یہ بزم خودِ خدائی، فوجدارِ متکبرانہ، تحکمانہ لہجہ میں یوں عنوانات جھماتا ہے۔ ”فرمانِ الہی خوب ہوشیار ہو کر سنیئے“ ”کان کھول کر سنیئے“ ”ہوشیار ہو کر غور کیجئے“ ”آسمانی فیصلہ کارخانہِ الہی میں کسی کو کچھ دخل نہیں“ ”غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے“ ”مردوں کو نبی بھی نہیں سنا سکتے“ ”ایک زبردست انکشاف شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں“ ”آدم کا نبی کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت“ ”اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا جائز نہیں“ ”بت پرستی اور قبر پرستی کی ہمرنگی“ وغیرہ۔ اور عنوانات کے تحت دہی ابلیمانہ تلبیسات، تخریفِ قرآن و حدیث، اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکام سے بغاوت، سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی شان میں دریدہ دہنی، تنقیص و توہین اور امتِ مرحومہ کو سو داغِ عظم کو مشرک کا فرشتہ ہرانے کی شیطانی حرکتیں ہیں جو وہابیہ کا مخصوص شعار اور مسلمانوں اور وہابیوں میں امتیازی نشان ہیں۔

چونکہ مذہبِ وہابیہ کا تمام تر زور اس بات پر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو من دون اللہ ٹھہرا کر ان نفوسِ قدسیہ سے توسل و استمداد و استغاثہ کو شرک قرار دیں۔ لہذا فقیر نے اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے بیان کر دینا ضروری سمجھا۔ تاکہ ”من دون اللہ“ کی بخوبی وضاحت ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ قارئین اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔ اب فقیر اس عظیم الشان حدیث کی تحقیق پیش کرتا ہے جس سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ تخلیقِ آدم (علیہ السلام) باعثِ ایجادِ عالم، نورِ خلاقِ عالم رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شان و عظمت ظاہر و ثابت ہوتی ہے۔ مگر اس حدیث مبارکہ سے خبیث ابو خالد نجدی وہابی کو حد سے زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہے، اس کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے نہ صرف اس کے دل و دماغ کو سخت صدمہ لاحق ہے بلکہ اس کی جان و تن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جسے وہ برداشت نہیں کر رہا۔ اس لئے وہ اس حدیث مبارکہ کو غلط اور موضوع قرار دے کر سکون و راحت پانے کے لئے کوشاں ہے۔ چنانچہ اپنے کتابچہ کے ص ۳۲ پر یہ عنوان جھماتا ہے۔

”آدم کا نبی کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت“ اور اس کے تحت لکھتا ہے۔ ”غضب تو یہ ہے کہ ایک ایسی روایت بھی لائی جاتی ہے جس میں آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہو جانے کا قصہ بھی بیان فرمایا گیا ہے اور یہ بھی کہ پھر ان کی توبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

وسیلہ سے دعا کرنے پر قبول ہوئی۔ پھر حدیث اور اس کا ترجمہ لکھنے کے بعد اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ نولاک لما خلقت الافلاک کہ اے نبی اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ اللہ اللہ! یہ اللہ تعالیٰ و رسول پر کس قدر شدید بہتان ہے۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو توبہ کی دعا سکھائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخر کار محمد کا وسیلہ کیسے پکڑا۔ مفسرین کا اس بات اتفاق ہے کہ وہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی اور جس کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی قرآن میں بیان کر دی گئی ہے اور وہ یہ ہے قَالَ رَبِّنا ظَلَمْنَا انْفُسَنا وَاَنْ تَغْفِرَ لَنا وَتَرْحَمَنا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخاسِرِینَ۔

ترجمہ! (آدم و حواء) نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تم ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ قرآن فرماتا ہے۔ وَهَآ خَلَقْتَ الْبَہِیْمِیْنَ وَالْاِنْسَ الْاَلِیَّعِیْدِ وَن۔ ترجمہ: میں نے نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر اپنی بندگی کے لئے۔ ثابت ہوا

کہ تخلیق کائنات کی غایت بندگی الہی ہے نہ کہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خود ذات نبوی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بنایا ہے اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم راوی ہے اور اس پر یہ حکم لگایا گیا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۰۶) انتہی کلامہ

اَوَّلُ الْخَلْقِ، مقصود کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اجماع امت ہے کہ یہ

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا

یہ محفل کن فکان نہ ہوتی اگر وہ شاہ ام نہ ہوتا زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ہر اک سویدائے دل سے پیدا جملک محمد کیے مم کی ہے اگر وہ خلوت سرا نہ ہوتا تو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم یہ وہ عظیم الشان حقیقت ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ بامرارہ العزیز فرماتے ہیں۔ "ہو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بکل شبی علیہ وری

ذات اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے) یہ کلمات اعجاز اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں حمد و ثناء پر بھی مشتمل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کے ذکر و بیان کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت و صفت کو بھی شامل ہیں، کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان اسماء و صفات کے ساتھ آپ کی توصیف فرمائی باوجودیکہ یہ اسماء منجملہ اسماء حسنیٰ بھی ہیں اور روحی متلو (جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ جو کہ بواسطہ جبریل علیہ السلام خدا کا ارشاد ہوتا ہے) اور روحی غیر متلو (جس کی تلاوت نہ کی جائے جو بغیر کسی واسطہ کے انشاء خواب اور براہ راست کلام الہی کا نزول ہو) ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی فرار دے کر آپ کے حلیہ مبارک، حسن و جمال اور کمال و خصال کا آئینہ دار بنایا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات سے متعلق و متصف ہیں۔ اس کے باوجود خصوصیت کے ساتھ ان میں سے کچھ صفات کو نامزد کر کے گنایا۔ مثلاً نور، علیم، حکیم، مومن، مجسم، ولی، بادی، رؤف اور رحیم وغیرہ اور یہ چاروں مذکورہ اسماء و صفات یعنی اول، آخر، ظاہر، باطن بھی انہی قبیل سے ہیں۔

حضور کی شان اولیت

اب رہا یہ امر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم صفت اول

کیسے ہے؟ تو یہ اولیت اسی بنا پر ہے کہ آپ کی تخلیق، موجودات میں سب سے اول ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا نمبر ۲ یہ کہ آپ مرتبہ نبوت میں بھی اول ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ کُنْتُ نَبِيًّا وَ اِنَّ اَدَمَ لَمَلْعَبْدٌ لِّ فِيْ طِيْنَةٍ (میں اس وقت بھی تھا جب کہ آدم اپنے غیروں میں ہی تھے) نمبر ۳ یہ کہ آپ ہی روز میثاق سارے جہان سے پہلے جواب دینے والے تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا الست بن بکم (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) قالوا بلیٰ (سب نے کہا ہاں) نمبر ۴ یہ کہ آپ ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَاَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ بِذٰلِكَ اُهِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اللہ پر جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس کے حکم کی تعمیل کی ان میں سب سے پہلے مومن ہوں) نمبر ۵ یہ کہ جب زمین شق ہوگی اور لوگ اس سے نکلیں گے تو میرے لئے سب سے پہلے زمین شق ہوگی۔ نمبر ۶ یہ کہ (روز قیامت) سب سے پہلے میں ہی سجود کرنے کی اجازت پاؤں گا۔ نمبر ۷ یہ کہ باب شفاعت سب سے پہلے میرے لئے ہی کھلے گا۔ نمبر ۸ یہ کہ سب سے پہلے میں ہی جنت میں داخل ہوں گا۔

حضور کی شان آخر

اس بہتت اولیت کے باوجود بعثت و رسالت میں آپ

آخر ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَٰكِن سَأُولُ اللَّهِ فِخَامُ
النَّبِيِّينَ (لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں) اور نمبر ۲ پر کہ
کتابوں میں آپ کی کتاب قرآن کریم آخری اور دینوں میں آپ کا
دین آخری ہے۔ چنانچہ فرمایا نحن الآخرون السابقون تمام
سبقوتوں کے باوجود بعثت میں ہم آخری ہیں۔ کیونکہ بعثت میں یہ
آخریت وغنائیت اور فضیلت میں اولیت وسابقت کا موجب ہے۔
اس لئے کہ آپ ہی گزشتہ تمام کتابوں اور دینوں کے ماحی اور ناسخ ہیں۔

شان ظاہر و باطن

اب رہا آپ کا ظاہر و باطن ہونا تو آپ ہی کے انوار نے پورے
آفاق کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے کسی کا ظہور آپ
کے ظہور کے مانند اور کسی کا نور آپ کے نور کے ہم پلہ نہیں سادہ باطن
سے مراد آپ کے وہ اسرار ہیں جن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے۔
اور قریب اور بعید کے لوگ آپ کے جمال اور کمال میں کھو کر رہ گئے

ہر شے کے جاننے والے

وہو بکل شئی علیہ (وہی ہر شے کا جاننے والا ہے) کا ارشاد
بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کیونکہ فوق کل ذی
علم علیہ (ہر صاحب علم کے اوپر اور زیادہ جاننے والا ہے) کی
صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔ علیہ من الصلوٰات افضلہا ومن

التحیات اتعہا واکملہا (مقدمہ مدارج النبوة)

لولاک لما خلقت الافلاک

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لغت سرکار دوعالم صلی اللہ
علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں۔

انت الذی لولاک ما خلق امرء

کلاً ولا خلق النور لولاک (تفہیم النعمان)

آپ وہ ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شخص نہ پیدا کیا جاتا

بلکہ آپ نہ ہوتے تو تمام مخلوق پیدا نہ ہوتی۔

اے خاتم پیغمبران اے باعث خلق جہاں

اے سرور والانشاں اے شاہ لولاک لما

باعث نہ ہوتا تو اگر پیدا نہ ہوتا اک بشر

معدوم تھا سب سر بہ سر ہزذات پاک کبریا

محدث حاکم نے صحیح مستدرک میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سے روایت کی ہے جب آدم علیہ السلام نے اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ

وسلم اللہ جل جلالہ کے نام کے ساتھ عرش پر بکھا دیکھا تو عرض کیا الہی

یہ کون ایسا ہے کہ جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر بکھا

رکھا ہے حکم ہوا کہ لولا محمد ما خلقتک وہ میرے نزدیک ایسا عزیز

و مکرم ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

میں نے خلق کو اسلئے پیدا کیا کہ تیری عزت و منزلت انہیں بتلا دوں

صحیح حدیث میں ہے۔ خلقت الخلق لاعرفہم کرامتک و منزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا۔ (ابن عساکر۔ مواہب اللدنیہ) اے میرے حبیب میں نے خلق کو اس لئے پیدا کیا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں انہیں اس کی پہچان کرادوں اور اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔
عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما افتقر آدم والخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد ما غفرت لی۔ فقال اللہ یا آدم وکیف عرفت محمد ولما خلقہ قال یا رب لآنک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من سواک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لعزیز الی اسمک الاحب الخلق الیک فقال اللہ صدقت یا آدم وانه لاحب الخلق الی اذعنی بحدی فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک۔
اخرجه الحاكم فی المستدرک وصححه (جلد ۲ ص ۶۵۱) ورواہ العافظ السیوطی فی الخصائص النبویۃ وصححه، ورواہ البیہقی فی دلائل النبوة وهو لا یروی المومنین کما صرح بذلک فی مقدمۃ کتابہ وصححه ایضاً القسطلانی والنسائی فی المواہب اللدنیۃ جلد ۲ ص ۶۲ والسبکی

فی شفاء السقام قال العافظ واه الطبرانی فی الاوسط وفیہ من لم اعر فہم (مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۵۳) وجاء من طریق اخر عن ابن عباس بلفظ فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار رواہ الحاكم فی المستدرک (جلد ۲ ص ۶۵۱) وقال صحیح الاسناد وصحہ شیخ الاسلام البیہقی فی فتاویہ ورواہ ایضاً الشیخ ابن الجوزی فی الوافی اول کتابہ نقلہ ابن کثیر فی البدایۃ (جلد اول ص ۱۸۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے عرض کی۔ یا رب میں تجھ سے بحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دیجئے۔ اللہ نے فرمایا۔ اے آدم تم نے محمد کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ان کو ابھی (عالم بشریت میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کی اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح مجھ میں بھرنے لگی اور میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملا یا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا واقعی وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے اور جب تو نے اس کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تیری مغفرت کر دی اور اگر محمد نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

اسے حاکم علیہ الرحمۃ نے مستدرک میں روایت کیا اور روایت کو صحیح قرار دیا۔ اور اس روایت کو حافظ الحدیث جلال الدین سیوطی نے "خصائص نبویہ" میں روایت کیا اور اس روایت کو صحیح فرمایا اور اسے بیہقی نے "دلائل النبوة" میں روایت کیا اور امام بیہقی موضوع روایات کو روایت نہیں کرتے جیسے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں تصریح فرمائی ہے۔ اسی طرح امام قسطلانی اور امام زرقانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام سبکی نے شفا السقام میں اس روایت کو صحیح فرمایا ہے۔ حافظ الحدیث نے فرمایا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے "الاوسط" میں صحیح فرمایا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ حدیث دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اس لفظ سے قالوا لا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا الناس۔ سداہ الحاکم فی المستدرک (جلد ۲ ص ۶۵۱) اور فرمایا۔ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ شیخ الاسلام بلیقینی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح فرمائی۔ اور اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن جوزی نے اپنی کتاب "الوفاء" کے شروع میں اور اسے نقل کیا ہے ابن کثیر نے "بدایہ" میں (جلد اول ص ۱۸۰) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ نیز اس حدیث کو مسند ابونعیم اور مسند ابوالشیخ میں روایت کیا گیا ہے۔ امام قاضی عیاض مالکی نے الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ ص ۳۸ پر اور امام عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز ص ۲۳۳ پر اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس حدیث مبارکہ کو مفسرین و محدثین کرام نے بطیب خاطر

قبول کیا۔ انا وصددقنا کہا۔ اپنی کتاب مبارکہ میں درج کر کے مسلمانان امت تک پہنچایا۔ الیٰ حاصل اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ بہت دانشمند علماء نے اور انہی حدیث نے اور ان حفاظ حدیث نے جن کا مقام جاننا پہچانا ہے اور جن کا مقام عزت و مرتبہ عالی ہے۔ اور یہ حضرات سنت نبویہ پر امین ہیں۔ پس ان میں سے حاکم، سیوطی اور سبکی اور بلیقینی ہیں۔ اور اس حدیث کو بیہقی نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا جس نے یہ شرط عائد کر رکھی ہے کہ موضوعات کو اپنی کتاب میں درج نہیں کرے گا۔ (کذا فی شرح الموابہب وغیرہ کتب حدیث) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اکابر محدثین اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں لیکن "قرآنی درس توحید" کا مؤلف بدینت ابو خالد اس حدیث کو موضوع قرار دے کر محدثین مفسرین کو تھماتا ہے۔ حالانکہ اس کی علمی حیثیت "صفر" ہے اور دینی لحاظ سے مطلقاً بے دین ہے۔ اور اس کے باوجود اس قدر خود فریبی میں مبتلا ہے کہ دشمنی رسول میں ڈوب کر حضرت آدم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوچتا ہے، استہزائیہ انداز میں بکھتا ہے۔ اللہ اللہ یہ اللہ تعالیٰ و رسول پر کس قدر شدید بہتان ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو توبہ کی دعا سکھائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخر کار محمد کا وسیلہ کیسے پکڑا؟ دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی

تخلیق کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے۔ مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا ہے۔ اس پر فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ فلعلہ اللہ علی الکاذبین۔ اتمام حجت اور ابو خالد غازی کی ناک خاک میں گر گزرنے کے لئے۔

روایہ کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی گواہی

ملاحظہ ہو۔ ابن تیمیہ نے اس موضوع میں دو حدیثیں روایت کی ہیں اور استشہاد کے لئے صالح اور معتبر قرار دیا ہے اس لئے کہ محدثین کے نزدیک موضوع یا باطل حدیث سے استشہاد نہیں کیا جاتا۔ سر وی ابو الفرج ابن الجوزی کی بسترۃ الی مبسرة قال قلت یارسول اللہ حتی کنت نبیا؟ قال لها خلق اللہ الارض واستوی الی السماء فسواهن سبع سموات وخلق العرش کتب علی ساق العرش محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء وخلق اللہ الجنة التي اسكنها آدم وحواء فکتب اسمی علی الابواب والاوراق والقباب والغيام وادھر بین الروح والجسد، فلما احیاء اللہ تعالیٰ نظر الی العرش فری اسمی فاخبرہ اللہ انه سید ولدک فلما غرهما الشیطان تابا واستشفعا باسمی الیہ۔ سر وی ابو نعیم الحافظی کتاب دلائل النبوة ومن طریق الشیخ ابی الفرج حدثنا سلیمان بن احمد حدثنا احمد بن رشید حدثنا احمد بن سعید القفصی حدثنا عبد اللہ بن اسماعیل المدنی عن عبد الرحمن بن مزید بن اسلم عن عمر بن

الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اصاب آدم الغیبة رقع رقعاً سے فقال یارب بحق محمد الاغفر لی فاوحی الیہ و ما محمد؟ ومن محمد؟ فقال یارب انک لما اتت خلقی ما فعلت لاسی الی عن شک فاذا علیہ مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلت انه اکره خلقک علیک اذ فرت اسمہ مع اسمک فقال نعم، قد غفرت لک و هو آخر الانبیاء من ذریتک۔ ولولا ما خلقک؟ فهذا الحدیث یؤید الذی قبلہ و ہما کالتفسیر للحدیث الصحیحۃ (۱) من الفتاوی جلد ۲ ص ۱۵۰) ابو الفرج ابن جوزی علیہ الرحمۃ حضرت مبسرہ رضی اللہ عنہا تک اپنی سند ملاتے ہوئے روایت فرماتے ہیں کہ مبسرہ فرماتے ہیں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نبی کب بنے تھے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب اللہ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان کی جانب استوی فرمایا پس اس نے سات آسمان استوار فرما دیئے اور عرش کو پیدا کیا اور عرش کے پایہ پر رکھا محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء اور اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا جس میں آدم و حوا کو ٹھہرایا۔ پس جنت کے سب دروازوں اور جنت کے درختوں کے پتوں پر اور قبوں پر پھجیوں پر میرا نام لکھ دیا اور اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو زندگی بخشی آدم نے عرش کی طرف دیکھا تو انہوں نے میرے نام کو دیکھا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ بے شک یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری اولاد کا سردار ہے۔ پس جب شیطان

نے ان دونوں آدم و حوا کو بہکا دیا پھر انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میرا نام لے کر شفیع بنایا۔

۲۔ اور حافظ الحدیث ابو نعیم علیہ الرحمۃ نے کتاب دلائل النبوة میں اور شیخ ابوالفرج کے طریق سے ہم سے حدیث بیان کی۔ سلیمان بن احمد سے انہوں نے احمد بن رشید سے انہوں نے احمد بن سعید الفہری سے انہوں نے عبداللہ بن اسماعیل مدنی سے انہوں نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَمَّا أَصَابَ آدَمُ النُّعْطِيَّةَ دَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ يَا رَبِّهِمُ مُحَمَّدٌ الْأَغْفَرْتُ لِي فَأَوْحَى إِلَيْهِ وَمَا مُحَمَّدٌ؟ وَمَنْ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ يَا رَبِّهِمُ لَمَّا أَتَمَمْتَ خَلْقِي رَفَعْتَ رَأْسِي إِلَى عَرْشِكَ فَإِذَا عَلَيْهِ مَكْتُوبٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ أَكْرَمُ خَلْقِكَ عَلَيْكَ أَذْ قَرَنْتَ اسْمَهُ مَعَ اسْمِكَ فَقَالَ لَعَمْ، قَدْ غَفَرْتَ لَكَ وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ فَهَذَا الْحَدِيثُ يُؤَيِّدُ الَّذِي قَبْلَهُ وَهَذَا كَالْتَقْصِيرِ لِلْحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مِنَ الْفَتَاوَحِيِّ۔ (ابن تیمیہ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم سے لغزش واقع ہو گئی۔ اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا۔ اے میرے رب بحق محمد میری مغفرت فرما دیجئے اللہ نے ان کی طرف وحی فرمائی اور محمد کون ہے؟ اور محمد کیا ہیں؟ عرض کی۔ اے میرے رب جب تو نے میری تخلیق مکمل فرمائی میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب

اٹھایا تو اس پر لکھا پایا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ پس میں نے جان لیا کہ بے شک وہ تیرے نزدیک تیری ساری خلقت سے زیادہ مکرم و معزز ہے اسی لئے تو نے اپنا نام اس کے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے تیری مغفرت فرمادی اور وہ تیری ذریت سے آخر الانبیاء ہے اور اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ ان دونوں حدیثوں کو نقل کر کے ابن تیمیہ لکھتا ہے۔ ”پس یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے، اور یہ دونوں حدیثیں صحیح احادیث کی تفسیر کی طرح ہیں۔ فقیر عرض کرتا ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث ابن تیمیہ کے ہاں۔ صالح الاستشہاد والاعتبار ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے استشہاد کیا اور اس موضوع پر دیگر احادیث کے لئے یہ منزلہ تفسیر قرار دیا ہے۔ اگر یہ حدیث موضوع گھڑی ہوتی یا غیر صحیح ہوتی تو ابن تیمیہ اس کی تصدیق و توثیق ہرگز نہ کرتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابو خالد خارجی کے دماغ میں نجسیت و ہابیت کا کوئی خطرناک کیڑا (وائرس) گھس گیا ہے جب یہ کیڑا اس کے دماغ میں چبک مارتا ہے اس کی ناقابل برداشت اذیت اس کے دل تک پہنچتی ہے تو وہ اپنے پیشرو و بابیہ سے زیادہ بڑھ چڑھ کر کچھل کود کرنے لگتا ہے اور میں نہ مانوں۔ میں نہ مانوں۔ کہتا ہوا قرآن و حدیث کے واضح ارشادات کو رد کر دیتا ہے اور پھر اس پر یہ دعویٰ کہ ہم ہی سیدھی راہ پر ہیں۔ ہمارے علاوہ تمام مسلمان گمراہ ہیں یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ مفسرین مؤرخین

اکم مجتہدین سب مشرک تھے۔ ان کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تھے۔ الغرض اپنے کتابچے میں قرآن و حدیث میں تحریف کرتا ہوا۔ ان تمام عقائد و اعمال کو جن پر اجماع امت ہے شرک و کفر قرار دیتا چلا جاتا ہے اور ذرہ بھر نہیں شرماتا۔

گزشتہ صفحات میں فقیر اس کی متعدد غلط بیانیوں کی مکمل تردید کر چکا ہے۔ اب مزید دیکھئے کہ ابو خالد نجدی و پانی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کی تنقیص و توہین اور ان کے خدا داد فضائل و کمالات سے انکار کے لئے کس بے حیائی کے ساتھ آیات قرآن کے ترجمہ اور مطلب و مفہوم کو بگاڑ کر درپردہ دہشتی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنے کتابچہ ”قرآنی درس توحید“ کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے ”فرمان الہی خوب ہوشیار ہو کر سنیے“

والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وہم یخلقون ○

اموات غیب احیاء و ما یشعرون آیات یبعثون (سورۃ النحل پ ۱۲ آیت ۲۰-۲۱) ترجمہ: اور اللہ کے علاوہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کے لئے) پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں (ان میں جان کی رفق تک نہیں ہے) انہیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے، اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء کا نہ اولیاء کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رفق بھی نہیں رہتی پھر حیات ہما

اور عرض اعمال کا اثبات کیسا۔ کتنے انبیاء ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا گیا ہے۔ اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ فرماتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رفق تک باقی نہیں رہتی۔ اہل حق پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلہ کو یورپی طرح دنیا والوں پر واضح کر دیں تاکہ جو زندہ رہے وہ حقیقت کو جان کر زندہ رہے اور جو مرے وہ انجان بن کر نہ مرے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی وہ کسوٹی ہے جو کھرا اور کھوٹا بھانٹ کر الگ کر سکتی ہے اسی لئے سب سے پہلے قرآن کی باتیں بتائی جا رہی ہیں۔ کان کھول کر سنئے۔ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یرضی اللہ شیئا و سیمضی اللہ الشاکرین (آل عمران آیت ۱۴۴) اس آیت کے بعد لکھتا ہے ”غور فرمائیے کیا قبر والوں کے ساتھ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہم کو اسلام سے الٹے پاؤں کفر و شرک میں نہیں لے آیا۔ الخ۔“

ابو خالد و پانی کے دجل و فریب کا پوسٹ مارٹم

مفسرین عظام اور علمائے کرام بالاتفاق فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ۔ والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وہم یخلقون ○ اموات غیب احیاء و ما یشعرون آیات یبعثون ○ مشرکین کی مذمت اور بتوں کی تردید میں نازل ہوئی ہے فقیر گزشتہ صفحات میں ”من

دون اللہ کی وضاحت ہے۔ میں متعدد تفاسیر کی عبارتیں درج کر چکا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”مشرکین اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (یعنی بتوں کو) وہ کچھ بھی نہیں بناتے (اور بنائیں کیا کہ) وہ خود بنائے ہوئے ہیں (مشرکین نے بتوں کو پتھر یا لکڑی وغیرہ تراش کر بنایا ہے) اور وہ مردے ہیں (بے جان جماد ہیں) زندہ نہیں اور انہیں خیر تک نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے، لیکن ابو خالد نجدی وہابی حسب دستور وہابیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو رد کرتے ہوئے مشرکین کفار کی جگہ مسلمانوں کو شمار کرتا ہے، بتوں کی جگہ ”دوسری ہستیاں لکھ کر انبیاء و اولیاء مراد لیتا ہے جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں حالانکہ یہ دونوں بعدِ موت کے معنی میں ہے۔ عبادت کرتے ہیں جب کوئی مسلمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی عبادت نہیں کرتا ذرا غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بت کچھ بھی نہیں بناتے وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ ابو خالد کہتا ہے۔ انبیاء و اولیاء کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بت مردے ہیں، بے جان ہیں جماد ہیں۔ ابو خالد لکھتا ہے۔ انبیاء و اولیاء موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رُمق تک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بتوں کو خیر تک نہیں ”لوگ، کب اٹھائے جائیں گے۔ ابو خالد نجدی کہتا ہے۔ انبیاء و اولیاء کو اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ دوبارہ کب زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ لاحول ولاقوة الا باللہ دیکھ لیجئے کہ ابو خالد وہابی کس طرح اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں ڈٹا ہوا ہے۔ صریحاً

قرآن مجید میں تخریف بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی کمال ڈھٹائی سے یہ بھی لکھتا ہے کہ ”اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت، یہی وہ کسوٹی ہے جو کھرا اور کھوٹا چھانٹ کر الگ کر سکتی ہے اسی لئے سب سے پہلے قرآن کی باتیں بتائی جا رہی ہیں۔ سہ

چہ دلا اور ست دزدے کہ بکھ چراغ دارد

حبیب ابو خالد وہابی قرآن کی باتیں بتا رہا ہے۔ یہ قرآن کی باتیں رد کر رہا ہے؟ قارئین خود ہی فیصلہ کریں۔

ابو خالد نجدی وہابی میں اگر کچھ بھی صداقت اور حیا و شرم کی ایک رُمق تک بھی باقی ہے تو وہ بتائے اور ثابت کرے کہ ”دوسری ہستیاں جنکو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں“ اور ”موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رُمق تک باقی نہیں ہے“ آیت مبارکہ کے کن الفاظ کا ترجمہ ہے جو اس نے لکھا ہے؟ جب کہ آیت مبارکہ میں ”دوسری ہستیاں جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں“ کا کوئی اشارہ تک نہیں ہے نیز آیت مبارکہ میں۔ نہ موت کا ذکر ہے اور نہ ہی موت کے بعد بالکل مردہ ہونے اور ان میں جان کی رُمق تک باقی نہ رہنے کا بیان ہے۔ قرآن کے منشاء کے خلاف جو باتیں ابو خالد وہابی نے لکھی ہیں وہ بتائے کہ یہ باتیں اس نے کہاں سے اخذ کی ہیں؟ اپنے خبیث باطن سے نکالی ہیں یا الہام شیطانی سے ہیں؟ ابو خالد وہابی مزید لکھتا ہے۔ ”اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ

انبیاء کا اور نہ اولیاء کا۔ اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رُمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیاتِ سماع اور عرضِ اعمال کا اثبات کیسا؟
 ابو خالد کی یہ عبارت بنا بر فاسد علی الفاسد کی بدترین مثال ہے کہ اول تو اس نے مشرکین اور بتوں کی مذمت اور تردید میں وارد آیت مبارکہ کو مسلمانوں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام پر چسپاں کیا اور دوم کمال بے حیائی سے ترجمہ و مفہوم بگاڑ کر من گھڑت، بے بنیاد غلط مطلب نکالا کہ موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رُمق تک نہیں ہے۔
 اور پھر اس من گھڑت، بے بنیاد غلط مطلب کی بنا پر انبیاء و اولیاء کو بعد وفات مطلقاً بے جان مردہ قرار دے کر ان کی حیات، ان کے سماع اور ان کے حضور عرضِ اعمال کا انکار کر رہا ہے۔ یہ ضال و مضل شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں اس قدر جری اور بے باک ہے کہ اپنے کتنا بچہ پس اندھا دھند تحریف قرآن کرنا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ انبیاء و اولیاء کو بعد وفات مطلقاً مردہ و بے جان ثابت کرنے کی دھن میں صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے۔ "کان کھول کر سینے۔ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاتن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن ینظر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین۔ (زل عمران آیت ۴۴ پ ۴) یعنی محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں پس

کیا اگر یہ مرجائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو ختم اُلٹے پیروں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کر رہے گا۔
 ابو خالد وہابی کا ترجمہ لکھتے کا گستاخانہ انداز دیکھئے کہ کس قدر خبیث باطن کا آئینہ دار ہے "محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں" لکھ کر اس نے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے علاوہ دیگر تمام فضائل کے انکار کا پہلو نکالا ہے۔ جبکہ آیت مبارکہ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے۔ نیز اس نے آیت مبارکہ کا جو مطلب تخریب کیا ہے وہ بھی قطعاً غلط اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے کہ لکھتا ہے۔ "غور فرمائیے کیا قبر والوں کے ساتھ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہم کو اسلام سے اُلٹے پاؤں کفر و شرک میں نہیں لے آیا؟"
 ابو خالد نجدی وہابی بتائے کہ اس نے یہ مطلب کہاں سے اخذ کیا؟ جبکہ اس آئینہ کریمہ میں زیارتِ قبور کا ذکر تک نہیں ہے۔ اس آئینہ کریمہ میں نہ تو زیارتِ قبور سے منع فرمایا گیا ہے نہ ہی اہل قبور کو سلام کہنے اور فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ اور نہ ہی مزاراتِ انبیاء و اولیاء پر حاضر ہو کر ان نفوسِ قدسیہ، محبوبانِ خدا سے فیوض و برکات کے حصول اور توسل و استمداد کو کفر و شرک ٹھہرایا گیا ہے تو پھر ناقوس و ہابیت ابو خالد نجدی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آیاتِ قرآن میں تحریف کر کے مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرائے؟ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا دین ہی دین اسلام سے جدا گانہ

ہے۔ اس آیت مبارکہ کا صحیح ترجمہ اور مطلب یہ ہے "اور محمد تو ایک رسول ہیں (اور رسولوں کی بعثت کا مقصود رسالت کی تبلیغ اور جنت کا لازم کردینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا) ان سے پہلے اور رسول ہو چکے (اور ان کے متبعین ان کے بعد ان کے دین پر باقی رہے) شان نزول۔ جنگ احد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمد مصطفیٰ شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے۔ جب تدارک کی گئی کہ رسول کریم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی۔ حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی انہوں نے عرض کیا "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرانہ گیا" اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کا اتباع لازم ہوتا ہے۔ تو اگر ایسا ہوتا بھی حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی) تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو غم اٹھے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو اٹھے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ (تفسیر خزائن العرفان) صاف ظاہر ہے کہ ابو خالد نجدی وہابی۔ آیت کریمہ کے شان نزول اور صحیح مطلب کے برخلاف۔ غلط ترجمہ اور غلط مطلب بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نجدی وہابیوں

کے مکرو فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ بحر منہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

مسئلہ حیات و علم و بصیر موتی کی تحقیق

علم و سمع و بصیر موتی پر اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے اہل قبور۔ زیارت کے لئے آنے والوں کو دیکھتے پہچانتے ان کا کلام سنتے سلام لیتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں جائیں میر کریم جولان فرمائیں یہاں تک کہ سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا حال بدن کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے۔ ارواح طیبہ کے لئے دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اتقوا فراسة المؤمن فانہ یتطرق بنور اللہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے نور کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں بن سکتی۔ جب اولیاء ارحیاء کے دیکھنے کا یہ حال ہے تو وفات کے بعد تو جسم کی قید سے آزاد ہو کر روح کے ادراکات میں ترقی ہوتی ہے، موت کے بعد کیوں نہ دیکھتی ہوگی؟ ارواح قدریہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انہیں سارا جہاں یکساں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں

مشکل ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ خاصہ ملزومہ اولویت نہیں بلکہ بندوں کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الہی داخل ہے۔ پھر کسی کے لئے اس کا اثبات شرک ہونا عجیب نہ تھا ہے۔ وہابیہ جو حیات و سماع و بصیرت کے منکر ہیں ان کے مذہب نامہذب کی رو سے تو صحابہ کرام و تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء کاملین، علمائے دین قرون ثلاثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ وہابیہ منکرین خود ہی اجماع امت کا انکار کر کے سبیل المؤمنین سے ہٹ کر سواد اعظم سے کٹ کر یہ صدق آیت کریمہ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدٰی ویبتغ غیب سبیل المومنین تولہ ما تولٰی وتصلہ جہنم وساءت مصیلا (پ ۵۷ ع ۱۴) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ چلنے کی؟ دین حق سے خارج ہو کر جہنم کا بندھن بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔ انا خلقنا الانسان من قطعة امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعاً بصیراً۔ اور یہ امر بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سمیع و بصیر فرمایا۔ آنکھ، کان کو نہیں اور باقی اعضاء جسم کا تو سمیع و بصیر سے کچھ تعلق نہیں تو صاف واضح ہے کہ سمیع و بصیر روح ہی کو فرمایا گیا ہے قرآن کا ارشاد ہے۔ املہم ارجل یمشون بها املہم اید

یبطشون بها املہم اعین یمسرون بها املہم اذان یسمعون بها اللہ عزوجل نے افعال و سمیع و بصیر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی ہے اور جوارح (اعضاء بدن) پر باری استعانت آئی تو ثابت ہوا کہ فاعل و سماع و بصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ ہے۔ اسی طرح احوال و مزاج کے متعلق قرآن و حدیث کی تمام نصوص آیات و روایات گواہ ہیں کہ بدن کے فنا ہو جانے کے بعد بھی روح کے تمام ادراکات باقی رہتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے۔ ان الحقیق۔ ان الانسان جوہر وهو الفعّال وهو الدّٰرک وهو المؤمن وهو المّٰطیع وهو العاصی وهذا الاعضاء آلات و ادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل الی الآلات فی الظاہر و فی الحقیقۃ یضاف الی ذالک الجوہر۔ تحقیق یہ ہے کہ بلاشبہ انسان جوہر (روح) ہے۔ اور وہی فعال ہے اور وہی دراک (ادراک کرنے والی) ہے اور وہی مومن ہے اور وہی مطیع ہے اور وہی عاصی ہے اور یہ اعضاء فعل میں روح کے لئے آلات و ذرائع ہیں تو ظاہر میں فعل کی اضافت آلہ کی طرف کی جاتی ہے اور حقیقت میں فعل کی اضافت اسی جوہر (روح) کی طرف ہوتی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ موت سے روح متغیر نہیں ہوتی اس کے علوم و ادراکات بدستور رہتے ہیں۔ روح کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے۔ موت کے بعد بدن گل سڑ کر خاک ہو جائے یا بدن بعد موت سلامت رہے۔ سستی۔ دیکھتی۔ جواب سلام دیتی روح ہی ہے نہ کہ بدن۔ مردہ بدن ہے۔ روح مردہ نہیں۔

موت سے روح میں اصلاً کوئی فرق نہیں آتا عقل و علم اور افعال قائم رہتے ہیں

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اے عمر! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم مرجاؤ گے اور لوگ تمہارے لئے ساڑھے تین ہاتھ لمبی اور ڈیرھ ہاتھ چوڑی قبر کی پیمائش کریں گے۔ پھر تمہارے پاس آکر تم کو غسل اور کفن دیں گے اور خوشبو ملیں گے پھر تم کو اٹھا کر لے جائیں گے یہاں تک کہ اس قبر میں رکھ دیں گے پھر تم پر مٹی ڈال دیں گے پھر جب لوگ چلے جائیں گے تو تمہارے پاس دو ممتحن (امتحان لینے والے) قبر کے یعنی منکر و نکیر آئیں گے جن کی آواز مثل گرج کے ہوگی اور آنکھیں مثل برق درخشاں کے ہونگی سو تم کو ہلا ڈالیں گے اور حکمانہ گفتگو کریں گے اور رسول بٹھا دیں گے سو اس وقت اے عمر تمہاری کیا کیفیت ہوگی؟ (یعنی دین و ایمان کی مضبوطی اور عقل و سمجھ باقی رہے گی؟) فرمایا: ہاں۔ عرض کی کہ پس کام چلا لوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے: کیا ہماری عقلیں ہماری طرف عود کر آئیں گی؟ فرمایا: نعم کہ جب تک انبیاء ہوں ہاں۔ تمہاری عقل کی جو آج حالت ہے اس وقت بھی وہی ہوگی۔ (ابو نعیم۔ ابن ابی الدنیا۔

بیہقی۔ احمد۔ طبرانی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مردہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور جانتا پہچانتا ہے

عن عائشة قالت کنت ادخل بنی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عس معهم فواللہ ما دخلتہ الا وانا عتشد وودۃ علی ثیابی حیاء من عمر۔ رواہ احمد مشکوٰۃ صحیح مستدرک حاکم علیہم الرحمة حضرت ام المؤمنین عائشہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے۔ میں اپنے اس گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر و حجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی، وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ اور جہانم ایہا نعم علیہا وبارک وسلم۔ پھر جب سے مرد دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ثابت ہوا کہ مردہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور جانتا پہچانتا ہے۔ اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنی تھے۔ اور دفن عمر فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں۔ غیر کون ہے؟

نیز واضح ہوا کہ قبر کی مٹی، تختے وغیرہ تو میت کی آنکھوں کے لئے حجاب نہیں بن سکتے مگر زائر کے جسم کا لباس ان کے لئے آڑ ہے لہذا میت کو زائر نہ گاد کھائی نہیں دیتا ورنہ حضرت عائشہ کا چادر اوڑھ کر وہاں جانے کے کیا معنی تھے؟ یہ قانون قدرت ہے۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ بآسراہ العزیز اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔
 ”دریں حدیث دیکھو واضح است بر حیات میت و علم وے و آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحان و مرعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانچہ در حالت حیات ایشان بود زیرا کہ صالحان را مدیون است مرز زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشان۔ کذا فی شرح الشیخ۔
 (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب زیارت القبور فصل سوم)
 اس حدیث میں واضح دلیل ہے میت کے حیات ہونے اور علم رکھنے پر اور یہ کہ قبر کی زیارت کے وقت اصحاب قبور کے مراتب کے لحاظ سے ادب ملحوظ رکھنا واجب ہے جس طرح کہ ان کی دنیوی زندگی میں احترام کیا جاتا تھا اس لئے کہ مزارات اولیاء کی زیارت کرنے والا جس قدر ادب و احترام کرنے والا ہوتا ہے اسی قدر اصحاب قبور اولیاء اللہ کی مدد اس زیارت کرنے والے کو پہنچتی ہے۔“

قبر میں میت نے سورۃ الملک پڑھی صحابہ نے سنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بعض اصحاب

نے اپنا خیمہ اس جگہ نصب کیا جہاں ایک قبر تھی جو انہیں معلوم نہ تھی اور اس قبر کے مردے نے سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ کر پوری کی۔ ان اصحاب نے رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا تو نبی کریم علیہ التھیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ”یہ سورہ انسان کو برائیوں سے روکنے والی اور عذاب سے بچانے والی ہے۔ اس سورہ نے اس قبر والے کو اللہ کے عذاب سے نجات دلائی ہے۔“ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۸۷-۸۸ جلد اول) معلوم ہوا کہ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جینے جاگتے اس قبر سے مردہ کی آواز سنی اور اس کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔ لیکن شیطانی توحید کے پیجاری نجدی و بابی نہ صحابہ کرام کی بات مانتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کو تسلیم کرتے ہیں۔

اصحاب قبور زائرین کو دیکھتے، سنتے، سمجھتے، جواب دیتے ہیں

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق علیہا الرحمۃ کتاب العاقبۃ میں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں۔ حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما من رجل من ور قبر اخیه ویجلس علیہ الا

استانسی و سر علیہ حتی یقوم۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کامل اس سے پہلتا ہے۔ اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔ احیاء کے آنے پر پاس بیٹھنے بات کرنے سے مردوں کا جی پہلنے میں ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے سنتے سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی پہلنا کیسا؟ ابو خالد نجدی وہابی۔ جواب دے۔

زیارت کے لئے آنے والے پیاروں سے قبر میں میت کا جی پہلتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انس خلیفہ المیت فی قبرہ اذا نزل من کانت بحبہ فی دار الدنیا (شفاء السقام امام سبکی۔ اربعین طائیفہ۔ شرح الصدور امام جلال الدین سیوطی علیہم الرحمۃ) قبر میں مردے کا جی پہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

اعزہ و احباب سے قبر میں مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا۔ "اذا دفنتم فی فتوحات القبر شئاً ثم اقیعوا حول قبری قد مر ما یبصر جن و سر ویقسم لکم ما حتی استانس بکم و اعلم ما ذا اربع بہ رسول ربی" جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر ختم ختم کراہتے آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں (منکر و نکیر فرشتوں) کو کیا جواب دیتا ہوں؟ (صحیح مسلم)

لیکن ابو خالد خازمی کہتا ہے کہ موت کے بعد میت میں جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی تو پھر یہ انس حاصل کرنا کیسا؟

مردہ دیکھتا جانتا پہچانتا۔ سلام کا جواب دیتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام و عرفہ و اذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام (ابن ابی الدنیا بیہقی۔ صابونی۔ ابن عساکر و خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے۔ میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے۔ اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے

جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا ہے۔

صاحب قبر نے سوال کا جواب دیا

حضرت یحییٰ بن ابویوسف فزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نوجوان کی قبر پر جا کر اسے پکار کر فرمایا: "یا فلان ولما خلف مقام ربہ جنتان" اے فلان جو شخص اپنی زندگی میں اپنے رب سے ڈرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دو باغ دے گا اس نوجوان نے اپنی قبر سے جواب دیا یا عمر! قد اعطانیہا دینی فی الجنة مرتین اے عمر مجھے تو پروردگار نے جنت میں ایسے باغ دو مرتبہ عنایت فرمائے ہیں (ابن عساکر قرۃ العین)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدفون صحابیہ سے پہلا ہوئے

حضرت ابوالشیخ علیہ الرحمۃ حضرت عبید بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک خاتون مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی قبر کی طرف سے گزرے۔ پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ نے عرض کی۔ "امّ معین کی"

فرمایا "وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟" صحابہ نے عرض کی "ہاں" حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی پھر اس خاتون سے مخاطب ہو کر فرمایا "تو نے کونسا عمل افضل پایا؟" صحابہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! وہ سنتی ہے" فرمایا "تم کچھ اس سے زیادہ نہیں سنتے؟" پھر فرمایا "اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی" (شرح الصدور حیات الموات)

مرنے والا دیکھتا، سنتا، جانتا پہچانتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان المیت یعرف من یغسلہ ویجملہ ومن یکفنه ومن یدلیہ فی حفرتہ۔ (سواہ احمد، طبرانی، ابن ابی الدنیا۔ علیہم الرحمۃ) بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو غسل دے۔ اور جو اسے اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو اس کو قبر میں آٹا رہے۔ اور حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مرنے والے کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے اپنے جسم کو دیکھتی ہے کہ کیوں کر اس کو غسل دیا جاتا ہے کیوں کر کفن دیتے ہیں کیوں کر لے کر چلتے ہیں اور لاش ابھی تختہ ہی پر ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ جو نبی تعریف کر رہے ہیں سن لے، کہ بشارت عاجلہ مقدمہ ہے خیر آئندہ کا۔ (اختصار)

قرآن وحدیث میں تحریف کرنے والا منکر قرآن وحدیث
ابو خالد نجدی وبابی شیطانی بھڑک مارتے ہوئے ص ۳۱ پر
بڑے زور سے عنوان جھاتا ہے۔ ایک زبردست انکشاف۔
اس کے تحت دعویٰ کرتا ہے۔ شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں
زندہ ہیں قبروں میں نہیں۔ اور اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں قرآن
مجید کی یہ آیت کریمہ نقل کرتا ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْواتٌ بل احياء ولكن لا تشعرون۔ (بقرہ ع ۱۹۔ آیت ۵۴ پ ۲) پھر
لکھتا ہے۔ اوپر کی آیت سورۃ البقرہ کی ہے۔ اس کے بعد کی آیتیں
جو جنگ احد کے بعد سورہ آل عمران میں نازل ہوئی ہیں صاف بتاتی
ہیں کہ یہ زندگی دنیا میں قبروں کے اندر زندہ درگور قسم کی نہیں۔ بلکہ
جنت میں عیش وعشرت کی زندگی ہے۔ الخ۔ دراصل سفہام الاحلام
وبابی قرآن وحدیث کی تعلیم سے نابلا اور جاہل ہیں۔ فقہ طوائف سے
بچنے کی خاطر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان
کے ارشادات اور واقعات جو کچھ کر نقل کر چکا ہے اس پر انکشاف کرتے
ہوئے ذیل میں صرف ایک روایت حدیث مبارکہ نقل کر دیتا ہے جس
سے ابو خالد نجدی وبابی کی بجواس کی صاف تردید ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرام نے شہید کو قبر میں قرآن پڑھتے دیکھا

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (کسی میت کے لئے) قبر
کھودی (اور اتفاقاً اس کے پاس پہلے سے ایک قبر تھی قبر کھودنے
ہوئے اس پاس والی قبر میں اتفاقاً ایک چوڑا شکاف پڑ گیا ایک
طاق سا کھل گیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اس
کے سامنے ایک قرآن رکھا ہے جسے وہ پڑھ رہا ہے اور اس
کے پاس ایک سرسبز باغ ہے۔ یہ واقعہ احد کے مقام پر ظہور پذیر
ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ شہداء میں سے ہے کیوں کہ ان صحابہ نے
اس کے پیچھے پر زخم بھی دیکھا۔ اس روایت کو سہیل علیہ الرحمۃ
نے ”دلائل النبوة“ میں نقل کیا اور محدث ابن حبان علیہ الرحمۃ نے
اپنی تفسیر میں درج کیا۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ

اولیاء قبروں میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یومنون (ولی
اللہ) کو قبر میں مصحف (قرآن) دیا جاتا ہے اور وہ قبر میں تلاوت
قرآن کرتا ہے۔ (ابن منذر) مقام غور ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست فیض وتعلیم حاصل کرنے والے

صحابہ کرام سچے ہیں یا یہ ابو خالد نجدی وہابی سچا ہے؟ کیا ضال و مضل وہابی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ توحید و شرک کے مقتضیات کو سمجھتے ہیں؟ حاشا وکلا۔ صحابہ علیہم الرضوان قرآن و حدیث کو صحیح معنوں میں سمجھنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اصحابی کالنجوہ فباہم اقتدیتہ اھتدیتہ۔ رواہ رزین (مشکوٰۃ) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ لیکن خوارج وہابیہ کے بارے میں فرمایا۔ یقتدون القرآن لا یجاءون حناجہم ھم یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان یقتلون من الاسلام کما یمرق السم من الرمیۃ۔ الحدیث (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۲۰) وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے۔ یعنی یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ قرآن کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے غلط مطلب نکالیں گے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ دعاۃ علی ابواب جہنم من اجابہم الیہا فذوقہ فیہا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) دوزخ کے دروازوں پر بلانے والے جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ان کی باتیں مانے گا اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ یعنی ایسے پیشوا جو لوگوں کو

ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے۔ خیر دکھا کر شر دکھائیں گے توحید کی آڑ میں گستاخی رسول کی تعلیم دیں گے۔ شریعت ظاہر کر کے زہر پلائیں گے یہ لوگ دوزخ میں بھیجنے کا سبب ہوں گے ابو خالد وہابی ان ہی میں سے ہے جو آیات قرآن مجید میں تحریف کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اعاذنا اللہ من تلبیسات الوھابیہ۔

یہ مخالفین حق و صداقت، مفسدین قرآن و سنت، سفہاء الاحلام وہابی زندگی اور موت کی حقیقت سے بھی بے خبر ہیں اور مقتضای توحید و شرک سے بھی نا آشنا ہیں۔ ان کی دانست "موت" عدم محض کا نام ہے کہ مرنے والا جمادات کی مثل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ

موت عدم محض کا نام نہیں

حضرت امام قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "موت عدم محض کا نام نہیں۔ موت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ہے اور دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل ہو جانے اور موت واقع ہو جانے کے بعد بے شک و شبہ حیات ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں اور یہی صفت دنیاوی زندگی کی ہے۔ پس جب شہداء کا زندہ ہونا ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کہ شہداء سے افضل ہیں شہداء کی زندگی سے

زیادہ مکمل زندگی کے مستحق ہیں اور انبیاء کرام کے حیات ہونے کے بارے میں نفوس علماء بکثرت ہیں۔ (قرطبی)

موت نیست و نابود ہو جانے کا نام نہیں

حجة الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا تظن ان العلم یفارقک بالموت فالموت لا یبطل العلم اصلاً ولبس الموت عندنا محضاً حتی نظن انک اذا علمت اذا صفتک" یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائے گا کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی نہ وہ نیست و نابود ہو جانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔ (انبیاء العلوم)

موت کے بعد روح کا تعلق بدن کے ساتھ متصل رہتا ہے۔

زہر الرئی شرح سنن نسائی میں مرقوم ہے۔ روح کی شان جدا ہے۔ با آنکہ ملأ اعلیٰ میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھی چیز کو محسوسات پر قیاس کر کے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو تو

اسی وقت دوسرے مکان میں نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

موت کے بعد روح کا تعلق بدن سے قائم رہتا ہے

علامہ ترقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا مؤمنین میں یوں ہے کہ روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پیرا نہیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ و جمعہ و شنبہ میں ان دنوں کی بہ نسبت اتصال زیادہ قوی تر ہے۔

اموات قیامت تک سلام کا جواب دیں گی

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یسلم علیہم احد الا ردوا الی یوم القیامۃ۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔ (طبرانی
معجم اوسط مجمع مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

شہدار قیامت تک سلام کا جواب دیں گے

حضرت عبداللہ بن ابی فرہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت شہدار احد کو تشریف لے گئے
اور عرض کی۔ اللھم ان عبدک ونبیک یشھدان حولاء شھداء وانہ
من ثلثہم اوسلم علیہم ائی یوم القیلة ردوا علیہ۔ اے اللہ
تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان
کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے؟
(مجمع مستدرک حاکم۔ دلائل النبوة بیہقی۔)

میت قبر سے ہر وقت اپنے جنتی یاد دوزخی

ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداة والعشی ان
کان من اهل الجنة فمعن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمعن

اهل النار فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک اللہ الیہ یوم القیلة۔
متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر) حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح شام اس پر
اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا رہتا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ
اور اگر دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ کا ٹھکانہ پھر اس سے
کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تجھے ادھر
بھیجے گا، یہاں صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے۔ یعنی میت قبر سے ہر وقت
اپنے جنتی یا دوزخی ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس کی تائید اس
آیت مبارکہ سے ہوتی ہے۔ الناس لیسر ضون علیہم اغدا واولعشی
جہنمیوں پر دن رات جہنم کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ (ازمرقاۃ شرح
مشکوٰۃ۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ)

وفات کے بعد طویل گفتگو

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ زید
بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھانے
کے لئے خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا
انتظار تھا۔ میں نے کہا۔ لاوائنی دیر میں دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں
ادھر میں نماز میں لگا اور ادھر زید بن خارجہ نے اپنے منہ سے کڑا سٹا

کہہا "السلام علیکم یا اہل البیت" سب لوگوں سے اس کی گفتگو ہو رہی تھی اور میں سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ رہا تھا۔ زید بن خارجه نے اپنی دوران گفتگو میں کہا "لوگو! بالکل خاموش ہو جاؤ اور سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو جسمانی طور پر دہلے پتلے تھے مگر اللہ کے احکام کے اجرا میں بڑے طاقتور اور قوت دار تھے اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سچے تھے وہ جس طرح مضبوط البدن آدمی تھے اسی طرح احکام خدا کے اجرا میں بھی بڑے سخت اور بہت کڑے تھے اور اب حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) جن کی خلافت کے دو برس بیت گئے اور چار برس باقی ہیں یہ بھی سچ اور صداقت کا مجسمہ ہیں ان کے دور خلافت میں تمام معاملات اور اشیا ئے محفوظ پر فستوں کا دباؤ ہے اور اریس کے کنواں کو تو تم لوگ جانتے ہی ہو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت عثمان کے ہاتھ سے گر گئی تھی اور اسی دن سے فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے تھے اور اے عبداللہ بن رواحہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو کیا تم کو خارجه اور سعد کے حالات معلوم نہیں؟" اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں تو نماز سے فارغ ہو کر یہ تمام باتیں سن ہی رہا تھا کہ حضرت عثمان نے تشریف لاکر نماز جنازہ پڑھا دی۔ (تہذیب النہذیب جلد ۳ ص ۴۱۰) اس روایت کو ابن سعد، ابن ابی حاتم، امام

ترمذی، یعقوب بن سفیان، امام بغوی، طبری اور ابو نعیم نے بھی بیان کیا ہے۔

روضہ رسول اللہ پر بھوکے کی فریاد حضور نے دودھ پلایا

حضرت شیخ ابو عبد اللہ بن محمد بن ابی الامان علیہ الرحمۃ نے فرمایا: میں مدینہ میں محراب فاطمہ کے پیچھے تھا اور شریف مکہ قاسمی بھی وہاں کھڑا تھا اس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں فاطمہ سے تھا میں اپنے گھر سے نکل کر بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا فاستغثت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطانی قدح لبن فشربت حتی رویت وھذا ھو فی صق اللبن من فیہ فی کفی وشاھدنا من فیہ: (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۴) پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا اور عرض کی میں بھوکا ہوں پھر میں سو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مجھے دودھ کا پیالہ عطا فرمایا پس میں نے دودھ پیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور وہ یہ ہے۔ اس نے میری ہتھیلی پر دودھ تھوک کر دکھایا اور ہم نے اس کے منہ سے دودھ کا مشاہدہ کیا۔

روضہ رسول اللہ پر درخواست یا رسول اللہ بھوک لگی ہے

امام ابو بکر بن مقرئ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "میں اور محدث طبرانی اور محدث ابوالشیخ تینوں حرم شریف نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حالت میں دو دن گزر گئے جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر صرف اتنا عرض کیا یا رسول اللہ العجوز۔ یا رسول اللہ بھوک لگی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ کوئی کلمہ نہ کہا اور چلا آیا۔ پھر میں اور ابوالشیخ سو گئے اور محدث طبرانی انتظار میں جا گئے رہے ناگاہ ایک مرد علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ہمراہ دو غلام تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی طعام سے بھری ہوئی۔ ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آیا بیٹھ کر کھانا ہمارے آگے رکھا اور ہمارے ہاتھ کھانے میں شریک ہوا اور جو کچھ بچ گیا ہمارے پاس چھوڑ کر اٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ اس وقت میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا حضور نے مجھے حکم دیا کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ (بغزب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز)

روضہ اقدس پر درخواست۔ یا رسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں۔

حضرت ابوالخیر اقطع علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا میں فاقہ سے تھا وہاں میں نے پانچ روز قیام کیا اور کچھ نہ کھایا۔ فقذمت الی القبر وسلمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابی بکر وعمر رقتی اللہ عنہما وقلت انا ضیفک یا رسول اللہ پھر میں وہاں سے ہٹ کر روضہ اقدس کے قریب سو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کے دائیں جانب حضرت ابو بکر کو اور بائیں جانب حضرت عمر کو اور سامنے حضرت علی کو دیکھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضرت علی نے مجھے اشارہ کیا اور فرمایا۔ تو کھڑا ہو جا۔ قذجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقذمت الیہ وقبلت بین عینیہ فذفع الی سرعینا فاکلت نصفہ وانتبهت فاذا فی یدی نصف رغیف (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ پس میں ان کی طرف کھڑا ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوم لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ کو ایک روٹی عطا کی۔ میں نے آدھی روٹی کھائی اور جاگ اٹھا تو باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

ایضاً

حضرت ابن الجوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور مجھے فاقہ تھا۔ فتقدمت الی القبر وقلت انا ضیفک فغفوت فی بیت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطانی سرغیفاً فاکلت نصفہ وانتبہت وبيدي نصف الآخر (وفاء الوفا جلد دوم ص ۲۲۶ مطبوعہ مصر) تو میں قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کی: "میں آپ کا مہمان ہوں" پھر میں سو گیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مجھ کو ایک روٹی عطا فرمائی۔ میں نے آدھی روٹی کھائی اور جاگ پڑا اور میرے ہاتھ میں آدھی روٹی موجود تھی۔

حضور نے درم عطا کئے جاگ آئی تو ہاتھوں میں موجود تھے

حضرت صوفی احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں تین دن بیابان میں گزار کر مدینہ شریف حاضر ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر سلام عرض کیا پھر میں سو گیا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے فرمایا: "اے احمد تو آگیا؟" میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ وانا جائع فی ضیافتک قال افتح کینک ففتحہما فملاہما دماً ہما فانتبہت وھما معلوأتان وقمت فاشتربت خبزا جواریا وقال ذجا واکلت وقمت للوقت ودخلت البادية (وفاء الوفا جلد ۲ ص ۲۲۶) اور میں آپ کی ضیافت کا بھوکا ہوں۔ فرمایا: اپنے دونوں کا ہاتھ کھول

میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے۔ حضور نے دونوں ہاتھ دیکھ کر سے بھر دیئے۔ میں بیدار ہوا تو میرے دونوں ہاتھ دیکھ کر سے بھرے تھے۔ میں نے بازار میں جا کر سفید میدہ کی دو روٹیاں اور فالودہ خرید لیا اور اسی وقت جنگل کو چلا گیا۔

روضہ حضور پر فریاد و استغاثہ

امام محمد بن منکدر محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے باپ کے پاس اسی (۸۰) دینار امانت رکھ کر بھاڑ کو چلا گیا اور اذن دے گیا کہ اگر تم کو ضرورت پڑے تو اس میں سے خرچ کرنا۔ میرے والد نے وہ سب دینار اپنی ضروریات میں خرچ کر ڈالے۔ جب وہ شخص آیا اور اس نے اپنے دینار طلب کئے تو میرا والد ادا کرنے سے عاجز ہوا۔ پس میرے والد نے اس شخص سے کہا: "تو کل آنا" رات کو میرا والد مسجد نبوی میں گیا اور غایت اضطراب سے کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف کے مقام پر حاضر ہو کر اور کبھی روضہ مبارک پر حاضر ہو کر آپ سے فریاد و استغاثہ کرتا۔ ناگاہ تابیگی شب میں ایک مرد نظر ہوا اور اسی (۸۰) دینار کی تھیلی میرے والد کے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ انہوں نے یہ اسی دینار اس شخص کو ادا کئے اور زحمت مطالبہ سے نجات پائی۔ (جذب القلوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ العزیز)

یا رسول اللہ آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ ظلم!

حافظ الحدیث ابوالقاسم ابن عساکر علیہ الرحمۃ اپنی تاریخ میں روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مدینہ طیبہ میں روزہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب صبح کی اذان کہی۔ اس میں الصلوٰۃ کا خبر من النور بھی کہا تو مسجد نبوی کے خدام میں سے ایک خادم آیا اور اس کو ایک ٹھپڑ مارا۔ تو یہ شخص رونے لگا اور قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! فی حضرتک یفعل بی هذا۔ حضور کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ کچھ کیا گیا۔ فطلیح الخادم وحمل الی دارہ فمکت ثلاثۃ ایام ومات۔ وہ خادم فالج میں مبتلا ہو گیا اور اسے اٹھا کر اس کے مکان میں لے گئے۔ وہ تین دن زندہ رہا پھر مر گیا۔ (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۶)

نانا جان! میں آپ سے طعام شریہ کھانے کا متمنی ہوں

حضرت ابو محمد عبدالسلام ابن عبدالرحمن حبیبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ میں تین دن مدینہ میں مقیم رہا اور کچھ نہ کھایا تو میں نے منبر نبوی کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور عرض کی۔ یا جددی جعت وانت علیک شوقا۔ اے میرے نانا جان میں بھوکا ہوں اور آپ سے طعام شریہ کھانے کا متمنی ہوں۔ پھر میں سو گیا۔ ایک شخص نے مجھے بیدار کیا اس

کے ہاتھ میں سکڑی کا ایک برتن تھا جس میں شریہ اور گھی اور گوشت تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ کھاؤ۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا تین دن سے میرے چھوٹے بچے اس طعام کی خواہش رکھتے تھے آج اللہ نے اس کی توفیق دی۔ پھر میں سو گیا تو فرمایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النور دھو یقول ان احد اخوانک تمشی علی هذا الطعام فاطعمہ منہ (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۶) نیند میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور انہوں نے فرمایا۔ تیرے بھائیوں میں سے ایک نے مجھ سے اس طعام کی تمنا کی ہے پس اس طعام میں سے تو اسے بھی کھلا دے۔

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری

بدرگاہش بیا و ہر پیرے خواہی تمنا کن

اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے تو ان کی درگاہ میں آ اور جو کچھ تو چاہتا ہے اس کی تمنا کر کے حاصل کر لے۔ بحمد تعالیٰ قرآن و حدیث سے واضح ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلا شک و شبہ حیات میں پوری کائنات آپ کے پیش نظر ہے۔ زائنین کو دیکھتے جانتے پہچانتے ہیں۔ فریادوں کو سنتے قبول فرماتے حاجت روائی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روزہ النور کی حاضری کے لئے جانا۔ یا رسول اللہ کہہ کر آپ سے حاجات طلب کرنا مشکلات و مصائب عرض کر کے استمداد و استعانت کرنا سنت صحابہ ہے تابعین تبع تابعین، مفسرین و محدثین، اولیاء کاملین اور علمائے دین اس

پیر عامل ہیں نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں تلاوت قرآن کرتے ہیں، زائرین کو دیکھتے جانتے پہچانتے ہیں سلام و کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں، حاجت روائی، مشکل کشائی کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ موت عدم محض کا نام نہیں۔ میت جمادات کی مثل نہیں ہو جاتا۔ جسم سے روح کی علیحدگی کا نام موت ہے روح کو فنا نہیں ارواح کا علم و شعور اور ادراک بحال رہتا ہے۔ ارواح خواہ علیین میں ہوں یا سچین میں یا دیگر مقامات میں کہیں بھی ہوں ان کا اپنے اجسام کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے۔

سندالمحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ ”وہ تحقیق ثابت شدہ است آیات و احادیث کہ روح باقی است و اورا علم و شعور بزاہد و احوال البشاش ثابت است و ارواح کاملان قریبے و مکانتے در جناب حق ثابت است چنانکہ در حیات بود یا بیش از ازاں و اولیاء را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح البشاش را و ارواح باقی است و تصرف حقیقی نیست مگر خدا عز و شانه و ہمہ بقدرت اوست و البشاش فانی اندر در جلال حق در حیات و بعد از ممات پس اگر دادہ شود مراد سے را چیزے بواسطت یکے از دوستان حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد و دور نباشد چنانکہ در حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ و عظم نوالہ و نیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت و یافتہ نہ شدہ است دلیلے بر آں (اشعۃ اللمعات جلد اول باب زیارت القبور

صفحہ ۷۶۲-۷۶۳

آیات اور احادیث کی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ روح باقی ہے اور اس کو زیارت کے لئے آنے والوں اور ان کے احوال کا علم و شعور حاصل ہے اور ارواح کاملین (اولیاء اللہ) کو حق تعالیٰ کی جانب میں جو قرب اور عزت و مرتبہ حیات دنیوی میں حاصل تھا ویسا ہی یا اس سے بھی زیادہ قرب اور عزت و مرتبہ بعد وفات بھی ثابت ہے اور اولیاء اللہ کو کرامات اور اکوان میں تصرف حاصل ہے اور یہ ان کی روحوں کو ہی حاصل ہے اور ارواح باقی ہیں اور تصرف حقیقی اللہ عز و شانه ہی ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت سے ہے اور اولیاء اللہ دنیوی زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں جلال حق میں فانی ہیں۔ پس جیسے کہ ان کی دنیاوی زندگی میں ان کے اس قرب و عزت و منزلت کی وساطت سے ہوا نہیں عند اللہ حاصل ہے لوگوں کو عطا و بخشش کی جاتی تھی اسی طرح اگر بعد وفات کسی ولی اللہ کے عند اللہ قرب و عزت و مرتبہ کی وساطت سے کسی کو کوئی چیز عطا کی جائے تو یہ حقیقت سے بعید نہیں ہے۔ اور اولیاء اللہ کی حیات و موت دونوں حالتوں میں ان کا فعل و تصرف حق تعالیٰ ہی کا فعل و تصرف ہے۔ جل جلالہ و عظم نوالہ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو ان کی دونوں حالتوں میں فرق کرے اور اس پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات میں بحیات حقیقی زندہ ہیں۔

فراکان وصدیث کے مطابق امت کا اس پر اجماع ہے کہ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات میں بحیات حقیقی یعنی جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت دے رکھی ہے کہ قبروں سے نکل کر سیر فرمائیں جہاں چاہیں بعینہ یا بمثلہ لیکن ان کا ہر حال میں ہر وقت اپنی قبروں کے ساتھ ایک خصوصی نسبت اور تعلق قائم رہتا ہے۔ یہ الفاظ دیگیوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مزارات مقدسہ اور زمین و آسمان کے درمیان سے تمام پردے اٹھا دیئے ہیں اور ان کو اتنا تصرف و نفوذ حاصل ہے کہ بلا انتقال مکانی جہاں چاہیں جلوہ گر ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ الاشیاء احياء فی قبورہم یصلون۔ انبیاء حیات ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں کہ نماز پڑھنا جتنے جسم کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ الانتباه الاذکیا حیوۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "حیوۃ الانبیاء والشہداء فی القبر کحیوۃنہم فی الدنیا ویشہد لہ صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام فی

قبرہ فان الصلوٰۃ تستند علی جسدہ، انبیاء و شہداء کی زندگی قبر میں اسی طرح ہے جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھے اور اس بات پر حدیث شاہد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پس نماز پڑھنا اس امر کا مقتضی ہے کہ نماز پڑھنے والا جسم اور روح کے تعلق کے ساتھ زندہ ہو۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب التنویر" میں فرماتے ہیں "بے شک نبی کریم علیہ التہنیت والتسلیم جسم اور روح کے تعلق کے ساتھ حیات ہیں اور جس طرح کہ حضور کو وفات سے پہلے اطراف زمین اور ملکوت میں چلنے پھرنے کی قدرت حاصل تھی اسی طرح اب بھی اسی طرح زمین میں چلنے پھرتے اور اطراف زمین اور عالم ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں۔ ان امور میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت دے رکھی ہے کہ قبروں سے نکل کر سیر فرمائیں اور ملکوت علوی و سفلی میں تصرف فرمائیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے روضہ اطہر میں حیات ہیں اسی طرح سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حیات ہیں۔ یہ بات ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے اس لئے کہ اس کے ثبوت میں قطعی دلائل اور جہتیں موجود ہیں اور متواتر حدیثیں وارد ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء زندہ ہیں قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اہل ہاد

انبیاء کو کھائے؟

لیکن خوارج الاصل وہابی کسی کی بات نہیں ملتے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، یہ ہٹ دھرم اپنی رٹ لگاتے ہوئے اتنے منہ بچھٹ ہو چکے ہیں کہ ڈٹ کر قرآن و حدیث کی تردید کرتے ہیں۔ محبوبان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو من دون اللہ کہہ کر کفار و مشرکین کے بتوں میں شمار کرتے ہیں۔ بے جان، جامد محض، چنانچہ ناقوس و ہابیرا ابو خالد نجدی۔ بتوں کی تردید میں نازل آیت کریمہ والذین یدعون من دون اللہ لا یفلحون شیئاً وھم یدخلون۔ احوات غیب اعیاء و ما یشعرون ایٹان یمشون۔ سے انبیاء و اولیاء کی تردید کرتا ہے۔ لکھتا ہے۔ ”اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء اور نہ اولیاء کا اور جو وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی رفق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا؟“ نفوذ باللہ من ہفوات الوہابیت گذشتہ اورانی میں قرآن و حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ حیات ہیں زائرین کو دیکھتے پہچانتے۔ سلام و کلام سنتے۔ جواب دیتے ہیں۔ قبل اس کے کہ فقیر مسئلہ عرض اعمال کی وضاحت کرے۔

ابو خالد نجدی کے مزید دجیل و فریب

کا پردہ چاک کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ ابو خالد وہابی اپنے

کتابچہ کے صفحہ ۳۵ پر بڑی بے حیائی کے ساتھ عنوان جمانا ہے۔ ”مردوں کو نبی بھی نہیں سنا سکتے“ اور اس کے تحت وعا انت بمع من فی القبور (پارہ ۲۲ رکوع ۱۵ سورہ فاطر) ترجمہ: (اے نبی) آپ قبر میں پڑے ہوؤں (یعنی مردوں) کو سنا نہیں سکتے۔ ایک آیت میں ہے فانک لا تسمع الموتی (پارہ ۲۱ رکوع ۸ سورہ روم) ترجمہ: (اے نبی) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ ان آیات اور ان جیسی اور بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لکھ کر اس کی تائید میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک غلط، بے بنیاد، جھوٹا واقعہ درج کر کے مسلمانوں کو دجیل و فریب سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ فقیر اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کے اثبات میں اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہے کہ آپ کے جلیل القدر تلامذہ و متبعین میں سے کسی نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ خود امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ و متبعین کی جملہ کتب میں استحباب توسل کی تصریحات موجود ہیں۔

اور ابو خالد نجدی نے حسب دستور دہا بیہ آیت مبارکہ وعا انت بمع من فی القبور، اور فانک لا تسمع الموتی، کا غلط مطلب بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ فقیر پوری آیات لکھ کر ان کا صحیح ترجمہ اور مطلب عرض کر دیتا ہے تاکہ مسلمان ”دہا بیہ“ کے دجیل و فریب سے محفوظ رہیں (۱) انما ننذر من الذین یمشون رہم بالغیب و اقاموا الصلوٰۃ و من نذر کئی فاسخا فی نفسہ والی

اللہ المصیر۔ وما یستوی الا علی والبصیر۔ ولا الظلمات ولا النور۔ ولا الظل ولا الحسور۔ وما یستوی الا حیلة ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بسمع من فی القبر۔ ان انت الا نذیر۔ انا اسئلک بالحق یشیرو و نذیر رب ۲۲ ع ۱۵) اے محبوب! تمہارا ڈر سنا نا ان ہی کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو تنہا ہوا (یعنی بدیہوں سے بچا اور نیک عمل کئے) تو اپنے ہی بھلے کو تنہا ہوا۔ (اس نیکی کا نفع وہی پائے گا) اور اللہ ہی کی طرف پھرتا ہے۔ اور برابر نہیں اندھا اور آنکھیاں (یعنی جاہل اور عالم یا کافر اور مومن) اور نہ اندھیریاں (یعنی کفر) اور آجالا (یعنی ایمان) اور نہ سایہ (یعنی حق یا جنت) اور نہ تیز دھوپ (یعنی باطل یا دوزخ) اور برابر نہیں زندے اور مردے (یعنی مومنین اور کفار یا علما اور جہال) بے شک اللہ سنا تا ہے جسے چاہے (یعنی جس کی ہدایت منظور ہو تو اس کو توفیق قبول عطا فرماتا ہے) اور تم نہیں سناتے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں یعنی کفار کو۔ اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور پند پذیر نہیں ہوتے بد انجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت و نصیحت سے مستفیع نہیں ہوتے۔ اس آیت میں مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں اور نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ پائی

کا نفع مرتب ہو۔ رہا مردوں کا سننا وہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ (خزائن العرفان)

فانک لاتسمع الموتی ولا تسمع الصم والدعاء اذا اولوا مدبرین۔ وما انت بهذا العفوی عن ضلالتهم ان تسمع الامم یؤمن بالیتنا فہم مسلمون (پ ۲۱ ع ۸) اس لئے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے (یعنی جن کے دل مر چکے اور ان سے کسی طرح قبول حق کی توقع نہیں رہی) اور نہ ہی بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں (یعنی حق کے سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے ان سے کسی طرح سمجھنے کی امید نہیں) اور نہ تم انہوں کو (جو دل کے اندھے ہیں) ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں، جو لوگ اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں قرآن وحدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں مردوں سے مراد کفار ہیں جو دنیوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر پند و موعظت سے نفع نہیں اٹھاتے اس لئے انہیں اموات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو اس دنیا سے مر کر گزر چکے ہیں ان کو پند و نصیحت کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ بکثرت احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور یہ بھی کہ قبر پر آنے والوں کو مردے دیکھنے پہچانتے سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔

۳۔ انک لاتسمع الموتی ولا تسمع الصم والدعاء اذا اولوا مدبرین

وما انت بيهدي العبي عن ضلالتهم ان تسع الامن يؤمن
 بائنا فنه مسلمون (پ ۲۰ ع ۲) بے شک تمہارے سناے نہیں
 سننے مردے (مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں جن کے دل مردہ
 ہیں چنانچہ اسی آیت کے مقابل اہل ایمان کا ذکر فرمایا۔ اور ان سے
 بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ پند و موعظت اور
 کلام ہدایت کے بہ سمع قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر
 مردہ دل ہیں کہ نبوت سے مستفیع نہیں ہوتے۔ اس آیت کے معنی
 یہ بتانا کہ مردے نہیں سننے بالکل غلط ہے۔ صبح احادیث سے مردوں
 کا سنا ثابت ہے) اور نہ تمہارے سناے بہرے پکارنیں جب پھر
 پیچھ دے کر (معنی یہ ہیں کہ کفار غایت اعراض و روگردانی سے مردے
 اور بہرے کے مثل ہو گئے ہیں کہ انہیں پکارنا اور حق کی دعوت دینا
 کسی طرح نافع نہیں ہوتا) اور اندھوں کو (جن کی بصیرت جاتی رہی اور
 دل اندھے ہو گئے) گمراہی سے تم اندھے کرنے والے نہیں تمہارے
 سناے تو وہی سننے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔
 (جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو علم الہی میں سعادت
 ایمان سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں اور مسلمان ہیں) (تفسیر
 بیضاوی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر البوسعود اور تفسیر مدارک۔ (تفسیر خزائن العرفان))

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان
 (مقتولین کفار) سے زیادہ نہیں سنتے۔

حضرت الش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والوں
 کے متعلق خبریں دیتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ایک
 دن پہلے کفار کی قتل گاہ دکھاتے تھے، فرماتے تھے کہ انشاء اللہ
 کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی اور انشاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی اس فرمان
 عالی میں تین خبریں ہیں۔ ۱۔ وقت موت کی خبر کہ فلاں شخص کل مرے گا۔ ۲۔ جگہ
 موت کی خبر کہ فلاں جگہ مرے گا۔ ۳۔ نوعیت موت کی خبر کہ کفر پر مرے
 گا نہیں بلکہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا۔ غرض کہ علوم خمسہ میں سے
 تین چیزوں کی خبر حضور نے دے دی بلکہ بیکر کھینچ کر بتا دیا کہ فلاں
 کافر اس کے اندر مارا جائے گا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 ہیں۔ اس کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان
 حدود سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی بالکل
 نہ ہٹے۔ (یعنی اس دائرہ اس حد کے اندر ہر شخص قتل ہوا جہاں حضور
 انور نے دائرہ کھینچ کر جگہ مقرر فرمائی تھی) پھر وہ اوپر تلے ایک
 کنویں میں ڈال دیئے گئے۔ پھر رسول اللہ وہاں تشریف لے گئے
 فرمایا۔ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں کیا تم نے وہ
 سب باتیں درست پائیں جن کا تم سے اللہ اور رسول نے

وعدہ کیا تھا کیونکہ میں نے وہ سب درست پایا جو مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ تو فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ بجز اس کے کہ وہ مجھے کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ (صحیح مسلم) یہ روایت صحیح بخاری میں حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بہ روایت طبرانی مروی ہے۔ یہی حدیث طبرانی میں بہ سند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر میت مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد زندوں کا کلام سنتی ہے لیکن زندوں کی طرح جواب نہیں دے سکتی کیونکہ اب وہ ایسی آواز سے بولتے ہیں جنہیں بہر کان سن نہیں سکتے۔ اہل اللہ مردوں کی آواز سن لیتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زندہ بزرگوں کا مردوں کی آوازیں سنا ثابت ہے۔

منکرین و ہابی جواب دیں

کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ما انت سمع من فی القبور اور انک لا تسمع الموتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید کے لئے آیات نازل فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے“ اور اس کی تردید اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی آپ قبر میں پڑے ہوئے (مردوں) کو سنا نہیں سکتے۔ اے نبی آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے۔ کیا معاذ

اللہ۔ قرآن عظیم اپنے رسول کی تکذیب کے لئے اترا؟ ایسا کھٹے ہوئے و ہابیہ کے ہر ماسٹر والس ابو خالد نجدی و ہابی کو اللہ و رسول سے کچھ شرم و حیا نہ آئی؟ مگر شرم چہ کتنی اسدت کہ پیش و ہابیہ آید؟ مسئلہ حیات الموت اور سماع موتی کی تحقیق و توضیح کے بعد اب بغیر

مسئلہ عرض اعمال بعد وفات کی وضاحت

کردینا ضروری سمجھتا ہے۔ حسب معمول و شعار و ہابیہ ابو خالد نجدی و ہابی تحریف قرآن کرتے ہوئے عرض اعمال بعد وفات کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔ اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثناء نہیں، نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رتق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا؟ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امتوں پر گواہ ہیں، ان کے ایمان و کفر و نفاق اور نیک و بد اعمال کی گواہی دینے والے ہیں۔ اور سبب الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب انبیاء اور ان کی امتوں پر بھی اور اپنی امت مرحومہ پر بھی گواہ ہیں یعنی ساری مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے۔ اور شاہد یعنی گواہ کے لئے ضروری ہے کہ موقعہ پر حاضر ہو اور واقعہ کو دیکھنے والا ہو۔ مفردات راعب میں ہے۔ الشہود والشہادۃ بحضور مع المشاہدۃ اما بالبصر او بالبصیۃ، یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے

ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رسالت عامہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (پ ۱۸ ع ۱۶) بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر (یعنی محمد مصطفیٰ پر) جو مارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو، آیت مبارکہ میں حضور کے عموم رسالت کا بیان ہے کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جن ہو یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات سب آپ کے اتتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَرْسَلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (مشکوٰۃ) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور حضور تمام مخلوق پر گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَا اَرْسَلْتُكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِقَوْمِي بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَعَنَ رُوحَهُ وَتَوَقَّرَ رُوحَهُ وَتَسْبَعُهُ بَكْرَةً وَاصْبِلًا (پ ۲۶ ع ۹) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اپنی امت کے اعمال و احوال کا تاکہ روز قیامت ان کی گواہی دو اور خوشی اور ڈر سنانا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (پ ۵ ع ۳) تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے (اس نبی کو اور وہ اپنی امت کے ایمان و کفر

و اتفاق اور تمام افعال پر گواہی دیں گے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے افعال سے باخبر ہوتے ہیں) اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے کہ تم نبی الانبیاء ہو اور سارا عالم تمہاری امت (خزائن العرفان) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے اعمال و احوال سے باخبر ہیں اور سب پر گواہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیا فی خبیئکم نعد ثقتن و بیعتکم و وفاتی خبیئکم نعرض اعمالکم علی فماریت من خبیئکم و حمدت اللہ و ماریت من شر استغفرت لکم ۱۰ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (قال العافظ المہتمی فی مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۳ رواہ البیہقی و رجالہ رجال الصحیح و صحیحہ العافظ السبوسی فی المعجزات و الخصائص و کذا القسطلانی شارح البخاری و نص المناوی فی فیض القذیب جلد ۳ صفحہ ۴۰۱ بانہ صحیح و کذا الزرقانی فی شرح المواہب القسطلانی و کذا الشہاب الخفاجی فی شرح الشفا قاضی عیاض جلد اول صفحہ ۱۰۲ و کذا الملا علی قاسری فی شرح الشفا جلد اول ۱۰۲ و قال رواہ ایضاً العسارث بن اسامہ فی مسندہ بسند صحیح و ذکرہ ابن حجر فی المطالب العالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۲)

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم نئے نئے کام کرتے ہو اور تمہیں حکم بیان کیا جاتا ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اچھے اعمال دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور برے اعمال دیکھ کر تمہارے

لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کروں گا۔

میری (دنیاوی) زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم بات چیت کرتے ہو اور تم سے بات چیت کی جاتی ہے) یعنی تم مجھ سے احکام و مسائل پوچھ لیتے ہو اور میں تمہیں احکام و مسائل بتا دیتا ہوں) اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر عرض کئے جاتے ہیں پس میں جو اچھی بات دیکھتا ہوں اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ اور جو بری بات دیکھتا ہوں اس پر تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ ثابت ہوا کہ ہمارے اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عرض کئے جاتے ہیں اور جو کچھ اچھے برے کام ہم کرتے ہیں وہ ہمارے ان تمام اعمال کو جانتے ہیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ اختیار کرتے رہیں اور آپ کی شفاعت طلب کرتے رہیں حضور ہماری شفاعت کرتے ہیں ہمارے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حضور کو یہ مقام شرف و کرامت حاصل ہے کہ آپ شفاعت فرمانے والے ہیں آپ کی شفاعت مقبول ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت پر گواہ ہیں۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ اس امر کا متقاضی ہے کہ ان پر امت کے اعمال عرض کئے جاتے رہیں تاکہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا اور جانا اس پر گواہی دیں۔

حضرت ابن المبارک محدث علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ہمیں قیسیلہ مٹھال کے انصاری شخص ابن عمرو علیہ الرحمۃ نے حدیث سنائی کہ انہوں

نے حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔ ایسا کوئی دن نہیں جو خالی جائے۔ ہر روز حضور نبی کریم علیہ النجیۃ والتسلیم پر ان کی امت کے اعمال رات دن پیش کئے جاتے رہتے ہیں۔ ان پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو پہچانتے ہیں۔ ان کے ناموں اور ان کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان شاہد ہے کہ فرمایا۔ کیف اذ اجئنا من کل امۃ بشہید وجئناک علیٰ ہذا شہیداً (مفاحیم یجب ان تفتح صفحہ ۱۷۳۔ تالیف استاذ العلماء حرمین الشریفین محمد علوی مائیکہ الہسنی)۔

عن اوس ابن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ايامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النسخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰۃکم مغضوۃ علی قالوا یا رسول اللہ و کیف تعرض صلوٰۃنا علیک وقد امرت قال یقولون بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ رواہ ابو داود والنسائی وابن ماجہ والترمذی والبیہقی فی الدعوات الکبیر۔ (مشکوٰۃ باب الجمعة) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکا ہے اور اسی میں بیہوشی ہے۔ لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر خصوصی طور پر پیش ہوتے

ہیں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ محدث فرماتے ہیں مرقاة شرح مشکوٰۃ میں کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور پر پیش ہونا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیش ہوتی ہے اور خصوصی قبولیت ہے۔ لوگ بولے یا رسول اللہ! ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے۔ آپ تو ربیم ہو چکے ہوں گے (یعنی گلی ہڈی) (یہ سوال بطور اشکار نہیں بلکہ کیفیت پر چھنے کے لئے ہے یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درود کی پیشی فقط آپ کی روح پر ہوگی یا روح مع الجسم پر) فرمایا اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دیئے ہیں۔ لہذا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام زمین کھا ہی نہیں سکتی اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں پس مجھ پر درود روح مع الجسم پر ہوتا ہے۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ (مرآت شرح مشکوٰۃ)

ابن ابی الدنیا علیہ الرحمۃ اور طبرانی علیہ الرحمۃ نے مرقاۃ روایت نقل کی ہے کہ زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اچھی بات معلوم ہوتی ہے خوش ہوتے ہیں اور اس کی تکمیل کی دعا کرتے ہیں۔ اور بری بات معلوم ہوتی ہے تو (رنجیدہ ہو کر) توفیق عمل کی دعا کرتے ہیں۔ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثرُوا الصلوٰۃ علی یوم الجمعة فانہ مشہود ویشہدہ الملائکۃ

وان احد المرسل علی الاعضاء علی صلواتہ حتی یفرغ منها قال قلت ولبعد الموت قال ان اللہ حصر علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زنی (رواہ ابن ماجہ صفحہ ۱۱۸ مشکوٰۃ باب الجمعة) ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو جائے۔ ابودرداء فرماتے ہیں میں نے عرض کی۔ کیا موت کے بعد بھی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ لہذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

مگر نجدی وہابی۔ دعوائے اسلام بھی رکھتے ہیں "سیدھی راہ" پر چلنے کے مدعی بھی ہیں۔ اور قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے کے دعویٰ دار بھی ہیں لیکن قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کو جھٹلاتے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کو ملتے بھی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدیہ وہابیہ کا دعوائے اسلام بھوٹا ہے۔ "سیدھی راہ" سے ہٹے، بھٹکے ہوئے ہیں۔ قرآن و حدیث کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف ہیں، دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے مکرو فریب سے بچائے۔ آمین۔

ثبوت توسل وندار و استمداد یہ آیات قرآن مجید

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
 ① قال اللہ عز وجل - یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا
 الیہ الوسیلة وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (پ سورہ المائدہ پارہ
 نمبر ۶) اللہ عز وجل نے فرمایا: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس
 کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ
 فلاح پاؤ"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب فرمایا
 لہذا ایمان سے وسیلہ مراد لینا ممکن نہیں اور نہ اعمال صالحہ مراد وسیلہ
 ٹھہرتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ عبارت ہے مقتال
 اوامر اور اجتناب عن نواہی سے۔ اس لئے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت
 بین المعطوف والمعطوف الیہ کا مقتضی ہے اور وسیلہ سے مراد "جہاد"
 بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بھی اعمال صالحہ کے ساتھ تقویٰ میں داخل
 ہے۔ پس "وابتغوا الیہ الوسیلة" میں اللہ تعالیٰ نے جس وسیلہ
 کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنا ہے کہ آپ ہی خالق و مخلوق کے درمیان
 حقیقی وسیلہ ہیں اور آپ کی اتباع میں مرشد کامل وسیلہ ہے۔ پس
 اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ مرشد کامل کے وسیلہ

سے حضور نبی کریم علیہ النجۃ والتسلیم کی بارگاہ عالیہ تک رسائی حاصل
 کریں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے تقرب الہی حاصل
 کریں۔ پس خوش نصیب ہیں وہ مومن جو تقرب الہی کے حصول کے
 لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے
 اور اولیاء اللہ سے توسل کرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ یہ حکم الہی ہمیشہ
 ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی
 زندگی میں بھی حکم تھا اور حضور اکرم کی رحلت کے بعد بھی یہی حکم
 ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ
 حیات ظاہری میں آپ سے توسل جائز تھا۔ آپ کی رحلت کے
 بعد جائز نہیں تو یہ لوگ تفسیر قرآن بالرائے کے مرتکب ہوتے
 ہیں جو صریحاً حرام، جرم شرعی ہے اور اس پر سخت وعید ہے۔

② قال اللہ تعالیٰ - اولئک الذین یدعون بیتیغون الی
 ربہم الوسیلة ایہم اقرب (پ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل ۷۶) اللہ
 تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ
 ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ
 مقرب ہے؟ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے
 لئے (تقرب الہی کے لئے) وسیلہ ڈھونڈنا اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول
 بندوں کا طریقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو شخص توسل کا منکر ہے
 وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے
 طریقہ کا مخالف ہے۔

۵) قال الله تعالى - ولوانهم اذ ظلموا انفسهم جباؤك
 فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما
 (پہ ۵ سے النساء ۴۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اور اگر جب وہ اپنی جانوں
 پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے
 معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو
 بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم کا وسیلہ پکڑنا ہماری دعاؤں کی بارگاہِ الہی میں مقبولیت اور
 ہماری حاجت روائی کا ذریعہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بندوں
 کے حق میں اللہ تعالیٰ کا تقرب اور رحیم ہونا آپ کی شفاعت پر
 موقوف ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت مبارکہ میں ظلم، ظالم اور زمان
 میں کسی قسم کی قید نہیں۔ کوئی مجرم ہو، کسی بھی قسم کا مجرم ہو اور خواہ
 کسی زمانہ میں ہو۔ مجرم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہو۔ آپ کے وسیلہ سے بارگاہِ
 الہی میں اپنی معافی کے لئے درخواست پیش کرے اور حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام اس کی معذرت کو قبول فرما کر قابلِ معافی جان کر
 اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں اس کے لئے شفاعت فرمادیں تو
 بیڑا پار ہے۔ اور ”جاؤک“ میں یہ قید نہیں کہ مدینہ منورہ“ میں
 ہی حاضر آستانہ ہو بلکہ کہیں بھی ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 طرف متوجہ ہونا اور آپ کو وسیلہ پکڑنا بھی آپ کی بارگاہ میں حاضری

ہے اور اگر مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہو جائے تو زہد ہے نصیب۔
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ایک اعرابی
 روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ اقدس و اطہر کی خاک پاک اپنے
 سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم
 نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا (یعنی قرآن مجید) اس میں یہ آیت
 بھی ہے ولوانهم اذ ظلموا انفسهم جباؤك الآية۔ میں نے بے
 شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے بخشش
 چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش
 کرائیے۔ اس پر روضہ اقدس سے ندا آئی ”قد غفرک“ تیری
 بخشش کر دی گئی۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ
 اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو
 وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔ دوم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور
 اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی حاضری بھی ”جاؤک“ میں داخل اور
 سنت صحابہ کرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ۔ سوم
 یہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسراہم
 مزارات مقدسہ میں حیات ہیں۔ زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان
 کے کلام کو سنتے ہیں۔ اور صاحب نسبت خوش نصیبوں سے ہم کلام بھی
 ہوتے ہیں۔ چہاں، یہ کہ نفوس قدسیہ محبوبانِ بارگاہِ الہی کو ان کی
 وفات کے بعد ”یا“ صیغہ حاضر سے ندا کرنا جائز ہے و نہج، یہ کہ محبوبان
 بارگاہِ الہی مدد طلب کرنے والوں کی مدد فرماتے ہیں اور ان کی

شفاعت اور دعاؤں سے متوسلین کی مطلب برآری اور حاجت روائی ہوتی ہے۔ قالہم اللہ علی ذالک۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفسر جو وہاں سے ہو یہیں آ کے جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں اللہ تعالیٰ کے واضح ارشادات، آیات قرآن مجید کی تعلیم کے منکرین، نجدی وہابی، رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل و استدراک کو شرک قرار دیتے ہیں۔ کتابچہ "قرآنی درس توحید" کا مؤلف ابو خالد نجدی ص، اپر لکھتا ہے "ادعواربکم نفسرا وخفیة" (سورۃ اعراف آیت ۵۵) پکارو رب اپنے کو عاجزی سے اور چپکے "ادعوہ خوفا وطمعا" (سورۃ اعراف آیت ۵۶) اور پکارو اس کو (اس کے عذاب کے) خوف اور (اس کی رحمت کی) امید سے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں پکارنے والے کی ہر پکار کو قریب اور پاس ہونے کی صورت میں خود آپ سننا اور جواب دینا ہوں لیکن برہمنیت اور پاپائیت کہتی ہے کہ جب تک برہمن اور پوپ کا دامن توسل نہ پکڑو گے نہ خدا تمہاری سنے گا اور نہ جواب دے گا۔ جب تک پیر خوش نہ ہوگا خدا راضی نہ ہوگا۔ مرشد مہربان نہ ہوگا خدا رحم نہ کرے گا۔ دیلوں، بزرگوں اور شہیدوں کی منظوری میں اللہ تعالیٰ کی منظوری کا راز مضمحل ہے۔ یاد رکھیں یہ عقیدہ فاسد سراسر قرآنی تعلیم کے منافی ہے۔ درحقیقت

خدائے سمیع و مجیب اور اس کی مخلوق کی دعا و پکار کے درمیان کوئی درو دیوار اور اوٹ و آڑ اور پردہ نہیں ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ابو خالد نجدی وہابی نے آیت مبارکہ ادعواربکم نفسرا وخفیة اور ادعوہ خوفا وطمعا لکھ کر ان آیات مبارکہ کا جو مطلب و مفہوم نکالا ہے یہ سراسر تحریف قرآن ہے یا نہیں؟ ان دونوں آیات کا مطلب و مفہوم ہرگز وہ نہیں جو اس نے تحریر کیا ہے۔ ان آیات کا صحیح ترجمہ اور مطلب و مفہوم یہ ہے۔ ادعواربکم نفسرا وخفیة ۰ لانہ لا یحب المعتدین ۰ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوہ خوفا وطمعا ۰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ۰ اپنے رب سے دعا کرو گھر گھڑاتے اور آہستہ بے شک حارسے بڑھنے والے اسے پسند نہیں (نفسرا سے اظہار عجز و خشوع مراد ہے اور ادب دعائیں یہ ہے کہ آہستہ ہو) اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ کفر و معصیت و ظلم کر کے) اس کے سنورنے کے بعد (انبیاء کے تشریف لانے اور حق کی دعوت فرمانے، احکام بیان کرنے، عدل قائم فرمانے کے بعد) اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔ ثابت ہوا کہ ابو خالد نجدی کی ان آیات مبارکہ کے تحت لکھی ہوئی عبارت سراسر من گھڑت اور اس کے وہابیہ نہ بحث باطن کی آئینہ دار اور تعلیمات قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔ بد بخت ابو خالد نجدی نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کا کھلم کھلا مذاق اڑایا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم،

صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، تمام علمائے حق کے مذہب و مسلک کو برہمنیت اور پاپائیت ٹھہرایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کو برہمن اور پوپ قرار دیا ہے کہ تمام مسلمان انہی سے توسل و استمداد کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولوانہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ ان آیات مبارکہ کی تفسیر و تشریح فقیر عرض کر چکا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک سب مسلمان ان احکام خداوندی کے تحت محبوبان خدا سے توسل و استمداد کو وسیلہ المؤمنین ہونے کا عقیدہ رکھتے اور اس پر عامل ہیں مگر شیطانی توحید کا علمبردار ابو خالد نجدی بڑی بے شرمی و ڈھٹائی کے ساتھ لکھتا ہے۔ ”یاد رکھیں یہ عقیدہ فاسد سراسر قرآنی تعلیم کے منافی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے

گناہ گار معافی حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے۔ مگر وہابی کہتے ہیں کہ براہ راست اللہ سے مانگو کسی نبی یا ولی کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنا شرک ہے۔ اگر محمد رسول اللہ کا وسیلہ بھی اختیار کرو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں شرک کی تعلیم دے رہا ہے اور نجدی وہابی ”توحید“ کی تعلیم دے رہے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وہابیوں کو ”توحید“ کی زیادہ فکر ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عرضداشتیں پیش کرنے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے دعائیں مانگی جائیں۔ لیکن وہابیہ نجدیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے ابو خالد نجدی اس طریقہ کی تردید کرتا اور مذاق اڑاتا ہوا۔ اس طریقہ کو

دفتری کاروائی کا طلسم

ٹھہراتا ہے اور اس عنوان کے تحت انتہائی بے حیائی کے ساتھ توہین آمیز انداز میں لکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ جس طرح بادشاہوں، راجاؤں، نوابوں سے کوئی رعایا کا آدمی براہ راست

نہیں مل سکتا اور نہ ہی اپنی فریاد اور درخواست سیدھی پہنچا سکتا ہے، بلکہ شاہی دربار تک عوام کی رسائی اور ان کی درخواست کا پہنچنا درجہ بدرجہ بنوسل ہو سکتا ہے، دفتری کاروائی لازمی ہے، اسی طرح خدا بھی بزرگوں کے وسیلہ سے سنتا اور مانتا ہے۔ خدا کی جناب میں ضرور سفارشی ہیں، اس کا مقرب بنا دینے والے اس کے پیارے جن کی روحیں ان کے بتوں میں آتی ہیں برحق ہیں اس عقیدے کے ابطال کے لئے حضرت صالح نے ان سے برملا کہا۔

يَقُومُوا عِندَ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ غَيْرَ ۚ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ تَوَلَّوْا إِلَيْهِ طَائِفَتٌ مِّنْ قَرِيبٍ مَّجِيبٍ (پ ۶۱۳) غور فرمائیے کہ اس آیت میں حضرت صالح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے پر توجہ دلائی اسی کے دہر چککنے کی تعلیم دی، بغیر اپنے واسطے وسیلے کے سیدھا اس کو پکارتے، بلانے، دعا کرنے، بخشش مانگنے اور تازیبت اس کے دراجابت کو توبہ کی دستک دینے کا حکم دیا اور ان سب قریب مجیب کی ضرب سے صنموں، وثنوں، تھانوں، مکانوں، تمثالوں، چلوں، قدموں، تبرکوں، روضوں اور مزاروں کی دفتری کاروائی کا ظلم توڑ کر رکھ دیا سبے شک رب میرا ہر ایک کے قریب اور اس کی گریہ و زاری کا مجیب ہے۔ افسوس! سبوح و علیم اور قریب و مجیب خدا کے لئے لوگوں نے مثالیں تصنیف کیں، کہا قریب گھڑیں، اور ان کی مثالوں اور کہا وتوں کی اوٹ میں خدا کے نگاشتے، اور مختار کار بچا دیئے، ایجنسیاں، کھول

لیں، کمیشن اور آٹھت کا کاروبار شروع کر دیا۔ دوم۔ اپنے ارادے سے تصرف کرنا، اپنا حکم جاری کرنا، اپنی خوشی سے مارنا جلانا، رزق کی کشادگی یا تنگی، تندرستی یا بیماری، خوشی یا غمی، قوط یا ارزانی، اقبال یا ادبار، فتح یا شکست، مشکل کشائی، حاجت روائی سب کچھ اسی قادر قیوم کے قبضہ قدرت میں ہے اور کسی کے نہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی، ولی، پیر، شہید، غوث، قطب کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت از خود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ شخص ازبوء کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ مشرک ہو جاتا ہے۔ رب شرک فی التصرف ہے۔ (قرآنی درس توحید ص ۱۷-۱۸-۱۹)

ابو خالد بخدی و بابی کی مندرجہ بالا عبارت بھی وہاں نہ خبت باطن کی آئینہ دار ہے۔ اس نے اس عبارت میں مسلمانوں کو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نمود کفار کی طرح بت پرست ٹھہرایا ہے حالانکہ کوئی مسلمان نہ بت تراشنا ہے نہ بت پرستی کرتا ہے۔ ابو خالد بخدی و بابی نے آیت مبارکہ یَقُومُوا عِندَ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ غَيْرَ ۚ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ تَوَلَّوْا إِلَيْهِ طَائِفَتٌ مِّنْ قَرِيبٍ مَّجِيبٍ سے حسب معمول و بابیہ غلط استدلال کر کے، مفہوم فاسد نکال کر تحریف قرآن کا ارتکاب کیا ہے۔ توسل و استمداد کو شرک کہہ کر پوری امت مرحومہ کو مشرک ٹھہرایا۔ اور محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی سخت توبہ بین کی ہے اور ان نفوس قدسیہ کا انتہائی سوتیانہ انداز میں مذاق اڑایا۔ یہ سب امور صراحتہ کفر

و مجبور میں داخل ہیں۔ اعاذ باللہ منہ۔

اس آیت مبارکہ کا صحیح ترجمہ و مفہوم یہ ہے۔ (حضرت صالح علیہ السلام نے) کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو (اور اس کی وحدانیت کو مانو) اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں (صرف وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ) اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا اس آیت مبارکہ میں انبیاء و اولیاء سے نوسل و استمداد کی ممانعت ہرگز نہیں ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت مان کر اسی کی عبادت کرو صرف اللہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس سے معافی چاہو اس کی طرف رجوع کرو بے شک اللہ قریب ہے دعا سننے والا اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہئے، اس کی طرف رجوع لانے اور دعا کی مقبولیت کے لئے طریقہ۔ اس آیت مبارکہ ولو انتم اذ ظلموا انفسکم جاثوک فاستغفروا اللہ واستغفر لکم الرسول لوجود اللہ تو ابا استغفار میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور اگر جب وہ اپنی جائزوں پر ظلم کریں تو اسے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ ان ائمہ متعصب و بابیہ بشمول ابو خالد نجدی و بابی کو یہ آیت مبارکہ قرآن مجید میں کیوں دکھائی نہیں دیتی؟ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ یہ

ہے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بھر کی ہے

یہ کس قدر ضلالت اور رذالت ہے کہ ابو خالد نجدی و بابی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اپنی دعائیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ و ضابطہ کے تحت پیش کرنے کو کمال بے شرمی و بے حیائی و فتری کاروائی کا ظلم قرار دیتا ہے۔

حضور کی تشریف آوری سے قبل حضور

سے نوسل صلی اللہ علیہ وسلم

۴ قال اللہ عزوجل۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءهم ما عرفتوا کفروا به فلعنة اللہ علی الکافرين۔ (پ ا ع ۱۱) اللہ جل جلالہ و عظم نوالہ کا ارشاد۔ اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر جب کبھی اہل کتاب مشرکین سے جنگ کرتے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعائے نصرت کرتے تھے کہ خدایا! اس نبی آخر الزمان کے طفیل ہمیں فتح دے رب انہیں فتح دیتا تھا۔ کیونکہ گزشتہ کتب اور پہلے نبیوں نے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلغلہ دنیا میں پھیلا دیا تھا۔ اس آیت پاک میں وہ واقعات یاد دلانے جا رہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے۔ اب جب وہ تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل سے دعائیں مانگنا بڑی پرانی سنت ہے۔ اور ان کے وسیلہ کا منکر یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے اور حضور کے وسیلہ سے پہلے ہی خلق کی حاجت ردائی ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے توسل کو بُرا نہ فرمایا۔ وہ تو محبوب چیز ہے بلکہ انکار رسول پر لعنت کی۔ اس لئے علیہم نہ فرمایا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وسیلہ پکڑنے پر لعنت فرمائی گئی (نور العرفان) تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے۔ بنی اسرائیل اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔ یقولون اللھم انصنا علیھم بالنبی المبعوث انھما النّمان۔ یا اللہ! آخر زمانہ میں مبعوث ہونے والے نبی کے صدقے میں ہمیں فتح دے اور ہماری مدد فرما۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام و نزول انفس ان کا لواء یستفتحون اکی یسألون الفتح والنصرة و كانوا یقولون اللھم افتح علینا و انصنا بالنبی الامی و اباعھما نزلت فی بنی قریظۃ و انفسہم کا لواء یستفتحون علی الاوس و الخزرج ہر رسول اللہ قبل البعث۔ بے شک یہودی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے اور نزول قرآن سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت حاصل ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ یا اللہ! نبی امی کے وسیلہ سے ہمیں فتح

دے اور ہماری مدد فرما۔ اور اس آیت کی شان نزول میں جو حقیقی بات یہ ہے کہ "بنی قریظہ" اور "نضیر" قبیلوں کے لوگ "اوس" اور "خزرج" قبیلوں پر فتح حاصل ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے آپ کی بعثت سے پہلے دعائیں مانگا کرتے تھے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے والے یہودیوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمانے کے بجائے ان کے عمل توسل کو بطور احسان ذکر فرماتا ہے کہ تم میرے محبوب رسول کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تو ان کے وسیلہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور میں ان کے صدقے میں تمہاری دعائیں قبول فرماتا تھا لیکن تم کس قدر احسان فراموش ہو کہ میرے حبیب کی دنیا میں تشریف آوری اور بعثت کے بعد ان کی رسالت ہی کے منکر ہو گئے تو تم منکروں پر میری لعنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل و استمداد اور استعانت اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب عمل ہے۔ یہ قول نجدیہ و ہابیہ۔ شرک و کفر ہرگز نہیں ہے۔ منکرین نجدی و ہابی بتائیں کہ کیا قرآن مجید میں اللہ شرک و کفر کی تائید کر رہا ہے۔ ہاں تو اس ہانکھم ان کستم صادقین۔

واضح رہے کہ توسل و استمداد و استعانت کے ثبوت میں مزید آیات کریمہ پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت سے بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرنا ہے کہ منصف مزاج متلاشی حق کے لئے اس قدر

بھی کافی ہے۔

اس مقام پر فقیر ضروری سمجھتا ہے کہ اولیاء اللہ کے بارے میں وہابیہ غیبیہ کی خرافات کا رد بھی قرآن مجید کی روشنی میں کر دیا جائے۔ نجدی وہابی اولیاء اللہ کے فضائل و برکات، ان کے علوم لدنیہ اور نصرفات و کرامات کا انکار کرتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ، اولیاء کرام کے فضائل، علوم لدنیہ اور ان کی کرامات بیان فرماتا ہے۔ اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

قال اللہ عزوجل۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون ○ الذین آمنوا وکانوا یتقون لہم البشری فی الحیوة الدنیاء فی الآخرة لا تبدل کلمات اللہ ذالک هو القدر العظیم (پ ۱۱ ع ۱۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پیروی گاری کرتے ہیں انہیں خوش خبری ہے۔ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ متنی ہی اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں۔ ان اولیاء اللہ الامتقون و لكن اکثرہم لا یعلمون (پ ۱۸ ع ۹) اس کے اولیاء تو پر پیز گار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔

متیقون کا دوست اللہ

واللہ وحی المتیقین (پ ۱۸ ع ۲۵) اور رُڑ والوں کا دوست

اللہ۔ اولیاء اللہ کے صدقے میں بلائیں دور ہوتی ہیں۔ ولولہ دفع اللہ الناس بعضهم بعضا لفسدت الارض ولكن اللہ ذو فضل علی العالمین (پ ۱۷ ع ۲) اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نیکوں کے صدقے میں دوسروں کی بلائیں بھی دفع فرماتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک صالح مسلمان کی برکت سے اس کے پڑوس کے سو گھر والوں کی بلاد دفع فرماتا ہے۔ سبحان اللہ! نیکوں کا قرب بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ تفسیر خازن (خزان العرفان)

اولیاء اللہ کی دوستی قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہے

الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین

یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تجزنون (پ ۲۵ ع ۱۲) گہرے دوست اس (قیامت کے) دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (یعنی دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے باقی رہے گی ان سے فرمایا جائے گا اے میرے

بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو۔) الذین امنوا بایتنا وکانوا مسلمین ○ ادخلوا الجنة انتم وازواجکم تبعین ورن (پ ۲۵ ع ۱۳) وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیویاں اور تمہاری خاطر میں ہوتیں یعنی جنت میں تمہارا اکرام ہوگا نعمتیں دی جائیں گی۔ ایسے خوش کئے جاؤ گے کہ تمہارے چہروں پر خوشی کے آثار نمودار ہوں گے۔ (تفسیر خزان العرفان)

اللہ اور اس کے رسول اور اولیاء مسلمانوں کے مددگار ہیں

اتما و بیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوة و یؤتون الزکوۃ و هم راکعون ○ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ هم الغالبون ○ (پ ۶ ع ۱۲) اے مسلمانو! تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں (اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار (دوست) بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ و رسول اور

نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے کہ فرمایا ہے۔ والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

اولیاء کو اللہ تعالیٰ علم لدنی عطا فرماتا ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نونؑ مجمع البحرین کے مقام پر پہنچے۔ فوجد عبدًا من عبادنا انیناہ رحمۃ من عندنا وعلیناہ من لدنا علما۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا (جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا یہ حضرت خضر تھے علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا، یعنی غیب کا علم مفسرین نے فرمایا۔ علم لدنی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہیں۔ (خزان العرفان)

اولیاء اللہ کی قوت تصرف و علم و کرامات

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بلانے پر جب ملکہ سبا بالقیس حاضر ہونے کے لئے تیار ہوئی تو اس نے اپنا تخت

جو اسی (۸۰) گز طویل اور چالیس (۴۰) گز عریض اور تیس (۳۰) گز اونچا تھا سو نے چاندی اور جواہرات سے مرصع تھا اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے منقل کر دیئے اور دروازوں پر مسلح پہرے دار مقرر کر دیئے اور بھاری لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوئی مملکہ سیاحب تین میل دور رہ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ یا ایہا الملأئیم یا تبیتی بعشر شہا قبل ان یا تو فی مسلمین۔ اسے دربار بواہم میں کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں؟ ایک بڑا جن جس کا نام عمرہ تھا بولا کہ وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخواست کریں (آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا تھا) اور میں بے شک اس پر قوت والا اور امانت دار ہوں۔ (یعنی مجھے اس تخت کے لانے کی طاقت بھی ہے اور امانت دار بھی ہوں کہ اس تخت میں جو موتی، جواہرات، زمرہ اور سونا چاندی جڑے ہیں ان کو احتیاط کے ساتھ کسی قسم کی خیانت کئے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ اس جن کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی وہاں ہی وہ اپنا قدم رکھتا تھا۔ اس نے حضرت سے اپنی رفتار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں جلد ہی تخت لے آتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے بھی زیادہ جلد لانے والا شخص ہو اس پر آپ کے وزیر آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اللہ کا امّ اعظم

جانتے تھے۔ قال الذی عندہ علم من الكتاب انا ائتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا "میں مملکہ سیاحب کے تخت کو آپ کے پیک جھپکنے سے بھی پہلے حضور میں حاضر کر دوں گا" (وہ تخت دو ماہ کے طویل سفر کے فاصلے پر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "لاؤ حاضر کرو" حکم ملنے ہی حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے وضو کیا اور سجدہ میں جا کر دعا کی اور کہا۔ یا حی یا قیوم۔ بلیقیس کا تخت فوراً آ موجود ہوا۔ فلما لہ مستقر اعندہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب دیکھا تو تخت کو اپنے پاس موجود پایا۔ (پ ۱۹ ع ۱۸) قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ ایک مقام پر رہ کر دروازہ مقامات پر تصرف فرما سکتے ہیں۔ نیز لفظ "ائیک بہ" میں اس تخت کو آپ کے حضور لے آؤں گا" سے مملکہ سیاحب بلیقیس کے تخت والے محل میں جانا بھی ثابت اور تخت لے کر آنا بھی۔ مگر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار سے گئے نہ کہیں سے آئے اس سے تجدید امثال ثابت ہوا جب بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امتی اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو سید الرسل امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اولیاء اللہ کی شان کس قدر بلند ہوگی؟ فتدبر۔ عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از را لہ
تبرجستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے نیز کو راستہ ہی سے واپس لوٹا دیں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا:۔

نہ تیغ و تیر میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

فضائل و کمالات و کرامات اولیاء اللہ کے بارے میں قرآن

مجید میں اور بھی بہت آیات مبارکہ ہیں۔ فقیر یہ نظر اختصار اسی پر لکھا کرتا ہے۔ مسلمان صاحب ایمان کے لئے اتنا کافی ہے۔

لیکن وہابی کس قدر ظالم ہیں کہ وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات

حقہ کے برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ

باسرا ہم العزیز کو من دون اللہ قرار دیتے ہیں۔ میوبان بارگاہ رب

العزت نفوس قدسیہ کو بتوں کے مقام میں شمار کر کے ان سے توسل

و استمداد کرنے والے مسلمانوں کو مشرکین و کفار کے زمرہ میں شامل

کر دیتے ہیں۔ تمام وہابیوں کا پیشوا اسماعیل دہلوی "تقویۃ الایمان"

میں کفار و مشرکین کی مذمت اور بتوں کی تردید میں وارد آیات قرآن

نقل کر کے لکھتا ہے۔ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر

اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک

ہے اور جھوٹا اور ناشکر۔ نیز لکھتا ہے۔ "اللہ صاحب نے کسی کو عالم

میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منبتیں ماننا اور نذر نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا کو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوہیل اور وہ مشرک میں برابر ہیں "مزید لکھتا ہے۔" اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور حق و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے۔ (تقویۃ الایمان ۱۹۱۸ء)

اور نقال وہابیہ۔ ابو خالد نجدی وہابی اپنے کتابچہ قرآنی درس توحید

ص ۱۹ پر لکھتا ہے۔ "اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی کا ولی، امیر، شہید، غوث، قطب

کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت از خود ہے یا اللہ پاک نے ایسی

قدرت ان کو بخشی ہے وہ شخص از روئے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ

مشرک ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی التقریف ہے۔ قرآن حکیم ملاحظہ کیجئے اور

ابو خالد نجدی وہابی اس کے آگے دستور وہابیہ کے مطابق کفار و مشرکین

کی تردید اور بتوں کی مذمت میں وارد آیات قرآن لکھتی شروع کر دیتا

ہے فقیر وہابیہ کے اس فریب کا پردہ چاک کر دینے کے لئے اولیاء

اللہ کے فضائل کے باب میں وارد سینکڑوں روایات حدیث میں سے

چند احادیث بھی پیش خدمت کر دیتا ہے تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔

قیامت کے دن انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے

عن عثمان بن عفان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يشفع يوم القيامة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء (ابن ماجہ) امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین (گروہ) شفاعت کریں گے۔ (پہلے) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر علماء (علماء حق) پھر شہداء وعن ابی سعید ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من امتي من يشفع للغانم ومنهم من يشفع للقبيلة ومنهم من يشفع للعصبة ومنهم من يشفع الرجل حتى يدخلوا الجنة (ترمذی، مشکوٰۃ) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ میری امت سے کچھ ایسے (صالحین) ہیں کہ ان میں سے کوئی جماعتوں کے لئے شفاعت کریں گے اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایک قبیلہ کے لئے شفاعت کریں گے اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دس سے پالیس افراد کے لئے شفاعت کریں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایک شخص کے لئے شفاعت کریں گے حتیٰ کہ اسی طریقہ سے سارے امتی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

صالحین، اولیاء جہنمیوں کو جنتی بنائیں گے

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يصف اهل النار فيمروا بهم الرجل من اهل الجنة فيقول الرجل منهم يا فلان اما تعرفني انا الذي سفيتك شربة وقال بعضهم انا الذي وهبت لك وضوءاً فيشفع له فيدخله الجنة (ابن ماجہ، مشکوٰۃ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں کی قطار بنائی جائے گی پھر ان کے سامنے سے ایک جنتی شخص گزرے گا تو ان جہنمیوں میں سے ایک شخص کہے گا اے فلاں کیا تو مجھ کو پچاؤ؟ نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے پینے کی چیز پلائی تھی اور ان جہنمیوں میں سے کوئی کہے گا میں وہی ہوں جس نے تجھے وضو کرنے کو پانی دیا تھا تو وہ جنتی اس جہنمی کے لئے شفاعت کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقرار کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور ان پر احسانات کیا کرو۔ ان کے پاس بڑی دولت ہے۔ کسی نے عرض کی "یا رسول اللہ! وہ دولت کیا ہے؟" فرمایا ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو یا کپڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دو (طبرانی) مگر بد بخت وہابی کہتے ہیں کہ جو اولیاء اللہ کو سفارشی شفاعت کرنے والا سمجھ وہ مشرک ہے جہنمی ہے اور شرک میں الجھل

کے برابر ہے۔ یہ ہیں تفاوت رہ کز کجاست تا بر کجا

اولیاء اللہ کے ذریعہ خلق کی حیات و موت ،
تعمتوں کا ملنا، مصیبتوں کا دفع کرتا ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے قلب (دل) قلب آدم پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے دل قلب ابراہیم اور پانچ کے دل قلب جبریل اور تین کے دل قلب میکائیل اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جب وہ ایک مرتبہ تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان تین میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا نام مسلمین سے فیہم ریجی ویبیت ویمطر وینبیت ویدفع البلاء انہی تین سو چھپیں (۲۵۶) اولیاء کے ذریعہ خلق کی حیات و موت، مینہ کا برسا، نباتات کا اگنا بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔ (ابن عساکر اور ابوالنعیم فی الحلیہ)

اولیاء ابدال کے وسیلہ سے بارش اور مدد ملتی ہے
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابدال فی امتی ثلاثون بھم تقوہ الارض و بھم تقطرون و بھم تنصرون (معم کبیر فہرانی) ابدال میری امت میں تیس (۳۰) ہیں انہی سے زمین قائم ہے انہی کے وسیلہ سے تمہیں بارش نصیب ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے تمہیں مدد ملتی ہے۔ نیز ایک روایت میں ہے۔ هل تنصرون و تقر ذقون الا بضعفائکم (صحیح بخاری ص ۱۲/۴۴) کیا تمہیں مدد اور رزق کسی اور سبب سے بھی ملتا ہے سوا اپنے ضعیفوں کے؟ ضعیفوں سے مراد فقر اور اولیاء ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لن تغلوا الارض من اربعین سرجلا مثل خلیل الرحمن فیہم تسقون و بھم تنصرون (رواہ الطبرانی فی الاوسط) زمین ہرگز خالی نہ ہوگی۔ چالیس اولیاء سے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پر تو پر ہونگے انہی کے سبب تمہیں مینہ ملے گا اور انہی کے سبب مدد پائے گے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ فیہم ریجی ویبیت ویمطر وینبیت ویدفع البلاء (ابوالنعیم فی الحلیہ) انہی کے ذریعہ حیات و موت، بارش کا برسا، نباتات کا اگنا اور بلاؤں کا دور ہونا ہوا کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء سے
محبت ذریعہ نجات ہے

عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الساعة فقال متى الساعة قال وماذا عندك لها

قال لا شئني الا اني احب الله ورسوله صلى الله عليه وسلم فقال انت مع من احببت قال النس فما فرحنا بشئ فرحنا بقول النبي صلى الله عليه وسلم انت مع من احببت قال النس فانا احب النبي صلى الله عليه وسلم وابائكم وعمركم واسر بول ان اكون معكم بهي اياه و ان لم اعمل بمثل اعمالهم (صحيح البخاري ص ۵۲۱ جلد اول اور صحيح مسلم ص ۳۳۲ جلد دوم) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا "یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟" حضور نے فرمایا اور تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی؟ وہ بولا کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تو اسی کے ساتھ ہو گا جس سے تجھے محبت ہے" حضرت انس فرماتے ہیں ہمیں اور کسی چیز سے اس قدر خوشی نہ ہوئی جتنی خوشی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انت مع من احببت سے ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے محبت رکھنے کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا اور اگرچہ ان کے اعمال کے مثل عمل نہ کروں۔

۹۹، قتل کرنے والے کی مغفرت کا قصہ

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی

صلى الله عليه وسلم قال كان في بني اسرائيل رجل قتل تسعة و تسعين انسانا ثم خرج يسأل فأتى سراجا فسأله فقال هل توبة قال لا تقتله فعمل يسأل فقال له رجل انت قربة كذا وكذا فادركه الموت فذاع بصدره نحوها فاختصمت فيه ملائكة الرحمة وملائكة العذاب فادعى الله الى هذه ان تقرب لي وادعى الى هذه ان تباعد لي وقال قيسوا ما بينهما فوجدوا هذه اقرب بشئ فغفر له (صحیح بخاری جلد اول ص ۴۹۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جو ننانوے (۹۹) انسانوں کو قتل کر چکا تھا پھر اپنے کئے پر نادم ہو کر لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ میں کس کے پاس ہو کر توبہ کروں؟ تو وہ ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے جرم کا ذکر کرنے کے بعد پوچھا کیا میرے لئے توبہ کی کچھ گنجائش ہے؟ راہب بولا نہیں۔ تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور پھر لوگوں سے اپنے جرم کی بخشش سے متعلق پوچھتا پھرا۔ ایک شخص نے اس سے کہا تو فلاں بستی (گاؤں) میں چلا جا کہ وہاں ایسا صالح مرد ہے جہاں تیری توبہ قبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا لیکن راستے ہی میں اسے موت آپہنچی اور وہ زمین پر گرا اور اس نے مرتے مرتے اپنے سینہ کے بل اس گاؤں کی جانب خود کو گھسیٹا۔ اس کے مرنے کے بعد رحمت کے فرشتے

اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ چونکہ یہ شخص فلاں صالح مرد (ولی اللہ) کے ہاں بارہا تھا اس لئے یہ شخص رحمت کا مستحق ہے۔ اور عذاب کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ چونکہ یہ شخص اس ولی اللہ کے حضور میں پہنچا نہیں اس کے جرائم ابھی معاف نہیں ہوئے اس لئے یہ عذاب کا سزاوار ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس گناہوں کی جانب کی زمین کو حکم فرمایا کہ میت کے قریب ہو جا اور دوسری طرف کی زمین کو حکم فرمایا کہ تو اس میت سے دور ہو جا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب سے فرمایا کہ دونوں جانب کے فاصلے کی پیمائش کرو۔ جب انہوں نے پیمائش کی تو میت اس گناہوں کی جانب بالشت بھر قریب نکلی اس پر اس کی مغفرت کر دی گئی۔ آیات قرآن مجید اور احادیث مبارکہ فضائل اولیاء اللہ کے بارے میں اس قدر واضح ہیں کہ ان کی مزید توضیح تحصیل حاصل ہے۔ مگر وہ پایہ نجمیہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ شرک و کفر قرار دے کر رد کر دیتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا مذہب دین اسلام سے جدا گانہ ہے۔ اللہم احفظنا من شر وس الوبیۃ النجدیۃ۔ آمین۔

احادیث سے توسل و استدرا و استغاثہ و نذر غائبانہ اور حیات الانبیاء و الاولیاء کا ثبوت

ماںک و مختار شریعت سرکار دو عالم محمد رسول اللہ کا عمل مبارک صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص مبارک کا کفن دیا اور قبر تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب قبر کھودی گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دست مبارک سے لٹی کھودنے اور مٹی باہر نکالتے رہے آپ لحد میں بیٹ گئے اور دعا فرمائی۔ اللہم اغفر لأمی فاطمہ بنت اسد و وسع علیہا مدخلها بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک انت ارحم الراحمین۔ یا اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اس کے لئے اس کی قبر کو کشادہ کر دے اپنے نبی (محمد) کے صدقہ میں اور ان انبیاء کے صدقہ میں جو مجھ سے قبل گزر چکے۔ پس بیشک تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ نے ان کو اپنی قمیص کا کفن کس لئے دیا؟ فرمایا البستھا لتلبس من ثیاب الجنة و اضطجعت معہا فی قبرھا لا تخففہ عنہا ضغطة القبر۔ میں نے اپنی

قیمص کا کفن انہیں اس لئے دیا تاکہ (اس کے صدقہ میں) انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور میں ان کی قبر میں ان کے ساتھ اس لئے لیٹا تاکہ انہیں تنگی قبر کے عذاب سے نجات دلاؤں، اس روایت کو ابو نعیم نے "معرفۃ الصحابہ" اور دیلمی نے "مسند الفردوس" اور طبرانی نے "جامع کبیر" اور "اوسط" میں اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ بیان صحیح ہے۔ نیز علامہ یوسف بن اسماعیل نہپانی نے "شواہد الحق" میں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے "جذب القلوب" میں نقل فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

① سید المرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے لئے مستحکم وسیلہ ہیں۔
② رحمت للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

③ رحمت للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنے سے دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ عذاب الہی سے نجات ملتی ہے اور مصیبتیں بلائیں دور ہوتی ہیں۔
④ وفات پائے ہوئے مقبولان الہی انبیاء و اولیاء اللہ سے توسل کرنا سنت ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں حق محمد رسول اللہ کنایا حق انبیاء و اولیاء کہنا سنت

ہے۔ شرک ہرگز نہیں ہے جیسا کہ وہابی نجدی کہتے ہیں۔ اگر حق فلاں کہنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی کہہ کر دعا کیوں مانگتے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو شرک کے مٹانے والے ہیں۔ وہابیہ خلیفہ کے شیطانی فتویٰ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ٹھہرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔
⑥ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل مبارک سے توسل غایبانہ کو جائز و مستحسن اور سنت قرار دے دیا ہے۔ اور وہابیہ نجدیہ اسے شرک قرار دیتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہابی کلمہ محمد رسول اللہ پڑھ کر محمد رسول اللہ کے باطنی نافرمان ہیں۔ حضور کی رسالت کے منکر ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے دعوائے ایمان میں سچے، مخلص ہوتے تو توسل کو ہرگز شرک نہ ٹھہراتے۔

⑦ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نفوس قدسیہ کے مستعمل کیئے بھی رافع البلاء ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً
اولیاء اُمت سے توسل کی تعلیم دی ہے

عن امیۃ خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ تعالیٰ

عليه وسلم انه كان يستفتح اى يطلب الفتح والنصرة على الكفار
من الله تعالى بصعاليك المهاجرين (مشکوٰۃ شرح السنۃ طبرانی)

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرا مہاجرین کے وسیلہ
سے کفار کے مقابلہ کے وقت کفار پر فتح و نصرت حاصل ہونے کے
لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد پنجم میں
حضرت علامہ علی قاری محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اى بفقرائهم
وببرکتہ دعائهم وفى النہایۃ اى یتنصر بهم ومنہ قوله تعالى ان
تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وقال ابن الملک بان یقول اللهم انصرنا على
الاعداء بحق عبادک الفقراء المهاجرين وفيہ تعظیم الفقراء والرفیۃ
الى دعائهم والتبرک بوجہهم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے
کفار پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے اور ان
کی دعا کی برکت سے اور نہایت یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے ذریعہ سے مدد چاہتے تھے۔ اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح اور ابن الملک نے فرمایا کہ آپ
یوں فرماتے۔ یا اللہ ہمیں فتح و نصرت دے اپنے بندوں فقراء مہاجرین
کے صدقہ میں اور اس میں فقراء کی تعظیم اور ان کی دعاؤں کی طرف
رغبت اور ان کے چہروں سے برکت چاہنے کی تعلیم دینا مقصود ہے؟
ناظرین انصاف کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسلمانوں کو اپنے
عمل مبارک سے یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار
کیا جائے۔ حل مشکلات اور دفعہ مضائب کے لئے اولیائے کرام سے

دعائیں کرائی جائیں۔ اولیاء اللہ کے چہروں سے برکت چاہی جائے۔ ان نفوس قدیرہ سے تبرک
و توسل کیا جائے لیکن اس کے برعکس منکرین و باہلی ہیں کہ بتوں اور کافروں کے حق
میں نازل شدہ آیات قرآن کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء
اللہ پر چسپاں کر کے انبیاء و اولیاء کو بتوں کی صف میں شمار کریں اور
مسلمانوں کو مشرک کا ٹھہرائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی
و باہلی قرآن کے صریحاً منکر ہیں۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے آیات قرآن کا
غلط استعمال کرتے ہیں۔ قرآن میں تخریف کے مرتکب ہیں۔ غور کا
مقام ہے کہ جن آیات قرآن کی آڑ میں یہ بدعت و باہلی انبیاء و اولیاء
سے وسیلہ اختیار کرنے کو مشرک ٹھہراتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جو صاحب قرآن ہیں۔ جن پر قرآن نازل ہوا جن کے بارے میں
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یعلمہم الکتاب والحکمۃ رسول اللہ لوگوں کو
قرآن و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ خود ان آیات قرآن سے ناواقف
تھے کہ انہوں نے اپنے عمل و ارشادات سے انبیاء و اولیاء سے توسل
و استدراک کی تعلیم دی۔ وہابیہ کے اس طرز عمل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے
کہ یہ لوگ نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ حدیث کو۔ بلکہ اللہ و رسول کو جھٹلاتے
ہیں۔ جن امور کی اللہ و رسول تعلیم دیں۔ اس کی تردید و تکذیب کرتے
ہیں۔ قرآن و حدیث کے خلاف شیطانی توحید کی طرف دعوت دیتے
ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
سے بڑھ کر یہ لوگ توحید کے جاننے والے ہیں اور توحید کے محافظ
ہیں؟ نعوذ باللہ من ہفوات الوہابیۃ۔ ان بدعت و باہلیہ کو کیا حق حاصل

ہے کہ جن امور کو اللہ و رسول عین ایمان قرار دیں ان امور کو یہ لوگ
شرک و کفر ٹھہرائیں۔ یہ بین تفاوت رہ کر کجاست تابجا۔
مزید ملاحظہ ہو۔

حدیث میں۔ یا رسول اللہ پکار کر استدعا و توسل کی تعلیم

عن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلاً ضرباً
البصر اتي النبي صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله ان يعافيني فقال ان
شئت دعوت ان شئت صبرت فهو خير لك فقال فادع الله قال فادع
يتوضأ يستحسن الوضوء ويدعوا بهذا الدعاء اللهم اني استنك واتوجه اليك
بنبيك محمد بنی الرحمة يا محمد اني توجهت بك الي ربی ليقضی لی فی
حاجتی هذه اللهم فشفعه فی (یہ روایت مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک
حاکم، حسن حصین، الترغیب والترہیب، طبرانی، بیہقی، نسائی، ابن خزیمہ،
منذری اور دیگر کتب حدیث میں بھی منقول ہے) ترجمہ۔ حضرت عثمان بن
حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں ایک نابینا آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے
لئے دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے بینائی عطا فرمائے آپ نے فرمایا اگر تو
چاہے تو میں دعا کروں۔ اگر تو چاہے تو صبر کرے کہ یہ تیرے حق میں
بہتر ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیے پس آپ
نے اسے حکم فرمایا کہ بہت اچھی طرح وضو کر اور رب دعا مانگ۔ اے اللہ!

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے
نبی محمد بنی الرحمة کے وسیلہ سے یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب
کی طرف اس لئے متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ آپ کے صدقہ میں میری
اس حاجت کو پورا فرمائے یا اللہ تو ان کی شفاعت میرے حق میں
قبول فرمائے۔

حضرت ملا علی قاری محدث قدس سرہ العزیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
میں فرماتے ہیں واتوجه اليك بنبيك محمد بنی الرحمة ای دافع
الرحمة وكاشف الغمة وشفيع الامة المتعوت بكونه رحمة للعالمين
المرسل الى امة مرحومة من عند ارحم الراحمين۔ قال ابن حجر رحمة
اللہ تعالیٰ علیہ وفی روایتہ یا محمد انی توجهت بک الی ربی ليقضی
بالغیبة ای ربی وقیل بالخطاب لتقع القضاء سأل اللہ اولاً بطریق
الخطاب ثم توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی طریقتہ الخطاب
ثانیاً (سواء التوسل و قال هذا حدیث حسن صحیح عن ربیب و رواه ابن
ماجه والحاكم فی مستدرکہ) ترجمہ۔ اور میں متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف
تیرے نبی محمد بنی الرحمة یعنی جو رحمت کو دور کرنے والے اور غم سے
نجات دینے والے اور امت کی شفاعت فرمانے والے ہیں جن کی
شان میں رحمة للعالمین وارد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں
امت مرحومہ کی طرف۔ ابن حجر علیہ الرحمة نے فرمایا ایک روایت میں
یا محمد انی توجهت بک اور ليقضی غائب کا صیغہ ہے یعنی رب تعالیٰ
میری اس حاجت کو پورا فرمائے اور بعض علماء نے فرمایا لتقضى خطاب

کے بیٹھ سے ہے یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میری اس حاجت کو پورا فرمائیں۔ پھر علامہ قاری نے بطور نص کے فرمایا کہ اس صحابی نے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے بموجب آپ کے ساتھ توسل کیا پھر رسول اللہ کو مخاطب کر کے آپ سے توسل کیا۔ نیز حسن حصین کی شرح "حزرتین" میں حضرت علامہ قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں: "وفی نسخة بصیغۃ الفاعل ای تنقضي الحاجة لی والمعنی تكون سببا لحصول ووصول مراد فی فائدہ مجازی اور ایک نسخہ میں تنقضي بصیغہ الفاعل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ندا کر کے عرض کیا گیا ہے کہ یا رسول اللہ آپ میری حاجت روائی فرمائیں، تو معنی یہ ہوں گے کہ یا رسول اللہ آپ میری مراد کے حاصل ہونے اور حاجت کے پورا ہونے میں سبب اور وسیلہ بن جائیں پس آپ کی طرف حاجت روائی کی نسبت مجازی ہے" واضح رہے کہ اس فرمان نبوی کے بموجب قیامت تک کے لئے جواز ہے کہ مومن اس پر عمل کریں۔ کہیں بھی ہوں کسی زمانہ میں ہوں آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا رسول اللہ" سے خطاب کر کے اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لئے شفیع بنائیں اور اپنے دامن گوہر مراد سے بھرتے رہیں۔

صحابہ کرام کا عمل توسل غائبانہ

محدث طبرانی علیہ الرحمۃ معجم کبیر میں سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی حاجت روائی تھی مگر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف رغبت نہ فرماتے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حاجت روائی کی تجویز پوچھی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو وضو کر کے مسجد میں جا اور دو رکعت نماز پڑھ اور کہہ اللہم فی اسئلتک واتوجہ الیک بنییک محمد بنی الرحمۃ یا محمد اتی توجہت بک الی ربی فی حاجتی لهذا لیقضی فی اللہم فشفعنی فی اور اپنی حاجت بیان کرے اس نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت عثمان غنی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ دربان نے آگے بڑھ کر لیا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اندر لے گیا۔ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے فرش خاص پر بٹھایا اور پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے جو حاجت تھی عرض کی آپ نے روائی فرمائی اور پھر فرمایا: اس کے بعد جو حاجت تم کو ہو کرے ہمارے پاس آیا کہ وہ ہم روائی کر دیں گے۔ پھر اس نے یہ معاملہ حضرت عثمان بن حنیف سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا فرمائی تھی سو اسی حدیث پر عمل کر کے یہ دعائیں نے تم کو بتائی ہے ورنہ میں نے تمہاری بابت کوئی سفارش نہیں کی ہے۔

اس حدیث کو محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا۔ اس کے فوائد بیان فرمائے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز "مغذی القلوب" میں فرماتے ہیں۔ اکثر صحابہ کرام علیہم السلام نے اور اکثر تابعین نے اس پر عمل فرمایا ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل غائبانہ اور یا رسول اللہ کہہ کر اپنی مشکلات کے حل اور قضاائے حاجات کے لئے آپ کی خدمت میں شفاعت کے لئے عرض کرنا سنت ہے۔ پس جو شخص توسل غائبانہ کو ناجائز اور شرک بتاتا ہے وہ خود خلاف سنت اور منکر حدیث و قرآن ہے۔

خلاف پیغمبر کے رہ گزیدہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

جو کچھ چاہو مجھ سے مانگو

صحیح مسلم ص ۱۹۳ جلد اول۔ سنن ابوداؤد۔ سنن ابن ماجہ۔ معجم کبیر طبرانی اور مشکوٰۃ المصابیح باب السجود و فضلہ میں روایت ہے۔ سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ ینتہ بوضوئہ و حاجتہ فقال لی

سل (ولفظا مطبوعا) فقال یومایا ربیعہ سلنی فاعطیک قال فقلت استلک مرا ففقت فی الجنة فقال او غیر ذالک قلت ہونالک قال فاعنی علی نفسک بکثرة السجود۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا۔ ایک دفعہ جب کہ میں آپ کے لئے وضو کرنے کے لئے پانی اور ضرورت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا "اے ربیعہ جو کچھ تو چاہے مجھ سے مانگ لے تاکہ میں تجھے عطا فرماؤں" میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا "اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتا ہے (تو وہ بھی مانگ لے) میں نے عرض کی "میری تمنا تو بس یہی ہے" حضور نے فرمایا "پس تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجدے سے" مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حضرت علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یؤخذ من احادیثہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر بالسؤال ان اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خلائق الحق۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مانگنے کا حکم مطلقاً دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بے شک اللہ نے آپ کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اللمعان شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ از اطلاق سوال کر فرمود سل و تخصیص نہ کر دہ مطلوبہ خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ہرچہ خواہد

ہر کرا خواہر باذن پروردگار خود بدید۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسی چیز کی تخصیص فرمائے بغیر مطلقاً فرمانا کہ مانگ! سوال کر! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے کام حضور کے دستِ ہمت و کرامت (اختیار) میں ہیں جو کچھ چاہیں، جس کو چاہیں باذن اللہ عطا فرمائیں۔ اور یہ شعر تحریر فرمائے ہیں۔

اگر غیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری

بدر گاہش بیا و ہر چہ خواہی تمنا کن

اے مسلمان اگر تجھے دنیا و آخرت کی بہتری مطلوب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور جس چیز کی تجھے تمنا ہے حضور سے مانگ لے۔ اس کے بعد قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر نقل فرمایا۔

فَاتَّ مِنْ جَوْدِكَ الدُّنْيَا وَصُفَتْ نَفْسَا

وَمِنْ عِلْمِكَ عَلِمْنَا لَوْحَ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ بے شک آپ کی عطا و بخشش اس قدر وسیع ہے کہ اگر آپ کسی کو تمام دنیا بخش دیں تو یہ آپ کی بخشش و عطاریں سے ایک حصہ ہے اور لوح و قلم کے علوم آپ کے علوم کی وسعت کے مقابلہ میں بمنزلہ ایک سطر کے ہیں، بے شک دنیا اور اس کی سوت جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے منجملہ آپ کی عطار کے ہے۔ نہ آپ ہوتے نہ دنیا و آخرت پیدا ہوتی۔ حدیث قدسی

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”لَوْلَا اَنْتَ لَمْ اُظْهِرْ الرُّبُوبِيَّةَ وَلَوْلَا اَنْتَ لَمْ اَخْلُقْتَ الْاَفْلَاقَ“

اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا، اور منجملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح و قلم ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی پاکیزہ عقائد ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور محدثین و علماء حق کے۔ لیکن نجدی و ہالی چوتکا بن عبد الوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں اس لئے ان عقائد حق کے منکر ہیں۔ انہی کی طرح محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء اللہ کی تنقیص و توہین کے مرتکب ہو کر بھلاقی ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بضم جود من الدین کما یسرق السیف من الرمیۃ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے نیز شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ دین حق سے خارج ہو چکے ہیں۔ ان کو قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات میں شرک ہی شرک سمجھائی دینا ہے۔ قرآن و حدیث میں محبوب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل و نداء، استغاثہ و استدعا اور مزارات مقدسہ سے حصول فیض و برکات اور حاجت روائی کے لئے ان سے استعانت کی واضح تعلیم موجود ہے مگر یہ سب امور تعزیرات و مایہ کی رو سے شرک و کفر میں داخل ہیں۔ دراصل وہ مایہوں کے دل و دماغ پر شیطان مسلط ہے اور اسی نے ان کو توحید رحمانی سے نکال کر شیطانی توحید کے چکر میں ڈال رکھا ہے۔

لہذا حق تعالیٰ نے بھی ان کے ہر اکم کی پاداش میں ان سے حق و باطل میں تمیز کرنے کی استعداد و صلاحیت سلب کر لی کہ محبوبان الہی کی شان میں تنقیص و توہین کرنے والے کہیں عذاب بہیم سے بچ نہ جائیں۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ثمر لا یعودون یہ لوگ دین سے نکل جانے کے بعد دوبارہ دین میں لوٹ کر نہ آئیں گے۔ یعنی انہیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہ دی جائے گی اور مرتے وقت تک ان کو توبہ کرنے کی توفیق حاصل نہ ہوگی۔

اعاذنا اللہ من ذلک۔

استمداد و استعانت و ندر غائبانہ

محدث طبرانی "معجم صغیر" میں شارح صحیح بخاری امام نصر طلاق "مواہب اللدنیہ" میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہم) النبوة میں روایت فرماتے ہیں "حضرت مہمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے لٹیک، لٹیک، لٹیک تین بار فرمایا۔ اور میں نے آپ کو تین بار نفرت، نفرت، نفرت (تیری مدد کی گئی تیری مدد کی گئی) فرماتے سنا۔ حضور وضو فرما کر تشریف لائے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے سنا کہ حضور کلام فرما رہے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی فریاد کر سنے والا مجھ سے بنی کعب سے

ہے۔ خزاہیوں سے کہ مجھ سے نصرت طلب کرتا ہے، کہتا ہے کہ قریش نے بنی بکر کی اعانت کی، اور ہم پر شب خون مارا۔ تین دن کے بعد عمر بن خراعی چالیس سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آیا کہ جو کچھ گزرا اس کی آپ کو خبر دے اور امداد چاہے اور نصرت طلب کرے۔ (طبرانی ص ۲۰۱)

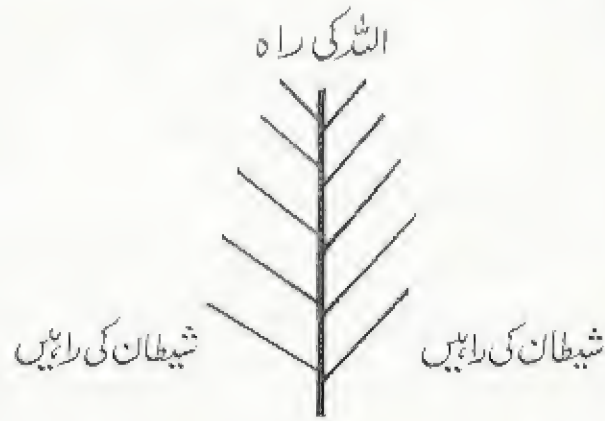
اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور دراز مقامات سے پکارنا۔ آپ سے فریاد کرنا۔ آپ سے مدد طلب کرنا ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دور دراز سے پکارنے والوں کی پکار و فریاد کو سنتے اور امداد فرماتے ہیں نیز یہ کہ دور دراز مقامات سے استمداد و استعانت کرنے والوں کے نام، ان کے حسب و نسب اور ان کے احوال کو جانتے ہیں۔ یہ تمام امور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان محدثین و علمائے امت علیہم الرحمۃ کا بالانفاق ان امور پر ایمان و یقین ہے۔ لیکن بد بخت وہابی ان کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منکرین و بلائیمہ کا دین و ایمان وہ نہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور جس پر تمام امت قائم ہے۔ وہ بلائیمہ نجدیہ کا اسلام، قرآن و حدیث کے بیان کردہ اسلام کے مخالف ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرۃ من الخسیرین (پ ۱۷۳ ص ۱۷) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور

وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے، تو وہابیہ منکرین کا دعوئے اسلام نامنفیول و مردود ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان سے بچ کر رہیں ان کی خرافات پر کان نہ دھریں۔ ان دین و ایمان کے راہزنوں سے اپنا دین و ایمان بچائیں۔

دین و ایمان کے راہزن نجدی وہابی مکاری و فریب کاری سے کام لیتے ہوئے قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں قرآن و حدیث کی بتائی ہوئی سیدھی راہ (صراط مستقیم) سے ہٹا کر گمراہی کی شیطانی راہ دکھاتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر ان کا دین و ایمان برباد کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابو خالہ نجدی وہابی کی مکاری و فریب کاری

دیکھئے کہ اس نے اپنے کتابچہ: "قرآنی درس توحید" کے صفحہ ۹ پر زیر عنوان: سیدھی راہ لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بڑے غیر خواہ مخہ حضو نے ہر طریقے سے امت کو نیکی کی طرف بلایا۔ بھلائی کی دعوت دی اور سیدھی راہ بتائی۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک سیدھی بیکر کھینچی اور اس بیکر کے دہانے ترچھی بکیریں کھینچیں اور بائیں بھی ترچھی بکیریں کھینچیں اس طرح (صفحہ ۱۱ پر)



اس کی حدیث اس طرح ہے۔ وعن عبد اللہ ابن سعید قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال هذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن بیئته وعن شمالہ وقال هذا سبیل علی کل سبیل منها شیطان یدعو الیہ وقل ان هذا صراطی مستقیما فاتبعوا۔ (الایہ احمد)

نسائی، دارمی، عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا پھر فرمایا راہ یہ اللہ کی ہے (یعنی یہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے) پھر آپ نے اس (سیدھے) خط کے دائیں اور بائیں چند (ترچھے) خط کھینچے اور فرمایا یہ راہیں ہیں ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے پکارتا ہے اس راہ کی طرف۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی وان هذا صراطي مستقيما فاتبعہ۔ اور تحقیق یہ ہے راہ میری سیدھی پس پیروی کرو اس کی، یعنی حضور نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے دائیں اور بائیں کئی ترچھی لکیریں کھینچیں پھر درمیانی لکیر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا یہ راہ اللہ کی ہے اور ترچھی راہوں کو شیطانوں کی راہیں فرما کر یہ آیت پڑھی وان هذا صراطي مستقيما فاتبعہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذلکم وضکم بہ لعنکم تنفقن۔ (پ ۸ ع ۲ الانعام) اور (خدا نے فرمایا) کہ یہی (پیغمبر کی تابعداری) ہے راہ سیدھی میری پس چلو اسی پر اور مت چلو اور راہوں پر کہ (یہ راہیں) تم کو خدا کی راہ سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دیں گی۔ یہ بات (نبیوت) کی ہے کہ حکم دیتا ہے خدا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم (جہنم سے) بچ جاؤ حضور نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ کہا یعنی وہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے یہی نجات پانے والوں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، نیکو کاروں کی راہ ہے، ابو خالد نجدی وہابی نے جو حدیث اور آیت مبارکہ کبھی بالکل صحیح و درست ہے مگر اس

کے آگے پھر وہابیانہ مکاری و فریب سے کام لیتے ہوئے مشرکین و بتوں کی تردید و مذمت میں نازل شدہ آیت مبارکہ قل انا ایتم سا تدعون من دون الله اسوفی ما ذا خلقوا من الارض امر لہم شرک فی السموات ایتونی بکتاب من قبل هذا واثرة من علم ان کنتم فاضلین ومن اضل ممن یدعو من دون الله من لا یتعبد لہ الا لہو الفیئۃ وہم عن دعائہم غفلون (الاحقاف پ ۲۶) لکھ کر محبوبانِ خدا انبیاء و اولیاء کو بتوں کی جگہ اور مسلمانوں کو مشرکین میں شمار کرنے کی شیطانی حرکت کر دی ہے جو کہ تمام نجدیہ وہابیہ کا باطل و مذموم طریقہ ہے۔ نجدی وہابیوں کا مسلمانوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرنے کا یہی وہ طریقہ ہے جسے بعض کم علم و کم فہم مسلمان نہ سمجھتے ہوئے ان کے شیطانی فریب میں آجاتے اور اپنا دین و ایمان برباد کر بیٹھتے ہیں۔

لنعود باللہ من مکائد الوہابیہ۔

ابو خالد نجدی اگر صاحب ایمان ہوتا تو سیدھی راہ اختیار کرتا۔ ترچھی لکیروں والی حدیث کے ساتھ اس کی تشریح کرنے والی حدیث کو لکھتا جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثلاثین وسبعین ملتة وتفرقت امتی علی ثلاث وسبعین ملتة کلہم فی الناس الاملۃ واحدۃ قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ سواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب الاعتصام) یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت

تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سوائے ایک فرقہ کے سب دوزخی۔
صحابہ نے پوچھا وہ ایک کون فرقہ ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ وہ جس
پر میں اور میرے صحابہ ہیں، یعنی جس فرقہ کے عقائد و اصول اعمال
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ علیہم الرضوان کے مطابق ہوں
وہ جنتی ہے۔ باقی سب فرقے بے دین بھی۔ فرقہ ناجیہ ہونے کے
لئے حضور اور صحابہ ایمان کی کسوٹی ہیں۔ چونکہ اس روایت حدیث
سے خارجیت۔ نجدیت و ہابیت وغیرہ تمام گمراہ ویسے دین فرقوں کا
بیڑہ غرق ہوتا ہے اس لئے ابو خالد نجدی و ہابی نے اس روایت
کو بکھنے کے بجائے بے موقعہ و بے محل دو آیات مبارکہ جو مشرکین
اور بتوں کی تردید میں نازل ہوئیں بکھ کر کمال مکاری و فریب
کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے واضح ہے کہ
شاہراہ اسلام، صراطِ مستقیم، اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی سیدھی راہ وہی
ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان
کی راہ ہے۔ بفضلِ تعالیٰ اہل سنت و جماعت فرقہ ناجیہ ہیں کہ اسی راہ
پر قائم ہیں۔ نجدی و ہابی اس سیدھی راہ کو شرک و کفر ٹھہراتے ہیں اس
لئے جہنمی ہیں۔ بمصدق حدیث: یخرجون من الدین کما یخرج السهم
من الرصیۃ۔ دین اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اہل اسلام پر لازم
ہے کہ ان سے دور رہیں۔ ان کو اپنے قریب نہ آنے دیں نہ ان کی
بات سنیں نہ ان کی تقریر و تحریر پر یقین کریں کہ یہ لوگ مسلمانوں کو

جہنم کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ ”یوان کی بات مانے گا یہ اسے جہنم میں دھکیل دیں گے“

احادیث سے ”سیدھی راہ“ کی توضیح مزید

گزشتہ صفحات میں قرآن مجید و حدیث شریف سے توسل
و استمداد، استغاثہ و نداء کا ثبوت واضح کیا جا چکا ہے۔ تاہم توضیح
مزید کے لئے مزید چند احادیث صحیحہ ذریعہ کی جاتی ہیں تاکہ منکرین
پر اتمام حجت ہو جائے اور مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو۔
بیہقی نے مندرجہ کے ساتھ ”دلائل النبوة“ میں اور بیہقی
نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
نقل فرمائی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک
اعرابی نے حاضر ہو کر یوں فریاد کی ہے۔

أنتیناک والعزماء یدمی لبایہا
وقد شغلتم ام الصبی عن الطفل
والفتن یلغیہا الفتی لاسنکانه
من الجوع ضعفا لا یسر ولا یعل
ولیس لنا الا ایک فلرنا
واہن فراس الخلق الا انی الرسل
یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں شدتِ قحط کی ایسی حالت

میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں) کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے۔ مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں رجوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسے گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت کے وقت بھاگ کر جائیں؟ اور خود مخلوق کو جانے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسول کی بارگاہ میں؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فریاد سن کر بعثت منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا۔ ابھی آپ کے ہاتھ مبارک جھک کر گلوئے پر نور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ امڈا اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”حوالینا لعلینا“ (اے بادل) ہمارے ارد گرد برس برس ہم پر نہ برس؟ فوراً ابر مدینہ پر سے کھل گیا۔ اس پاس گھرا تھا اور مدینہ پر سے کھلا ہوا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور سکرا لے اور فرمایا: اللہ کے لئے ہے خوبی البوطالب کی اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنا لے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو البوطالب نے آپ کی نعت میں عرض کئے تھے؟

واہیض یستسقی الغمام بوجہہ
شمال الیتاحی عصمۃ للامم
تلوذ بہ العلال من الہاشم
فہم عندہ فی نعمة وفضل

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تنہا ہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ ان کے پاس ان کی نعمت و فضل میں بسر کرتے ہیں؟ اشعار سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اجعل ذالک اسدت، ہاں یہی نظم ہمیں مفقود تھی؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ البلاد اور جائے پناہ اور حل مشکلات کا ذریعہ اور مددگار جانتے اور ان القایات کے ساتھ آپ کے حضور میں مشکل کشائی کی درخواستیں عرض کرتے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ یہ شرکیہ عقائد ہیں میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟ مجھ سے کیوں فریاد کرتے ہو؟ براہ راست اللہ کو پکارو بلکہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ علیہم الرضوان کے ان امور پر ناراض ہونے کے بجائے

خوش ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے حاجت براری کرا دیتے اور مشکل کشائی فرماتے۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اٰجَمَعِیْنَ۔**

نیز ملاحظہ ہو۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۳۹ اور مسلم شریف جلد

اول صفحہ ۲۹۴

حدیث مبارکہ کا ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پس لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے (اور شدت تکلیف سے فریاد کرتے ہوئے) بیچ اٹھے اور انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! بارش بند ہے۔ (جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا ہے) اور درخت خشک ہو کر ان کا رنگ بدل گیا (سرخ ہو گئے) بولشی ہلاک ہو گئے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ بارش برسائے پس حضور نے فرمایا: یا اللہ ہمارے لئے بارش برسا دے (اس طرح) دوبار فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم (اس وقت حالت یہ تھی کہ) ہمیں آسمان میں بادل کا نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا پس (حضور کے اس طرح فرمانے سے) بہت عظیم بادل چھا گیا اور (فی الفور) برسنے لگا۔ حضور منبر سے اترے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ پس جب لوٹے تو بارش بند نہ ہوئی دوسرے جمعہ تک برستی رہی پس جب (دوسرے جمعہ کے روز) حضور خطبہ ارشاد فرماتے لگے تو لوگ بیچ اٹھے اور فریاد کی "مکان گر گئے" (زیادہ پانی کی وجہ سے) راستے بند ہو گئے آپ اللہ

سے دعا فرمائی کہ وہ ہم سے بارش کو روک دے پس حضور مسکرائے اور فرمایا: اے اللہ! ہمارے گرد و نواح میں، نہ ہم پر نہ پس (فوراً) مدینہ پر سے بادل چھٹ گیا (ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بادل کو انگلی کے اشارے سے جس طرف پٹنے کا اشارہ فرمانے بادل اسی طرف ہٹ جاتا) پس بارش ہمارے گرد و نواح میں برسنے لگی اور مدینہ منورہ پر ایک قطرہ بارش کا نہ گرتا۔ پس میں نے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ گویا تاج پہنے ہوئے ہے، کیونکہ مدینہ منورہ کے گرد اگر بادل چھایا ہوا تھا اور مدینہ پر سورج چمک رہا تھا جس کی کرنوں سے بادل مختلف رنگوں میں چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوئیں۔ اول یہ کہ مشکل کے وقت مشکل کشائی کے لئے بارگاہ رسالت میں اجتماعی طور پر فریاد کرنا سنت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ دوم یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس دنیا میں بھی ہماری مشکل کشائی اور حاجت روائی کا ذریعہ ہے اور آپ کا وسیلہ پکڑنے سے مخلوق کی پکار اور فریاد یقیناً سنی جاتی اور مقبول ہوتی ہے۔ سوم یہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کو براہ راست پکارنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی حاجات عرض کر کے حاجت روائی کے لئے آپ سے التجا کی جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے لئے شفاعت فرمائیں۔ چہاں یہ کہ بارگاہ رسالت میں عرض و

معروض کے لئے قیام کرنا سنت ہے کہ صحابہ کرام بیٹھ ہوئے
خطبہ سن رہے تھے مگر درخواست پیش کرتے وقت بیٹھ نہ رہے
بلکہ کھڑے ہو گئے اور حضور نے یہ نہ فرمایا کہ بیٹھے بیٹھے عرض کرو
کھڑے کیوں ہوتے ہو؟ پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علو شان کا مظاہرہ منظور
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھنے اور جاننے کے باوجود کہ مخلوق بارش
نہ ہونے کی وجہ سے قحط کی مصیبت میں مبتلا ہے ان پر رحم فرما کر
بارش نہ برسائی جب تک صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں مل کر
فریاد نہ کر لی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی دعا کو شرف
قبولیت بخش کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت نہ فرمائی اور جب
حضور کی شفاعت سے بارش ہوئی تو اس طرح برسی کہ ایک ہفتہ
تک مسلسل برستی ہی رہی اب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھنے اور جاننے
کے باوجود کہ کثرت بارش کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے، مکان گر
رہے ہیں، راتے مسدود ہو گئے، بارش کو موقوف نہ فرمایا یہاں
تک کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پھر بارگاہ رسالت میں قیام
کر کے فریاد کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی عرض قبول
کرتے ہوئے بارگاہ الہی میں ان کی شفاعت فرمائی تو اللہ تعالیٰ
نے بارش کو روک دیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے شک غفور الرحیم
ہے مگر ان صفات کا ظہور و صدور حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور ان کی رضا پر موقوف ہے۔ اعلیٰ

حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔
ہے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط، غلط یہ ہو س بے بصر کی ہے

سواد بن قارب نے یہ قصیدہ رسول اللہ کے سامنے پڑھا

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ جس کو
طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے۔ ورواہ البیہقی فی دلائل النبوة و
ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ یہ قصیدہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر سنایا تھا۔ اس کے چند اشعار
درج ذیل ہیں۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرَهُ
وَإِنَّكَ مَا مَوْنٌ عَلَىٰ كُلِّ غَائِبٍ
وَإِنَّكَ أَدْنَىٰ الْمَدَّةِ سَلْبِينَ وَسَبْعَةً
إِلَى اللَّهِ يَا بَيْنَ الْأَكْمَرِ مَبِينِ الْأَطَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں
ہے اور اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر غیب
پر امین بنایا ہے، اے کرم ترین اور پاکیزہ ترین ہستیوں کے تحت
جگر اور نور نظر آپ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں سب انبیاء و مرسلین
کی نسبت اقرب و اقدم و سلبہ ہیں۔

فَمَنْ دَايَمًا يَأْتِيَنَّكَ يَا خَيْرُ مُرْسَلٍ
وَأَنْ كَانَ فِيمَا فِينَا شَيْبٌ الشَّوَابِ

لہذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے احکام کا امر فرمائیں۔ اے سب رسولوں سے بہتر و برتر اگرچہ ان نازل شدہ احکام کے ساتھ مکلف ہونے میں اس قدر محنت و مشقت ہی کیوں نہ ہو جو جوانوں کو بڑھاپے کی حدود تک پہنچا دے۔

وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا دُفْعَاءَ
بِمَعْنٍ فَنَيْلًا عَنْ سَوَادِ ابْنِ قَارِبٍ

اور اس دن مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کرنا جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد ابن قارب کو ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اشعار کو سنا جن میں آپ کو ہر غیب پر امین اور اقرب و اقدم و سید بیان کیا گیا ہے اور کن فی شفیعا عرض کیا گیا۔ اور حضور نے ان باتوں کو توحید کے منافی اور شرک و کفر بتا کر ان سے منع نہ فرمایا بلکہ ان پر مہر تصدیق ثبت فرمادی لیکن نجدی وہابی ان باتوں کو توحید کے منافی اور شرک و کفر ٹھہراتے ہیں۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ یہ ضال و مضل، بیدھی راہ، صراطِ مستقیم سے ہٹ کر شیطانی راہ پر گامزن ہیں۔ ما انا علیہ واصحابی کے مخالف ہیں۔ ان کے جہنی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور کے سامنے یوں عرض کی۔

یا مَن مَعْتَمِدٍ وَعَصِيَّةٌ لَا تُدْ
يَا مَنْ تَخَيَّرَ إِلَهًا لِيَخْلُقَ فَحَبَاةً بِأُخْلُقِ الرَّكِي الطَّائِرِ
أَنْتَ النَّبِيُّ وَخَيْرُ عَصِيَّةٍ آدَمَ يَا مَنْ يَجُودُ كَفَيْضِ بَحْرِ نَارِ
مِيكَالَ مَعَكَ وَجِبْرِئِيلَ كَلَاهَا مَدَدُ لِنَصْرِكَ مِنْ عَزَائِقِ قَادِرِ
(الاصابہ جلد اول صفحہ ۲۶۴) اور "الروض الالف" صفحہ نمبر ۹۱ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں اے معتمد سہارے اور اے ہماری وہ محفوظ جگہ پناہ۔ جہاں آدمی کو محفوظ جائے پناہ مل سکے۔ اے وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے منتخب فرمایا پھر اس ہستی سے اپنی برگزیدہ و پاکیزہ مخلوق میں سب سے زیادہ محبت فرمائی۔ آپ غیب کی خبریں دینے والے اور اولادِ آدم علیہ السلام میں سب سے اچھے ہیں۔ اے وہ جو ٹھٹھا ٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند سخاوت فرماتے ہیں۔ میکائیل اور جبرئیل علیہما السلام دونوں آپ کی مدد میں ہیں غالب قدرت والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے۔ اللّٰهُمَّ اَكْبِدْهُ بِرُوحِ الْفَدَّيْنِ

”یا اللہ۔ حسان کی روح القدس سے مدد فرما“

حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے یہ نعت پڑھی

یہ نعت مبارک قصیدہ ”بانت سعاد“ کے نام سے معروف
و مشہور ہے۔ اس کا مطلع ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

متیم اشرها لم یفقد مکیول

قال۔ انبت ان رسول اللہ اوعذنی

والعفو عند رسول اللہ مامول

ان الرسول لنور یتضاء بہ

مہند من سیوف اللہ مسلول

فی عصبة من قریش قال قائلہم

بیطن مکة لما اسلموا ذلول

یمشون مشی الجمال الزہر یصمہم

ضرب اذا عرد السود تنابیل

حضرت ابو بکر ابن الانباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں

ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لنور یتضاء بہ

مہند من سیوف اللہ مسلول

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چادر اوڑھی ہوئی تھی

اتار کر حضرت کعب کی طرف پھینک دی (بطور انعام عطا فرمادی)

چند روز بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو دس ہزار درہم بھیج کر فرمائش کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی چادر مبارک مجھے دے دیں۔ حضرت کعب نے درہم واپس

کر دیئے اور فرمایا ما کنت لاوتہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدا۔

میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمائی ہوئی چیز کسی کو دینا

پسند نہیں کرتا، بہ وقت وفات حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد

کو وصیت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر معاویہ کو دے

دیں۔ جب انہوں نے چادر مبارک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پہنچائی

تو انہوں نے بطور شکرانہ بیس ہزار درہم ان کو عطا کئے۔ حضرت کعب

بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لغتہ اشعار کا ترجمہ: مجھے مطلع کیا گیا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور

معاف کر دینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے آسان ہے۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نور ہیں جس

سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور نیام سے کھینچی ہوئی اللہ کی

تلواروں میں سے ایسی نیز تلوار ہیں جیسی ہندی فولادی تلوار

ہوتی ہے۔

قربش کی جماعت میں سے کہنے والے نے مکہ کی راہ میں
جب وہ مسلمان ہو کر ہجرت کر رہے تھے یہ بات کہی تھی کہ دشمن سے
علیہ ہو جاؤ۔

جیسے سفید اونٹ جلدی اور وقار سے چلتا ہے اسی طرح وہ
(صحابہ کرام علیہم الرضوان) چلتے تھے اور دشمن کے حملہ سے اپنے آپ
کو بچاتے تھے جبکہ کفار کی جماعت اپنے گھروں کو بھاگ رہی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حضرت زبیر بن صرور رضی اللہ عنہ کی فریاد و استغاثہ

أَمُنْتُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي كَرَمٍ
فَاتَكَ الْمَرْءُ نَزَّجُوهُ وَكَذَّبُوهُ
أَمُنْتُ عَلَى بَيْضَتِهِ قَدْ عَاقَبَهَا قَدَرٌ
مُشْتَكٍّ شَقَلَهَا فِي دَهْرٍهَا عَيْنٌ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم بہرا حسان فرمایئے اپنے کرم
سے کہ حضور ہی وہ مرد کامل و جامع فاضل و محاسن شامل ہیں جس سے
ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔ اسان فرمایئے
اس خاندان پر کہ تقدیر جس کی آڑے آئے اس کی جماعت تترتیر ہو گئی
ہے ۵

إِنْ لَّمْ تَدْرِ كَيْفَهُ فَعَمَاءُ تَشْتَرُهَا
يَا أَرْبَجَ النَّاسِ حُلْمًا جَبِينًا يَكُنْتُمْ

اگر حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام
فرمادیا ہے ان کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ اسے
آزمائش کے وقت زیادہ عقل رکھنے والے، (الامن والعلی صفحہ ۶۸)
غور کا مقام ہے کہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے صحابہ
کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا" صرف نذر
سے پکارتے ہیں۔ حضور کو مصیبت زدوں کے لئے محفوظ جگہ بنانا،
مختاروں کو عطا فرمانے والے بحر متواج کی مانند سخاوت فرمانے والے
مایوس پریشان حال والوں کے لئے امید گاہ کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے استمداد و استعانت کرتے ہیں۔ باطل اور اسلام کے دشمنوں
کے لئے حضور کو ہندی فولاد کی تیز تلوار سے زیادہ تیز۔ زیادہ کاٹ دار
شمشیر بے نیام کہتے ہیں۔ حضور ان کے ان عقائد کی تردید نہیں
فرماتے ان کو ان باتوں سے منع نہیں فرماتے بلکہ ان کو انعامات
سے نوازتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس نجدی و بانی ان عقائد کو
صریحاً شرک و کفر قرار دیتے نہیں شرماتے۔ صحیح العقیدہ مسلمانوں
کو مشرک اور خود کو سچے مسلمان قرار دیتے ہیں۔

حضرت کعب بن زہرہ رضی اللہ عنہ کی نادر غائبانہ واستغاثہ واستمداد یا رسول اللہ الممدد

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "قنسرین" سے حضرت کعب بن زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر فتح "حلب" کے لئے روانہ کیا اور فرمایا: میں بھی تمہارے پیچھے چلا آ رہا ہوں۔

ادھر "یو فتنا" حاکم حلب کو جاسوسوں سے خبر ملی کہ عرب ایک ہزار کے لشکر سے حلب فتح کرنے آ رہے ہیں اور شہر سے چھ میل دور رہ گئے ہیں۔ یو فتنا نے اپنے آدھے لشکر کو ساتھ لیا اور آدھا لشکر پیچھے مقرر کیا اور مقابلے کے لئے آیا۔ حضرت کعب نے فرمایا: میرے اندازے کے مطابق دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے جس سے ہمارا مقابلہ ہے۔ لڑائی شروع ہوئی تو دشمن کے پاؤں اکھڑنے لگے اور مسلمانوں کو فتح کا یقین ہو گیا۔ مگر اسی وقت یو فتنا کا باقی نصف لشکر بھی آپڑا جس سے کچھ مسلمان گھبرا گئے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر پکارنا شروع کیا: یا محمد۔ یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انون معاشرۃ المسلمین انشأنا فی ساعۃ ویا فی النصر وانشأنا العلوک اور مسلمان فتح یاب ہو گئے۔ (فتوح الشام مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۱) اے محمد اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اے اللہ کی مدد نازل ہو جا۔ اے مسلمانو! ثابت قدم رہو یہ محض ایک ساعت کی آزمائش ہے۔ مدد آ رہی ہے اور تم فتح یاب ہو۔ تاریخ ابن جریر میں بالصرحت مذکور ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ شعار تھا کہ جنگوں لڑائیوں میں یا محمد پکارا کرتے تھے۔ "ان الصعابۃ بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان شعارہم فی الحروب یا محمد" (تاریخ ابن جریر)

نجدی وہابی کے دھرم میں یہ سب باتیں شرک و کفر ہیں۔ چنانچہ نافوس و بابیہ ابو خالد اپنے کتابچہ کے صفحہ ۱۵ پر لکھتا ہے: اگر کوئی کسی نبی، ولی، پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے۔ اٹھتے بیٹھتے ہر دم اس کا نام چمے۔ نزدیک یا دور سے اس کو پکارے۔ مصیبت کے وقت اس کی دہائی دے۔ دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے۔ وہابیہ غیبیہ کے دھرم کے مطابق سب صحابہ کرام علیہم الرضوان تو کیا خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مشرک ٹھہرتے ہیں۔ اس کے باوجود درود وہابی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ ہم ہی سیدھی راہ پر ہیں۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔ حقیقتہً نجدی وہابی قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔ ان کا مذہب، خارجیوں کا مذہب ہے۔ مذہب اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں

کو ان کے مکرو فریب سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

یا محمد ہماری مدد فرمائیے

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ "عیون الحکایات" میں ابو علی حمزہ سے روایت فرماتے ہیں ملک شام میں تین بھائی اپنے وقت کے بڑے بہادر اور پہلوان تھے۔ کفار کے ساتھ ہمیشہ جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ شاہ روم نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا۔ اور کہا۔ تم دن بھر کی قبول کر لو تو میں اپنے ملک کا کچھ حصہ دے دوں گا اور اپنی لڑکیوں کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ ان تینوں بھائیوں نے انکار کر دیا اور اس مصیبت سے رہائی پانے کے لئے یوں دہائی دی۔ قابو و قالوایا محمد کا۔ یا محمد ہماری مدد فرمائیے (شرح الصدور۔ امام محدث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ

سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو فصحاء الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطریق ینادون یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔ (صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۴۱۹) عورتیں اور مرد

اپنے گھروں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے، اور بچے اور نوجوان اور تمام گلیوں راستوں میں پھیل گئے اور سب کے سب کے یوں (استغاثہ) غرے لگاتے ہوئے پکارنے لگے۔ یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو منع نہ فرمایا کہ یا محمد یا رسول اللہ پکار کر شرک کر رہے ہو۔ تو پھر نجد یہ وہابیہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یا محمد یا رسول اللہ۔ پکارنے کو شرک قرار دیں۔ کیا یہ مردودِ خبیث و لابی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ "توحید" پرست ہیں؟ ان اسلام کے دشمنوں کو یا محمد یا رسول اللہ پکارنے اور لکھنے میں شرک بھائی دیتا ہے۔ چنانچہ ابو خالد نجدی اپنے کتابچہ کے صفحہ ۷ پر عنوان "ایک نا بھئی" کے تحت لکھتا ہے: اکثر مساجد میں لوگ اس طرح نکھوتے ہیں۔ یا اللہ یا محمد یعنی اللہ کے ساتھ رسول اللہ کو بھی پکارا جا رہا ہے جو صریح شرک ہے، مساجد اللہ واحد کی عبادت گاہ ہوتی ہے لیکن اس طرح مساجد کو شرک کی جگہ بنا دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے وان المساجد لله فلا تدعوا مع اللہ احدا (پ ۲۹ سورہ جن رکوع ۱) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سو موت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔ اس کے پیش نظر اپنی مسجدوں کی اصلاح کیجئے۔

قرآن وحدیث کی رو سے یا محمد کہنا پکارنا اور لکھنا عین ایمان ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی

اور غائبانہ بھی یا محمد کہتے اور پکارتے رہے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یا محمد کہنے پکارتے سے منع نہیں فرمایا۔ اگر یا محمد کہنا پکارنا شرک ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً منع فرما دیتے۔ کہ یہ ان کا فرض منصبی تھا۔ تو ثابت ہوا کہ یا محمد کہنا پکارنا اور کھنا سنت ہے۔ نجدی وہابی جو کہ مذہب خوارج پر ہیں۔ اگر شرک قرار دیتے ہیں تو یہ ان کی اسلام دشمنی کی علامت ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی نے وہابیہ کی روایتی فریب کاری سے کام لیتے ہوئے آیت مبارکہ۔

وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا کے ترجمہ اور مفہوم میں تحریف کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس آیت مبارکہ کا صحیح ترجمہ اور مفہوم درج ذیل ہے: ”اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی (یعنی عبادت) نہ کرو“ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے“ (تفسیر خزائن العرفان)

ابو خالد نجدی وہابی نے فلا تدعوا مع الله احدا کا ترجمہ یوں لکھا ہے: ”سومت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو“ یہ ترجمہ غلط اور تحریف ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں ”دعا“ عبادت کے معنی میں ہے جن آیات میں۔ بدعوا۔ بدعون۔ دعائهم الفاظ وارد ہیں۔ ان کے معنی مفسرین قرآن و علماء حق نے یعبد۔ یعبدون۔ عبادتہم بیان کئے ہیں۔ پس فلا تدعوا کے معنی فلا تعبدوا۔ ”پس تم نہ عبادت کرو“ ہیں۔ مگر سارے وہابی ”دعا“ کے معنی ”پکارنا“ کرتے ہیں تاکہ انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو بتوں، جنوں، بھوتوں اور شیطانوں کی فہرست میں شمار کر سکیں اور مسلمانوں کو مشرک قرار دے سکیں۔ اس مضمون کی تفصیل فقیر کی تالیف ”توبیر الایمان“ میں درج ہے۔ اس کا مطالعہ کریں تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

مسلمانوں کو اپنی مساجد میں یا اللہ۔ یا محمد۔ یا رسول اللہ ضرور بالفرض رکھنا چاہیے تاکہ نجدی وہابی ان مسجدوں سے دور رہیں۔ اور مسلمان ان کے فتنہ سے بچے رہیں۔

واضح رہے کہ۔ انبیاء و اولیاء کو پکارنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ ان کی عبادت کرنا شرک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل تو مسلمان بھی انبیاء و اولیاء میں سے کسی کی عبادت کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

روضہ رسول اللہ پر حاضر ہو کر فریاد و استغاثہ کرنا سنت صحابہ ہے۔

روضہ اقدس سے آواز آئی قد غفرلک

تفسیر مدارک التنزیل اور تفسیر قرطبی جلد پنجم صفحہ ۲۶۵۔ اور مصباح الظلام اور جذب القلوب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

رحلت سے تین روز بعد ایک اعرابی نے آپ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر خود کو روضہ اقدس و اطہر پر گرا دیا اور خاک میں لوٹنے لگا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! جو کچھ آپ نے اللہ سے سیکھ کر یاد کیا ہے ہم نے آپ سے سیکھ کر یاد کیا ہے اور سچلہ اس کے کہ آپ پر نازل ہوا (قرآن مجید) اس میں یہ آیت ہے ولوانعم اذ ظلموا انفسهم جاذک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجہ واللہ تو بارگاہ میں نے اپنے اور پر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک سے آواز آئی قد غفر لک بے شک تیری مغفرت کر دی گئی۔ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

اول یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی حاضری کے لئے جانا سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی رحلت کے بعد بھی یا رسول اللہ کہہ کر ندا کرنا سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔ سوم یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے اپنی حاجت عرض کرنا اور یوں عرض کرنا کہ ہماری حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت فرمائیں۔ سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ چہارم یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں۔ زائرین کو جانتے پہچانتے، ان کی فریادوں کو سنتے، قبول فرماتے اور خوش نصیبوں کو بشارت سے بھی نوازتے ہیں۔

پنجم یہ کہ جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی

میں آپ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر فریاد و استغاثہ اور طلب شفاعت ولوانعم اذ ظلموا انفسهم جاذک۔ الیہ۔ فرمان الہی کے مطابق تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد بھی تاقیامت مسلمانوں کا آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہو کر یا رسول اللہ کہہ کر فریاد و استغاثہ و طلب شفاعت فرمان الہی کے مطابق جائز اور سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح، روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور عرض کی: "یا رسول اللہ استسقی لامتک فانہم قد هکوا" یا رسول اللہ آپ کی امت قحط کی وجہ سے ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ اپنی امت کی خاطر اللہ تعالیٰ سے طلب بارش فرمائیں۔ اس کے بعد اس صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: جاعمر کو بشارت دے کہ پانی برسے گا۔ اس کی شرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ۔

"یہ نوع تو مسل طلب دعا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ اپنے پروردگار تعالیٰ و قدس سے عرض کر کے اس حاجت کو رو کر وادیں جیسا کہ حیات ظاہری میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ

مضمون روایت یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی ہذہ
لنقضی لی اس بات کا شعر ہے۔ فافہم۔ (جذب القلوب) نیز اس حدیث
کو بہیقی نے طریق اعمش عن ابی صالح عن مالک الدار سے روایت فرمایا۔
اور حافظ الحدیث ابن حجر علیہ الرحمۃ "فتح الباری" جلد ۴ صفحہ ۵۴۲ میں تفسیر
فرماتے ہیں کہ روضہ نبوی پر حاضر ہونے والا بلال بن عمار صحابی تھا۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی مندرجہ بالا حدیث کی طرح
پانچوں امور ثابت ہوئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ و صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ و عمل

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں بارش بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ ام المؤمنین نے فرمایا
انظر واقبس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوئی الی
السماۃ حتی لا یكون بینہ و بین السماء سقف ففعلوا فمطر وامطر حتی
نبت العشب وسمعت الابل حتی تفتت من الشحم فسمى عامر الفتن
رواہ الدارمی (مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۵۴) روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں حاضری دو اور حجرہ مبارک کی چھت میں ایک دریچہ کھول

دو کہ روضہ اقدس اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں
نے تعمیل کی تو فوراً بارش آگئی اور اس قدر بارش برسی کہ گھاس وغیرہ
اُگ آیا اور اونٹ اس طرح موٹے تازے ہو گئے کہ گویا چرنی سے بھر
گئے ہیں۔ قحط دور ہو کر اس قدر ارزانی ہوئی کہ اس کا نام "عام الفتن"
پڑ گیا۔ یعنی ارزانی و خوش حالی کا سال۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ
عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ "یہاں پر ایک
بات سمجھنی چاہیے وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
دریچہ کشائی کا جو حکم دیا تو اس میں ایک رمز ہے جو اس بات کو ظاہر
کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا و سوال اللہ
تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں میں موجب فتح باب مطلوب ہے اور اسی
قبیل سے ہے سائل کا سوال جو کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے عرض کیا۔ اسئلک من افقتک فی الجنۃ۔ یا رسول اللہ میں آپ
سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں" یعنی حجرہ مبارک کی
چھت میں کھڑکی کھولنے میں راز یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
خدمت میں زبان حال سے بارش نہ ہونے کی شکایت عرض کی جائے
کہ یا رسول اللہ! دیکھ لیجئے کہ آسمان پر کوئی بادل نہیں ہے اور یہ
سوال براہ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا پس آپ نے
فریادیوں کی فریاد قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائی
اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلہ سے اس قدر بارش برساتی کہ قحط
کا نام و نشان نہ رہا۔ اور لوگ خوش حال ہو گئے" اس حدیث مبارکہ

سے بھی یہی واضح ہوا کہ اپنی مشکلات اور حاجات اور دعاؤں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے بارگاہ الہی میں پیش کرنا و لو انہم اذ ظلموا انفسہم جاورک الیہ کے حکم میں داخل اور تعمیل حکم الہی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق صحابہ کرام علیہم الرضوان اس عقیدہ پر یقین محکم رکھتے تھے کہ آپ کے وسیلہ سے مشکلات حل ہوتی، حاجات پوری ہوتی اور دعائیں قبول ہوتی ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے براہ راست اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تخط کی شکایت نہ کی۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بصورت وفد شکایات کرنے حاضر ہوئے۔ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ کا علم نہ تھا۔ اجیب دعوة الساع اذا دعان اور ادعونی استجب لکم اور ذرہ سری وہ آیات جنہیں منکر بن نجدی وہابی پیش کیا کرتے ہیں اور پھر حضور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی یہ آیات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یاد دلایں اور یوں نہ فرمایا کہ تم براہ راست اللہ تعالیٰ سے کیوں سوال نہیں کرتے، میرے پاس کیوں آئے ہو؟ اس کے بجائے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روضہ رسول اللہ پر حاضر ہونے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فریادی صحابہ کی فریاد کو شرف قبولیت بخشا۔ اللہ تعالیٰ

کی جناب میں سفارش (شفاعت) فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر قحط کو دور فرما دیا۔ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان، آسمان ہدایت کے ستارے، توحید کے علم بردار، اور کفر و شرک کو مٹانے والے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فریادیوں کی فریاد کو سنتا اور دعاؤں کو قبول فرماتا ہے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں، آپ کے وسیلہ سے نیز ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمز شناس رسول جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے مخلوق کی شکل کشائی اور حاجت روائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی رضا مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا فرمانے میں دیر نہیں کرتا۔ چنانچہ صحیح بخاری صفحہ ۶۰، جلد دوم اور مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا تھا کہ ”مَا أَسْرَىٰ رَبُّكَ إِلَّا يَسَارَةً فِي هُوَاكٍ“ یا رسول اللہ! میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی مگر آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں جلدی و شتابی کرتا ہوا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بات کو رد نہ فرمایا۔

مگر نجدی وہابیوں کے دھرم میں یہ سب باتیں شرک و کفر ہیں۔ امام ابوبکر اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں لکھا: رسول

کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، وہابیہ۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری ان سے توسل واستمداد کو شرک صریح قرار دیتے ہیں۔ اخبت الاختیار ابو خالد نجدی اپنے کتابچہ کے صفحہ ۲۲ میں لکھتا ہے۔ ”جبکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بخود ہے اور نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو کچھ کسی اور نبی، ولی، پیر، شہید، عورت و قطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی، حاجت روائی کر سکیں؟ نیز بتوں کی تردید اور مشرکوں کی مذمت میں نازل شدہ آیات قرآن لکھ کر حسب دستور وہابیہ انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ”مقام غور ہے کہ ایسے کھلے احکام ہوتے ہوئے مزارات بزرگان پر جا کر ادا دیں مانگنی کیا خلاف حکم خدا و رسول نہیں؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خواہ وہ نبی، ہوں یا ولی، امام ہو یا شہید، عورت ہو یا قطب، حاجتیں مانگنا سجدے کرنا۔ نذر و نیاز چڑھانا، حاضر و ناظر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا یہ سب کام شرک میں داخل ہیں“ (صفحہ ۲۳) ابو خالد نجدی وہابی کا پورا کتابچہ اسی طرح کی خرافات سے بھرا ہوا ہے اس کی تمام تر بکواس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ گذشتہ صفحات میں درج قرآن مجید اور احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ منکرین وہابیہ کی یہ ساری بک بک صریحاً قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ نجدی وہابی دین اسلام سے نکل کر خوارج کے مذہب پر عمل پیرا ہیں۔ ”شیطانی توحید، اختیار کر کے توحید رحمانی سے

مخرف ہو چکے ہیں۔ ان کا طریقہ و مسلک۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقہ و مسلک سے مخالف ہے سیدھی راہ ”ما انا علیہ واصحابی“ سے ہٹ کر ٹیڑھی شیطانی راہ پر چل رہے ہیں جو جہنم میں پہنچاتی ہے۔ ابو خالد نجدی نے مسلمانوں پر بہتان باندھا ہے کہ قبروں اور مزارات کو سجدے کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان یہ حرکت نہیں کر سکتا اور نہ مزارات اولیاء اللہ پر سجدہ کرتا ہی ہے۔ فلعنة الله على الكاذبين، حاجتیں مانگنا، نذر و نیاز کرنا، حاضر و ناظر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا، ہر گز ہر گز شرک میں داخل نہیں۔ یہ نجدی وہابیوں کی شرع مطہرہ میں ناجائز مداخلت ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا کفر صریح ہے۔ گذشتہ صفحات میں بحمدہ تعالیٰ گروہ نجدیہ وہابیہ اور ان کے مذہب کی اصلیت و حقیقت بخوبی واضح ہو چکی ہے فقیر اس سلسلہ میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ آئندہ صفحات میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل و استمداد کے متعلق چند ایسی احادیث بلا تبصرہ درج کی جا رہی ہیں جن سے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان قربا درسی اور قدرت تصرف اختیار

کا اظہار ہوتا ہے اور منکرین وہابیہ کی خرافات، گمراہی و ضلالت اور

او ذالت کا یقین مستحکم ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ کا آنکھ کی درستی کے لئے استغاثہ

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ کے دوران آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ کا ڈھیلہ پھوٹ گیا اور ان کے رخسار پر لٹک گیا۔ لوگوں نے اس لئے بھٹے ڈھیلے کو کاٹ دینا چاہا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لئے بغیر مت کاٹو۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت مانگی گئی تو حضور نے فرمایا مت کاٹو۔ پھر حضور نے اپنی ہتھیلی اس لئے بھٹے ڈھیلے پر رکھ کر (خاندیشم) میں دیا دیا۔ تو وہ ڈھیلہ پہلے کی طرح ٹھیک ہو گیا اور ان کی یہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی۔ اس حدیث کو امام بغوی اور ابویعلیٰ نے روایت فرمایا اور دارقطنی اور ابن شاہین نے روایت کیا۔ بیہقی نے دلائل النبوة میں اور حافظ الحدیث ابن حجر نے "اصابہ" جلد سوم صفحہ ۲۵ میں نقل فرمایا۔ نیز حافظ الحدیث ابن عثیمہ نے "معجم الزوائد" جلد چہارم صفحہ ۲۹۷ میں اور حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں نقل فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت "معاذ" کی کٹے ہوئے بازو کی درستی کے لئے فریاد

غزوہ بدر میں جنگ کے دوران عکرمہ بن ابوہلہ نے حضرت

معاذ بن عمرو بن الجموح کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے ان کا بازو کٹ کر کھال سے لٹک گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اسی حال میں لڑنے لگا۔ کٹا ہوا بازو میری پشت پر لٹک رہا تھا۔ لڑنے میں مغل ہوا تو میں نے اس پر پاؤں رکھ کر کھینچا اور جسم سے الگ کر دیا۔ "مواہب اللدیہ" میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بازو کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جیسا کہ حضرت قاضی عیاض محدث نے ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے (کٹے ہوئے بازو کو اس کے مقام پر رکھ کر) اس پر اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا تو وہ بازو (پہلے کی طرح) جڑ گیا، اور صحیح و درست ہو گیا۔ (یہ واقعہ امام محدث زرقانی نے بیان کیا ابن اسحاق کی اسناد اور طریقہ حاکم سے) علیہم الرحمۃ اجمعین۔

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

حارث بن اوس نے زخموں کی درستی
کے لئے فریاد کی۔

حضرت حارث بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگ میں

سراور ٹانگوں پر بڑے بڑے زخم لگ گئے۔ صحابہ کرام علیہم السلام اس کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے (اور زخموں کی درستی کے لئے فریاد کی) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے زخموں پر تھوک دیا (عاب دین مبارک لگا دیا) اس کے زخم (اسی دم) ٹھیک ہو گئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۲)

سلمہ بن اکوع کا زخم کی درستی کے لئے استعاثہ

حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی میں ایک چوڑے کا نشان دیکھا تو میں نے پوچھا: اے ابو مسلم یہ چوڑے کیسی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ضربۃ اصابتی بوخیبر فقال الناس امیت سلمۃ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتفتت فیہ ثلاث نقصات فما اشتکتہا حتی الساعة رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ باب فی المعجزات) یہ وہ چوڑے ہے جو مجھے جنگ خیبر کے دن لگی تھی اس پر لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہو گئے (پنڈلی میں زیادہ گہرا زخم لگنے سے) پھر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اور فریاد کی) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار دم فرمایا۔ (زخم فوراً درست ہو گیا) تو میں اس وقت تک تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا، یعنی آج تک پھر مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔

عبداللہ بن عتیک کی پنڈلی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کی درستی کے لئے فریاد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند آدمیوں کے ساتھ دشمن رسول اللہ ابو رافع یہودی کو قتل کرنے بھیجا۔ ابو رافع یہودی کو عبداللہ بن عتیک نے قتل کر دیا۔ بالاخانہ سے اترتے ہوئے آپ کا پاؤں پیرھی سے پھسل گیا۔ گرے اور آپ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ان کے ساتھی ان کو اٹھا کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے آئے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معاملہ بیان کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ابسط رجلک فیسط رجلي فمسحها فکانعالمر اشتکھا قط۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) اپنا پاؤں پھیلادو میں نے اپنا پاؤں پھیلایا۔ حضور نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو گویا میں نے کبھی اس کی شکایت نہ کی تھی۔ یعنی گویا میری پنڈلی کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

قدرت تصرف کھجور کی لکڑی، قولادی تلوار بن گئی۔

انکس سیف سلمۃ بن اسلم بن حرب بن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

الاسلح معہ اعطاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصباً کان فی یدہ من عراجین بن طاب فقال اضرب بہ فاذا هو سیف جید فلم یزل عندہ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۳۱) جنگ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ غیر مسلح خالی ہاتھ ہو کر رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ تازیانہ کچھور کی پکڑی کا جو آپ کے ہاتھ میں تھا اسے دے کر فرمایا: اس سے وار کر۔ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وہ ایک اعلیٰ قسم کی فولادی تلوار ہے۔ وہ تلوار عمر بھر ان کے پاس رہی، اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی۔

ایضاً۔ ان عبد اللہ بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم احد وقد ذهب سیفہ فاعطاه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عسیاً من نخل فرجع فی ید عبد اللہ سیفاً (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۳۱) حضرت عبداللہ بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگ احد میں ٹوٹ گئی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے کچھور کی ایک شاخ اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ انہوں نے وہ ہتھی پکڑی تو وہ ایک عمدہ تلوار تھی۔

سہ آنکھ والا تیرے جوہن کا تماشا دیکھے
دیرد کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

نابینا صحابی کو اس کی درخواست پر بینائی عطا فرمائی

حضرت حبیب بن فدیك رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اسٹی (۸۰) سال کے تھے اور بالکل نابینا ہو گئے تھے۔ ان اباءہ خرج بہ ائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میری آنکھیں بالکل ٹھیک ٹھیک نہیں مگر ایک دن سانپ کے انڈے پر میرا پاؤں جا پڑا تو اسی وقت میری دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ فنفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیہ فانصر وهو یدخل الغیظ فی الابرة (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۳۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی دونوں آنکھوں میں دم فرمایا تو اس کی دونوں آنکھیں بینا ہو گئیں اور وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔

حضرت محمد بن حاطب کے جلے ہوئے ہاتھ کو شفا عطا فرمائی

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ دیگ میں

جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب
دہن لگا دیا تو فوراً آرام آگیا۔ (خصائص الکبریٰ)

حضور نے تنہیلی کی رسول کو زائل فرما دیا

عن محمد بن عقیق بن شریح بن عبد الرحمن عن
ابنہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبکفی سلعة فقلت
یا نبی اللہ هذه السلعة قد اودمتنی لتعول بینی وبنی فاقم السیف
ان اقبض علیہ وعن عنان الدابة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم: "اود منی" فخذوزت ففتحها فنفث فی کفی ثم وضع یدہ علی السلعة
فما زال یطحنها بکفہ حتی رفع عنها وما اری اثرها (رواہ الطبرانی و ذکرہ
المافظ الشیخی فی مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۸)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان
کے والد نے فرمایا: "میری تنہیلی میں رسول تھی۔ میں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "یا رسول اللہ! یہ رسول
ہے جو بڑھ گئی ہے۔ (یہ مجھے تکلیف دیتی ہے) تلوار کا دستہ پکڑنے
میں حائل ہوتی ہے اور سواری کے جانور کی باگ پکڑنے میں رکاوٹ
بنتی ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے قریب آ
میں حضور کے قریب ہوا تو حضور نے میری تنہیلی کھول کر اس میں دم
فرمایا پھر اپنا ہاتھ رسول پر رکھ کر اپنی تنہیلی سے اسے ملتے رہے

یہاں تک کہ رسول کو ختم کر دیا۔ اور میں نے پھر اس رسول کا نام
تک نہ دیکھا۔

ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیے

عن جابر قال عطش الناس یوم الحد ببیتہ و رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیه رکوعاً فتوضأ منها ثم اقبل الناس
نحوہ قالوا لیس عندنا ماء فتوضأ به ونشرب الاما فی رکوعک فوضع
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ فی الركوع فجعل الماء یفوی من
اصابعہ کما مثال العیون قال فشرینا وتوضأنا قیل لجاہل کما کنتم قال
لو کنا مائة الف لکفانا کنا خمس عشرة مائة (مسلم اور صحیح بخاری جلد دوم
صفحہ ۱۷۰) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے لوگ
پیاس کے مارے تنگ ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
سلمتے چمڑے کے ایک چھوٹے سے ڈول میں پانی تھا۔ آپ نے اس
سے وضو کیا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ کر حضور کے سامنے کھڑے ہو گئے
اور عرض کی: "یا رسول اللہ! ہمارے پیاس نہ وضو کے لئے پانی ہے
نہ پینے کے لئے۔ تمام لشکر میں یہی پانی تھا جو آپ کے وضو کے کام
آیا۔" یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی برتن میں اپنا ہاتھ رکھ
دیا تو پانی آپ کی انگلیوں میں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا فرمایا۔
پس ہم نے اس پانی سے پیا اور وضو بھی کر لیا۔ حضرت جابر سے کہا گیا

کہ تم کتنے تھے؟ فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم کو کافی ہوتا۔
ہم پندرہ سو تھے۔

کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبی تیری گلی میں
اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ مے خواہی تمنا کن
اگر تو دنیا و عقبی میں خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو حضور علیہ
الصلوة والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو کچھ تو چاہتا ہے ان کے
حضور عرض کر کے حاصل کر لے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بحق فلان دعا مانگنے کی تحقیق

واضح رہے کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء سے توسل و اعتماد
اور بحق فلان کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی دعا عرض کرنا بلا شک
و شبہ جائز و مستحسن ہے۔ اس کے جائز و مستحسن ہونے پر اجماع امت
ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یوں دعا کی۔ اسٹیک بحق محمد
ان تغفر لی۔ سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے دنیا میں نشرِ بقی لانے سے پہلے یہود آپ سے توسل کرتے
ہوئے کفار پر فتح کے لئے یوں دعا کرتے تھے۔ اللہم اننا نستعیرک
بحق النبی الا حق ان تنصنا علیہم۔ (تفسیر در منثور مطبوعہ بیروت

جلد اول صفحہ ۸۸)

خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وسیلہ سے
اور تمام انبیاء کے وسیلہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
والدہ ماجدہ کے لئے یوں دعا کی۔ "اللہم اغفر لامتی فاطمہ بن اسد
و وسیع علیہا امدخلہا بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم
الراحمین۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
رو برو حضور کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے رہے۔ حضور نے ان کو
منع نہ فرمایا۔ تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، صالحین،
علماء دین علیہم الرحمۃ بحق رسول اللہ اور اولیاء سے توسل کرتے ہوئے
لفظ بحق کہہ کر دعائیں مانگتے رہے ہیں اور مسلمان آج تک اس پر
عمل پیرا ہیں۔ لیکن گروہ نجدیہ و ہابیہ بحق فلاں کہہ کر دعا مانگنے کو ناجائز
کہتا ہے۔ ابو خالد نجدی و ہابی اپنے پیشواؤں کی اندھی تقلید میں اپنے
کتا بچہ "قرآنی درس توحید" صفحہ ۴۴ پر فتویٰ صادر کرنا ہوا کھتا ہے۔
"اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا جائز نہیں" اس عنوان کے
تحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنت میں مقام وسیلہ کے متعلق
دو حدیثیں بکھ کر ان سے غلط استدلال کرتے ہوئے صفحہ ۴۵ پر بکھتا
ہے۔ "افسوس کہ آج اللہ تعالیٰ کو کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ
دلایا جاتا ہے کبھی کسی ولی کا اور کبھی کسی پیر کا۔ اور قرآن کی وسیلہ
والی آیت کو لوگوں نے اردو زبان کے وسیلہ کے معنی میں ڈھال
کر دعاؤں میں اللہ کے نیک بندوں کی ذات کو وسیلہ بنانے کا

مذموم طریقہ ایجاد کر لیا ہے۔ ہر چند کہ سارے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد اللہ کا تقرب ہے اور وہ ایمان اور نیک اعمال ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ قرآن کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں وسیلہ سے قریت اور تقرب مراد ہے اور وہ ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہی ایمان و عمل کا وسیلہ ہی وہ وسیلہ ہے جس کے حق ہونے پر سب متفق ہیں کیونکہ یہی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ابو خالد نخدی و ہانی کی یہ عبارت۔ اس کی جہالت اور سفاهت کی مظہر ہے۔ یہ ضال و مضل و ہانی قرآن و حدیث کا غلط مفہوم بیان کر رہا ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب فرمایا ہے لہذا ایمان سے وسیلہ مراد لینا ممکن نہیں اور نہ اعمال صالحہ مراد وسیلہ ٹھہرتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں داخل ہیں۔ اور تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب عن نواہی سے۔ اس لئے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین العطف والمعطوف الیہ کا مقتضی ہے اور وسیلہ سے مراد جہاد بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بھی اعمال کے ساتھ تقویٰ میں داخل ہے پس وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں اللہ تعالیٰ نے جس وسیلہ کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنا ہے کہ آپ ہی خالق

اور مخلوق کے درمیان حقیقی وسیلہ ہیں اور آپ کی اتباع میں مرشد کامل وسیلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ مرشد کامل کے وسیلہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ تک رسائی حاصل کریں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے تقرب الہی حاصل کریں۔

ارشادات قرآن و حدیث کے مطابق بحق قلاں کہنا جائز ہے

دعائیں بحق قلاں کہنا بلا شک و شبہ جائز اور مستحسن ہے ہر چند کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل و کرم سے حق دیتا ہے اسی تفصیلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب بندوں کا یہ حق اپنے فضل و کرم سے اپنے آپ پر لازم کر رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ شد تنجی رسولنا والذین آمنوا کذا انک حقاً علینا تنج المؤمنین (پ ۱۱ ع ۱۵) پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے بات یہی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا اور فرمایا وکان حقاً علینا نصر المؤمنین (پ ۲۱ ع ۸) اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا مشکوٰۃ

باب الرحمة والشفقة میں ہے من ذب عن لحم أخيه بالمغيبية
 كان حقاً على الله ان يعتقه من النار۔ جو کوئی کسی مسلمان بھائی
 کی غیبت کرنے سے روکے تو اللہ پر حق ہوگا کہ اس کو نار جہنم سے
 آزاد کرے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما من
 مسلم برود عن عن أخيه الا كان حقاً على الله ان يبرئ عنه النار
 جہنم۔ جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا۔ ما من
 جو کوئی کسی کو کسی مسلمان بھائی کی آبروریزی سے روک دے تو
 اللہ پر حق ہوتا ہے کہ اس سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ
 دور کرے۔ پھر آپ نے اس کے ثبوت کے لئے کہ اللہ پر بھی بندوں
 کا حق ہے یہ آیت پڑھی۔ وكان حقاً علينا نصر المؤمنين۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت ہے۔ قال كنت دوف النبي صلى الله عليه وسلم
 على معمار لبين بيتي وبينه الامواتة الرجل فقال يا معاذ هل تدري
 ما حق الله على العباد وما حق العباد على الله قلت الله ورسوله اعلم
 قال فان حق الله على العباد ان يعبدوه ولا يشركوا به شيئاً وحق العباد
 على الله ان لا يعذب من لا يشرك به شيئاً فقلت يا رسول الله افلا
 أبشركم به الناس قال لا نبشركم به شيئاً فقلت يا رسول الله افلا
 اللہ علیہ وسلم کے پیچھے خیر پر سوار تھا اور سوائے پچھلے موڑ زمین کے
 میرے اور آپ کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی آپ نے فرمایا۔
 اے معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا

حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے
 ہیں۔ فرمایا۔ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں۔
 اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر
 یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو کہ جس نے اس کے ساتھ شریک نہ کیا ہو
 عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں اس بات
 کی لوگوں کو خوش خبری دے دوں؟ فرمایا۔ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بھروسہ
 کر بیٹھیں۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ بندوں کا حق
 بھی اللہ پر ہے جو بندے مؤقید ہیں نیک عمل کرتے ہیں تو اللہ پر ان
 کا حق مغفرت و رحمت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا حق بجالاتے ہیں تو اللہ ان
 کا حق نہیں بھولتا۔

نجدی وہابی مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر کہا کرتے ہیں کہ اہل
 سنت و جماعت کی کتب فقہ میں فقہانے دعائیں بحق فلاں کہنے کو
 مکروہ نکھا ہے۔ لہذا بحق فلاں کہہ کر دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کتب فقہ میں بحق فلاں اپنی دعائیں کہنا
 مکروہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہوتا۔
 اور معتزلہ کے نزدیک بندے اپنے افعال کے خالق ہیں اس لئے وہ
 کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال کی جزاء حقیقتہً بندوں کا حق ہے۔ اور
 اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ
 تعالیٰ ہے پس ان کے افعال کی وجہ سے عباد کا اللہ پر حقیقتہً کوئی حق

ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ باعتبار وعدہ اور رحمت کے حق تعالیٰ نے اپنی طرف سے مقرر فرما دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی حدیث میں جو لفظ بحق محمد ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دعائیں بحق نبیک والانبیاء والذین من قبلی۔ جو کہا ہے وہ اسی مجازی و تفصیلی حق پر محمول ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے جو بندے کا حق مقرر فرما دیا ہے۔ یہ نہیں کہ بندے کا حق، اللہ تعالیٰ پر حقیقت ہے۔

چونکہ گذشتہ زمانہ میں ملحد معتزلی بکثرت موجود تھے اور دعا میں بحق فلاں کہنے سے معتزلہ کے مذہب کی طرف مہم ہوتا تھا۔ فقہاء نے یہ لفظ بحق فلاں مطلقاً سے ممانعت فرمادی تاکہ کسی کا خیال معتزلہ کے مذہب کی جانب نہ جائے۔ لیکن معتزلہ کے فتنہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی فقہاء کی یہ ممانعت بھی کالعدم ہو گئی کہ فقہاء کی یہ ممانعت دینی مصلحت کی بنا پر تھی۔ مستقلاً نہ تھی۔ اب وہابیہ کی ان ممانعت والی فقہاء کی عبارتیں پیش کر کے دعا بحق فلاں کو ناجائز ٹھہرانا نہ صرف یہ کہ ان کے خبث باطن اور وہابیہ نہ شرارت کی دلیل ہے بلکہ صریحاً قرآن و حدیث کو جھٹلانا ہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے قَدْ نَعْلَمُ مِمَّا تَدْعُوا رَبَّنَا وَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ فِيهِمْ أَفْرَاقٌ (حقاً علینا نسیج المؤمنین۔ پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات

دیں گے۔ بات بھی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا اور فرماتا ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مِنْ لَابِثٍ رَكَبَهُ۔ اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نیز صحیح حدیث میں وارد ہے کہ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ۔ الحدیث۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ ہو گیا اس کا حق اللہ پر یہ کہ اسے بہشت میں داخل کرے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ ہل تدری ما حق العباد علی اللہ۔ پوری حدیث مع ترجمہ لکھی جا چکی ہے۔ مشکوٰۃ و ہامیہ بتائیں کہ جب کہ اللہ تعالیٰ مختار مطلق اور مالک کامل ہے یہ اللہ پر بندوں کا حق ہونے کے کیا معنی ہوئے؟ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے یہ ارشادات توحید کے منافی ہیں؟ یہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ کسی کی رضا اور تمنا کا پابند نہیں مگر خدا نے اپنے محبوب کو راضی کرنے اور اس کی تمنا کو پورا کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے تو خدا اپنی بات کو پورا کرے گا۔ مَا يَبْدُلُ الْقَوْلَ لَدَيْهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا۔

یہ کون کہتا ہے کہ وہ کسی کی رضا کا پابند ہے، اس کے لئے

کوئی جاہر و موجب نہیں لیکن اگر وہ خود فرما دے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ
سَيِّدُكَ فَتَكُونُ ضَاحِيًا اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے
گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور حدیث قدسی میں خود فرمائے۔ اِنَّا كَسَوْنُفِيكَ
فِي اَمْنِكَ وَلَا تَكْشُوعُكَ ہم آپ کو امت کے معاملہ میں راضی کریں گے
اور آپ کو دکھ نہ پہنچائیں گے تو منکر بن و بائیس کو جلن کس لئے ہوتی
ہے ؟ دراصل بات یہ ہے کہ گناہوں سے دل آہستہ آہستہ میلہ سیاہ
ہوتا ہے عبادت سے آہستہ آہستہ صاف ہوتا ہے۔ تو بہن نبی سے
دل پر یک لخت مہر لگ جاتی ہے۔ شیطان کے دل پر آدم علیہم السلام
سے بغض و تکبر و حسد کرنے پر فوراً مہر لگ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی
نظر سے جادو گروں کے دل فوراً دھل گئے۔ تو بہن انبیاء و اولیاء
بدترین کفر ہے۔ انبیاء اور اولیاء کرام کی نظر کرم بہترین نعمت ہے
انبیاء و اولیاء کی تو بہن کرنے سے و بائیس کے دلوں پر مہر لگ چکی
ہے فَاِنَّمَا اتَّخَذْتُمُ الْاَبْصَارَ وَلٰكِنْ تَعْمٰی الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ
(پ ۱۷۱ ع ۱۳) تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ وہ دل اندھے
ہوئے ہیں جو سینوں میں ہیں اور دلوں کا اندھا ہونا، ہی غضب
ہے اسی سے آدمی دین کی راہ پانے سے محروم رہتا ہے۔

الحمد لله کہ ابو خالد نجدی و بانی کے کتابچہ ”قرآنی درس توحید“
میں مبنی بر تخریف قرآن اس کی غلط بیانیوں، بہتان طرازیوں، ہکاریوں
اور تمام تر فریب کاریوں کا پردہ بخوبی چاک ہو چکا۔ مزید طوالت سے
بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ یہ محض و بائیس کی تخریف قرآن و

حدیث ہی کا کرشمہ ہے جو بعض فون الکلمہ عن مواضعہ کے مصداق
اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کر کے
جرم عظیم کے مرتکب ہیں۔ جو کہ عنقریب اپنے کئے کی جزا و سزا کو پہنچنے
والے ہیں کہ روز قیامت دور نہیں ہے۔ تاہم ان کی یہ ساری اچھل کود
بیکار ہے اور حق و صداقت اپنے مقام پر قائم و دائم ہے۔ والحمد
للہ علی ذلک۔

ۛ گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشم آفتاب را چہ گناہ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا۔
ۛ فرش دالے تیری شوکت کا علو کیا جائیں
خبر دا عرش پہ اڑتا ہے پھر ہوا تیرا

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدائے میرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چسپا تیرا
دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے میں
مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور ان سے اپنی پناہ میں رکھے
جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ جن اور آدمی۔ جو
بہت گمراہ کن ہیں۔ ایسے انسان بہت غیر خواہ بن کر لوگوں کے پاس
جاتے ہیں مگر ان کی ایک بات مان لی جائے تو آئندہ زیادہ
منانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر پہلے ہی انہیں دھتکار دیا جائے

تو بہت جلد سے ان سے غافل نہ رہنا چاہیے کہ دولت ایمان
کے ڈاکو بہت ہیں۔ اللہ اعزنا منهم آمین۔ برحق تک یا
ارحمہم الرحمن بجاہ نبیک شفیح المذنبین رحمة للعالمین۔ وصلى
الله تعالى على خير خلقه ونور عرشه سيدنا ومولانا محمد وعلى
آله واصحابه واوليائه وعلماؤه وسائر اهل السنة والجماعة اجمعين
والسلام على من اتبع الهدى۔

حضرہ الفقیر الی الرحمن
ابو الحسن حکیم محمد رمضان علی
قادر کی قریشی غفرلہ

پنجور و سندھ، مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۷ ہجری مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۹۶ء

طالب دعا: محکمہ فقہ اسلامیہ
فقہ القادیانی محمد قسودین نوشاہی اور زیدی

R-31/17 کلرک محکمہ شعلی کراچی۔ فون: 0300-2052869

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



حصہ دوم
پیش کشی: مولانا محمد رفیع الرحمن
پیش کشی: مولانا محمد رفیع الرحمن
پیش کشی: مولانا محمد رفیع الرحمن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

○

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ
الدِّينِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
رَحِمَهُمُ الْعَالَمِينَ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَاوَانَا وَمَجَانَا وَعَوْنُنَا وَمُعِيتُنَا
وَعَوْثُنَا وَمُغِيثُنَا وَمَوْلَانَا وَمَوْلَى الْأَوْلِيَاءِ وَالْآخِرِينَ مَحْبُوبِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ شَفِيعِ الْمُذْنِبِينَ مُحَمَّدٍ رَسُولَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى
آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَوْلِيَاءِ أَمَّتِهِ وَأُمَّتِهِ أَجْمَعِينَ

أَمَّا بَعْدُ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ مَا تَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا
أَمَّا بَعْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً
حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمَلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مَنْ خَيْرَانِ يَنْقُصُ
مَنْ أَجُورُهُمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَعْنَةُ وَرِثَتُهَا وَرِثَةُ
مَنْ عَمَلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مَنْ أَوْزَارُهُمْ شَيْءٌ صَدَقَ اللَّهُ الْغُلِّي
الْعَظِيمُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ وَحَقَّ عَلَى ذَٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ
وَالشَّاكِرِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

أَمَّا بَعْدُ ! بندہ پیچیدگان کو شہر کے چند نشی معززین نے ایک
سوال نامہ دے کر یہ مطالب کیا ہے کہ فقیر سوال نامہ میں مندرج امور کی

حقیقت از رؤئے قرآن و حدیث واضح کرے سوال نامہ حسب ذیل
ہے۔

۷۱۶
۹۳

بخدمت جناب مولانا حکیم محمد رمضان علی صاحب قادری
خطیب جامع مسجد غوثیہ سنجھورو، سندھ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ مال ہی میں
غیر مقلد بن سنجھورو نے شہر میں کچھ کتابیں مفت تقسیم کی ہیں ان کتابوں میں
واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ تارک صلوٰۃ یا خلافت سنت، رواجی، رمی یا مذہبی
نماز پڑھنے والا اور ہمارے قبلہ کعبۃ اللہ کے سوائے بخدا وغیرہ کی طرف منہ
کر کے نماز پڑھنے والا یا قیروں، مزاروں، خانقاہوں پر سجدہ کرنے والا اور
ہمارے ذبیحہ کے سوا غیر اللہ کے نام کے ذبیحہ و چڑھاوے کھانے والا مسلمان
نہیں۔ (رسالہ بے نماز ص ۳۸)

نیز لکھا ہے کہ تیجہ، سالواں، چالیسواں کہنے والے اور مولود کہنے
والے، گیارہویں دینے والے مسلمان نہیں ہیں، ان سے سلام کلام ناجائز
ہے۔ نہ ہم مسلمانوں کے بھائی ہیں، نہ ہماری دعا و استغفار و جنازہ کے مستحق
ہیں۔ (رسالہ بے نماز ص ۳۸)

نیز ایک رسالہ جو غیر مقلدین نے تقسیم کیا ہے اس میں نہایت
شدت کے ساتھ دعویٰ کیا گیا ہے کہ امام کی اقتدار کرتے ہوئے ہر مقتدی
پر سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اور جو شخص امام کے پیچھے نماز میں سورہ فاتحہ
نہیں پڑھتا اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی۔

اس کی وجہ سے سنی مسلمانوں میں عام طور پر بے چینی و پریشانی پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ غیر مقلدین بر ملا کہتے اور اپنے دخل جموعہ میں کہتے ہیں کہ تیجہ، ساتواں، چالیسواں، گیارہویں دین اور میلادِ کریم ثابت اور حرام ہے۔ اس لئے کہ ان کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ سنی مسلمان غیر اللہ کے نام پر نیاز دیتے اور بیروں فقہروں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ حرام ہے۔ ان کے یہ کام شرک و کفر ہیں داخل ہیں۔ مہربانی فرما کر مندرجہ بالا مسائل کی وضاحت از روئے شریعت فرما دیں کہ آیا یہ کام قرآن و حدیث کی روشنی میں جائز اور موجب ثواب ہیں، یا وہابیہ کے کہنے کے مطابق حرام اور کفر و شرک میں داخل ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ صحیح صورت شرعیہ جلد واضح فرمادیں گے تاکہ حق ظاہر ہو اور بے چینی ختم ہو، اطمینان حاصل ہو۔

نقطہ دستخط، محمد اقبال انسپکٹر ٹاؤن کمیٹی سنجھورو، دستخط زرد خان منشی ٹاؤن کمیٹی، دستخط چوہدری نذیر احمد زمیندار کریانہ مرحمت سنجھورو، دستخط غلام نبی اسکول ماسٹر سنجھورو، دستخط محمد اقبال رشید، مالک اقبال میڈیکل اسکور سنجھورو، دستخط محمد جعفر فی اے فائنل جامعہ تعلیم علی کالج کراچی۔ دستخط شاہ محمد عطا سنجھورو، دستخط زاہد حسین بی ایس سی گورنمنٹ کالج حیدرآباد۔ دستخط مبارک احمد قادری سنجھورو، دستخط چوہدری مبارک احمد زمیندار سنجھورو۔ دستخط الحجاب و ہوا موافق و ہوا مستعان۔

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرُسُوا طِبَّاتٍ مَا أَخْلَأَ اللَّهُ لَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (پ، ۲۷، صدق
اللّٰهُ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

ترجمہ، اے ایمان والو! پاک چیزوں کو جنہیں اللہ نے
نہا کرے لئے حلال کیا ہے حرام نہ ٹھہراؤ اور حد سے نہ بڑھو،
بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔
واضح رہے کہ فی زمانہ فرقہ خالہ غیر مقلدین جو دعویٰ الہدیث کا
کرتے اور اپنے مختصر سے گروہ کو موجد اور مسلمان جانتے اور سارے مسلمانوں
کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں، فہم القرآن سے بے بہرہ، حدیث رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حدیث نفس کے تابع ہیں، ان کی اصل نواہج
سے ہے۔ جن سے ان کا ایک بڑا پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی ابتداً تیرہویں
صدی ہجری میں ملک نجد میں ہو کر رہا ہے۔ جس نے خارجیوں کے طریقہ پر
چلتے ہوئے قرآن و حدیث کی تاویلات فاسدہ کے سہارے تمام مسلمانوں کو
کافر اور واجب القتل قرار دیا۔

مکتہ معظمہ، مدینہ منورہ اور کربلائے معلیٰ غرضیکہ نجد و حجاز میں اس
کے اور اس کی جماعت وہابیہ کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ مسلمان مقتول
اور لاکھوں تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو کتاب التوحید، شباب ثاقب
اور شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک وغیرہ کتب وہابیہ)

خوارج کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کان ابن عمر یراهم
شرا خلق الله وقال اخما انطلقوا الی ایات نزلت فی الکفار
فجعلوها علی المومنین (بخاری صحیح جلد ۳ ص ۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو بدترین خلافی
بلتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ خارجی لوگ کفار کے حق میں نازل شدہ
آیات قرآن کو مسلمانوں پر پھیپال کرتے ہیں۔

یعنی جن آیات میں کُفْر کی تردید اور بُت پرست مشرکین و
کفار کی مذمت وارد ہے۔ ان آیات کی تاویلات فاسدہ کرتے ہوئے
کُفْر کی جگہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام کو اور مشرکین
کفار کی جگہ مسلمانوں کو مُراد لیتے ہیں۔ اور اسی بنا پر جن آیات میں شرکین
و کفار کے خلاف جہاد و قتال ثابت کرتے اور مسلمانوں کے جان و مال کو
حلال قرار دیتے ہیں۔

موجودہ وہابی بھی اپنے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کی اتباع
میں خارجیوں کے مسلک پر چلتے ہوئے اپنے علاوہ سارے مسلمانوں کو
مشرک و کافر کہتے ہیں اور بات بات پر بدعت و شرک اور کفر کے فتوے
صادر کرتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر سوالنامہ میں مندرجہ مولویوں کے فتاویٰ کو ہی
دیکھ لیں کہ لوگ مسلمانوں کو زبردستی کافر ٹھہرانے کی خاطر مسائل کو کس طرح
توڑ مڑ کر اور سیدھے سادے مسائل کو الجھا کر کیوں کر غلط مطلب نکالتے
اور ہجر الہست و جماعت پر افتراء و بہتان طرازی کرتے ہوئے غلط

فتوے لگاتے اور انہیں اسلام سے بے دھڑک خارج قرار دیتے ہیں۔
وہابیہ نے رسالہ بے نماز میں مندرجہ ذیل دس امور کی بنا پر
فرزند ان توحید کو کافر قرار دیا ہے۔ نمبر ۱۔ ترک نماز ۲۔ خلاف سنت
رواجی، رسمی نماز پڑھنا ۳۔ مذہبی نماز پڑھنا ۴۔ کعبۃ اللہ کے سوائے
بغداد وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ۵۔ قبروں، مزاروں، خانقاہوں
پر سجدہ کرنا ۶۔ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ۷۔ چڑھاوے کھانا۔
۸۔ تیجہ، سانواں، چالیسواں کرنا۔ ۹۔ گیارہویں دینا۔ ۱۰۔ مولود کرنا۔
اور صاف لکھا ہے کہ ان امور کے مرتکب مسلمان نہیں ہیں۔ ان سے
سلام و کلام ناجائز ہے۔ نہ ہم مسلمانوں کے بھائی ہیں نہ ہماری دُعا و
استغفار و جنازہ کے مستحق ہیں۔

اگرچہ علمائے اہلسنت و جماعت امور مندرجہ بالا کے دندان
شکن جوابات بار بار دے چکے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ علمائے حق قرآن
و حدیث کی روشنی میں ان مسائل کی وضاحت مسلسل کرتے رہتے ہیں۔
بہذا اس سلسلے میں بلند پایہ تصانیف شائع ہو چکی ہیں اور مناظروں میں
وہابیہ ہر بار عبرت ناک شکست کھا چکے ہیں۔ تاہم یہ لوگ اس قدر ڈھیٹ
ہیں کہ جب کبھی ان کی رگِ نجبیت چھوکتی ہے، انہی گھسے پٹے مسائل کو اٹھالنے
لگ جاتے ہیں اور بار بار منہ کی کھانے کے باوجود اپنی روایتی فتنہ انگیزی
سے باز نہیں رہتے۔

چونکہ اب یہاں پھر نئے سرے سے یہ فتنہ جگایا گیا ہے۔ انہوں
نے کتاہیں مفت تقسیم کر کے سیدھے سادے مسلمانوں کو بہکانے کی کوشش

پھر سے شروع کر دی ہے۔ اور مجبور و کے احباب نے فقیر سے ان امور کی وضاحت طلب کی ہے۔ تو حسب فرمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مَنْ سَأَلَ عَنْ عِلْمٍ عَلَيْهِ نَشَأَتْ كِتَابَةٌ أَنْجَحَ
يَوْمَهُ الْفَيَاقَمَ بِلَجَامٍ مِّنْ شَارٍ رَّاحِدٍ أَوْ دَوْدٍ أَوْ ذَا التَّرْمِزِيِّ وَ
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهٍ عَنِ ابْنِ رَافِعٍ فِي مَشْكُوتِ كِتَابِ الْعِلْمِ

”جس سے علمی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اسے چھپانے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔“ (اعاذا للہ منہ)
فقیر کے لئے ضروری ہو گیا کہ ان امور کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں مختصر و صحیح صورت حال واضح کر دے اور رحمت خداوندی سے کچھ بعید نہیں کہ میری یہی حقیر خدمت دین ناظرین کے لئے ذریعہ ہدایت اور منکرین پر رحمت اور میرے لئے ذریعہ نجات بن جائے۔ آمین یا رب العالمین بھرمزید المرسلین صلی اللہ علیہ و علی آلہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

رحمت حق بہمانے جوید

رحمت حق بہمانے جوید

سوالنامہ میں فاتحہ غلف الامام کے متعلق بھی وضاحت طلب کی گئی ہے، انشاء اللہ العزیز اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک علیحدہ مستقل رسالہ شائع کرنے کی کوشش کروں گا۔

و بایہ نئے دس امور کی بناء پر مسلمانوں کو اسلام سے قطعاً خارج کر کے کافر قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق منبر وار درج ہے۔

۱۔ ترک نماز: و بایہ نماز نہ پڑھنے والے مسلمانوں کو قطعاً کافر قرار دیتے

ہیں۔ ان کا یہ فتویٰ قرآن و حدیث کے خلاف اور غلط ہے۔

یہ صیح ہے کہ نماز اسلام کا ایک نہایت اہم رکن ہے۔ قیامت کے روز ایمان کے بعد نماز کے متعلق ہی پریش ہونی ہے۔ قرآن و حدیث میں نماز کی سخت تاکید کی گئی ہے اور تارک نماز کے لئے شدید وعید وارد ہے حتیٰ کہ نماز کو کفر و اسلام کے درمیان علامت ممیزہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن اہل حق کے مسلمان یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی مسلمان بے نماز بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تعلیمات قرآن و حدیث کا مفہوم صحیح فہم نہ ہونے کے باعث و بایہ ظاہری الفاظ پر درود رکھتے ہوئے تارک نماز کو کافر قرار دے کر اپنی کج فہمی و نادانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ کفر و ایمان کا تعلق اعتقاد باطنی سے ہے۔ اور مسلم و غیر مسلم ہونے کا دار و مدار ظاہری اعمال پر ہے۔ ہر ”مومن“ لازماً مسلمان ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر مسلمان مومن بھی ہو۔

پس اصولاً جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اقرار و اعلان کرتا ہو اور ضروریات دین کا منکر نہ ہو، اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا اور احکام اسلام اس پر جاری ہوں گے۔ اس کے اعمال فرائض میں بوجہ غفلت یا سستی کوتاہی کرنے کی بناء پر اسلام سے خارج اور کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (قرآن)

اللہ تعالیٰ یہ جرم ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو

شتریک ٹھہرایا جانے اور شرک کے علاوہ دوسرے جرائم و گناہ جسے چاہے بخش دے گا۔

اور ظاہر ہے کہ ترک نماز شرک میں داخل نہیں۔ پس فرمان الہی کی رو سے بے نماز کی بخشش کی امید ہے۔ اور بے نماز کی بخشش کی امید ہونے کے تحت ثابت ہوا کہ ترک نماز کافر نہیں۔

۲۔ عباد بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوة افترهن الله تعالى من احسن ومنوهن وصالهن لو قتهن واتوا ركوهن وخشوعهن كان له على الله عهد ان يغفرله ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان يغفرله ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان تغفرله وان شاء عبده۔
رواه احمد وابوداؤد دردي مالك وشافعي نحوه
(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ)

حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں۔ جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع و شفع پورا کرے۔ اس کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے۔ اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ کا وعدہ نہیں، اگر چاہے بخشے، اگر چاہے اسے عذاب دے۔ اس حدیث کو اس طرح امام احمد اور امام ابوداؤد اور امام مالک اور امام نسائی نے روایت فرمایا ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

اس حدیث کے تحت شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ”دریں حدیث دلیل ست برآنکہ تارک صلوٰۃ کافر نیست و مرتکب کبیرہ واجب نیست تعزیر دے و عذاب نیست در ناز چنانچہ مذہب اہلسنت و جماعت است انرا شفعۃ اللہات جلد اول ص ۲۸۱

ترجمہ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ تارک نماز کافر نہیں اور مرتکب گناہ کبیرہ کو عذاب میں مبتلا کرنا واجب نہیں اور وہ (کفار کی طرح) ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہے گا۔ جیسا کہ اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے۔ نیز اسی حدیث کے تحت مرآت شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بے نماز کافر نہیں اور ترک نماز کفر نہیں اس لئے کہ کفر کی بخشش نہیں ہوتی۔ حسب فرمان الہی ”اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ اَوْ یُغْفِرَ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ“ اس آیت میں شرک بمعنی کفر ہے۔

فرمان نبوی کی رو سے ثابت ہوا کہ ترک نماز کافر نہیں۔ اور حسب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک نماز کو کافر قرار نہیں دیا، تو پھر ان کچھ نہم و باہیہ کو یہ حق کہاں سے حاصل ہو گیا کہ تارک نماز کو مطلقاً کافر اور خارج از اسلام قرار دیں۔

۳۔ عَنْ بَرِّیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَهْدُ الذِّیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَهَا

فَقَدْ كَفَرَ - رواه احمد والترمذی والنسائی وابن ماجه

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ہریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے تو جس نے اسے چھوڑ دیا یقیناً کفر کیا۔

ان سے مراد منافقین ہیں۔ یعنی مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان نماز ہی ایک وہ چیز ہے جو منافقوں کے لئے وجہ ایمان ہے۔ کہ اسی کی وجہ سے ہم انہیں قتل نہیں کرتے اور ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں۔ اب جو منافق نماز چھوڑ دے گا اس کا کفر ظاہر ہو جائے گا۔ اور وہ لائق قتل ہوگا۔ نماز چھوڑنے سے منافقین کا کفر ظاہر ہو گیا۔ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ فرمایا۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مَنَعَمًا فَقَدْ كَفَرَ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مطلقاً بے نمازی کا کفر ہے۔ (مرآت شرح مشکوٰۃ)

منافق اسے کہتے ہیں جو عقیدۂ دل سے ایمان کو قبول نہ کرے اور بظاہر زبان سے کلمہ پڑھے۔ اور مسلمانوں میں شامل ہو۔ پس منافق مومن نہ ہوا کہ عقائد باطنی کے لحاظ سے کافر ہے۔ مگر چونکہ وہ ظاہری اعمال اسلامی بجالاتا اور مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا ہے اس لئے اسے مسلمان شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس پر اسلامی احکام جاری ہوتے ہیں۔ پس اگر منافق نماز بھی چھوڑ دے جو اس کے کفر پر پردہ تھی تو اس کے کفر ہونے میں کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ اور وہ اسلامی احکام سے خارج ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوگا۔ یہ حدیث مومن کے بارے میں وارد نہیں۔ وہابی مولوی منشا حدیث کے خلاف تاویل فاسد سے اس حدیث کو مومنین پر چسپاں کرتے ہیں اور مومن کو ترک نماز کی وجہ سے زبردستی کافر ٹھہراتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

۴۰۰ عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة. (رواه مسلم، مشکوٰۃ)

بندے اور کفر کے درمیان نماز کو چھوڑنا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے نماز قریب کفر ہے یا اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے یا ترک نماز سے مراد نماز سے انکار ہے۔ یعنی نماز کا منکر کافر ہے۔ (مرآت) شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ واین تغلیظ وتشدیدست بترک نماز و اشارت است بہ آنکہ تارک الصلوٰۃ نزدیک است کہ کافر گردد و نزد اصحاب ثواب کافر است۔ و از بعض صحابہ نیز چیز با مروی است کہ نزدیک بہ تکفیر است و نزد بعض علما کہ شافعی ممالک از ایشانند واجب است قتل دے اگرچہ کافر نہ گردد و نزد حنفیہ واجب است ضرب و جرح در زندان تا دقتی کہ بگذاشت نماز و اشبعۃ اللغات

”یہ حدیث ترک نماز پر تغلیظ و تشدید کے لئے اور اشارۃ بتایا گیا ہے کہ تارک نماز کافر ہو جانے کے قریب ہے۔ الفاظ کے ظاہری معنی لینے والے بے نماز کو کافر کہتے ہیں اور بعض صحابہ سے بھی ایسی چیزیں مروی ہیں جو کفر کے

نزدیک ہیں اور بعض علماء کے نزدیک بن میں سے امام شافعی اور امام مالک ہیں فرماتے ہیں کہ بے نمازی اگرچہ کافر نہیں تاہم بے نماز کو بطور سزا قتل کرنا واجب ہے۔ اور ضعیفوں کے نزدیک تارک نماز کو مار پیٹ کی جائے۔ اور جیل میں اس وقت تک قید رکھا جائے جب تک وہ نمازی نہ بن جائے۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے واضح ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ ترک نماز پر اصرار اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ اگر اس حدیث کے یہ معنی نہ کئے جائیں تو قرآن مجید کی آیت مبارکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا ذُوْنَ ذَالِكِ لِمَنْ يَشَاءُ اور حضرت عبادہ بن صامت والی حدیث اور اسی طرح کی دوسری حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مومن کو ترک نماز کی وجہ سے مطلقاً کافر قرار دے دینا وہابیہ کی سخت غلطی اور بہت بڑی زیادتی ہے۔

نمبر ۳: خلاف سنت، رسمی، رواجی نماز پڑھنا۔

خدا جانے وہابیہ اس سے کیا مراد لیتے ہیں کہ اس کے تحت بے چارے نماز پڑھنے والے مسلمانوں کو بھی نہیں بخشا گیا اور بڑی فرائضی کے ساتھ نمازی مسلمانوں پر بھی کفر کا فتویٰ جڑ دیا گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان خدائی فوجداروں کے نزدیک جو مسلمان نماز میں ان کی سی حرکات نہیں کرتے، یعنی نماز کی حالت میں ٹانگیں چوڑی

کر کے کھڑے نہیں ہوتے۔ بیہودان کی طرح اکڑ کر سینہ اٹھا کر کہنیوں پر ہاتھ نہیں رکھتے۔ پیچ چلا کر آمین نہیں کہتے۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے اور رفع یدین نہیں کرتے، ان مسلمانوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگا کر دل کا بخار نکالا گیا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ لوگ اہل اسلام کو کافر ٹھہرانے میں کس قدر بے باک ہیں۔ ان کے فتوے کی رو سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر زمانہ حال تک مسلمانوں کی غالب اکثریت کافر قرار پاتی ہے۔ مومنین، صالحین، علمائے کرام، اولیائے عظام، مجتہدین، مفسرین، محدثین، تابعین اور آسمان کے ستاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان تک وہابیوں کے اس شیطانی فتویٰ کی زد میں آ جاتے ہیں۔ اور اگر آپ مزید غور فرمائیں تو آپ محسوس کر کے کانپ اٹھیں گے کہ ان کے فتوے کی زد (خاک ہڈی) وہابیہ (شیعہ المذنبین، رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پڑھتی ہے۔ (مخوذ باللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اس لئے کہ اہل سنت و جماعت حنفی مسلمان جس طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں اس کا سلسلہ علما، وصالی، آئمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، تابعین اور تابعین کے ذریعے صحابہ کرام علیہم الرضوان تک پہنچتا ہے۔ اور صحابہ کرام نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھا۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ اختلافات روایات کے تحت بعض علماء و

مجتہدین رفع یدین کرنے آئیں بالجہر کہنے اور فاتحہ خلف الامام کے بھی قائل ہیں۔ مگر غیر مقلدین وہابیہ کی طرح یہ کسی نے نہیں کہا کہ جو مسلمان رفع یدین نہ کرے، آمین بالجہر نہ کہے اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے وہ کافر ہے اور مجبور علمائے اُمت اور مجتہدین جو رفع یدین آئیں بالجہر اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں کو ہرگز کافر قرار نہیں دیتے۔

در اصل یہ اختلاف فقہی، اجتہادی اور فروعی حیثیت رکھتا ہے۔ اور حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسلمانان اہلسنت اپنے اپنے امام مجتہد کی اتباع میں نماز پڑھتے اور فروعی اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد اور تعصب یا دشمنی نہیں رکھتے، اور نہ ہی ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں بلکہ نہایت خلوص و محبت کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور برادرانہ مل جل کر تمام امور بحال لاتے ہیں مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ شریعہ قلیلہ وہابیہ اپنے پیشوا ابن عبدالبواب نجدی کی پیروی میں اپنے مختصر سے گروہ وہابیہ کے سوا دوسرے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا اور فغان ساز آئین وہابیہ کی رو سے بات بات پر کفر و شرک کے فتوے داغنے سے باز نہیں رہتا۔ (نفوذ باللہ من شرور الوہابیہ)

منسب: مذہبی نماز پڑھنا۔

جہالت کی انتہا ہے کہ وہابیہ نے مذہبی نماز پڑھنے والے پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ یہ امر ان کے خبث باطن کا آئینہ دار ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مقلدین ائمہ اربعہ، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمانان

اہل سنت و جماعت کافر ہیں کہ فقہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ اب کوئی غیر مقلدین سے پوچھے تو یہی اگر مقلدین ائمہ اربعہ مذہبی نماز پڑھتے ہیں تو کیا تم لوگ لا مذہب ہو؟ تمہارا کوئی مذہب نہیں، آیا تم لوگ غیر مذہبی نماز پڑھتے ہو۔ اگر امام مجتہد کا مقلد ہونا ایک مذہب ہے تو غیر مقلد ہونا بھی ایک مذہب ہے۔ اگر مقلدین بحیثیت مقلد ہونے کے اپنے امام کی تقلید میں مذہبی نماز پڑھتے ہیں، تو تم بھی عدم تقلید میں دم بھرنے کے باوجود اپنے امام کی تقلید میں مذہب غیر مقلدیت کے تحت مذہبی نماز پڑھتے ہو۔

پس اگر مقلدین اپنے امام کی تقلید میں مذہبی نماز پڑھنے کی وجہ سے کافر ہیں تو تم بھی اپنے فتویٰ کے بموجب مذہب عدم تقلید کی تقلید میں مذہبی نماز پڑھنے کی وجہ سے کافر ٹھہرتے ہو۔ بتاؤ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اگر کوئی غیر مقلدیت کر کے یہ کہے کہ ہم کسی امام کے مقلد نہیں۔ ہم حدیث کے مطابق نماز پڑھتے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ یا تو وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہے یا دوسروں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث کی کتابوں میں ایک ایک امر کی مختلف اور بظاہر متضاد روایات پائی جاتی ہیں تو عمل بالحدیث کا مدعی ایک امر کے متعلق مختلف یا متضاد روایات حدیث پر کیونکر عمل کرے گا۔ ایک امر کے متعلق یہ ایک وقت ایک ہی حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے نہ کہ سب حدیثوں پر۔

پس جب مدعی عمل بالحدیث ایک حدیث پر عمل کرتا ہے تو اس امر کے متعلق دوسری احادیث عمل سے رہ جائیں گی۔ اور اس کا دعویٰ باطل

ہو جائے گا کیونکہ دعوائے عمل بالحدیث کا تقاضا تو یہ ہے کہ مدعی کا عمل ہر حدیث پر ہو۔

مشکوٰۃ رفع یدین کے متعلق ایک روایت میں اثبات ہے۔
عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يدين حتى يحاذي منكبيه وقبل عن يركع واذا رفع من الركوع ولا يرفعهما بين المسجدين (مسلم جلد ۱ ص ۱۶۸)

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین فرماتے اور سجدہ کے زمیان ہاتھوں کو نہ اٹھاتے۔

اور دوسری حدیث میں اس کی نفی ہے۔ امام نسائی نے روایت کیا۔

حدثنا سويد بن نصر ثنا عبد الله بن المبارك عن سفيان الى اخيه السند ولفظه فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد قال العلامة الهاشم المديني في كشف السري عن مسئلة رفع اليدين ان اسناد السنائي على شرط الشيخين (عاشية مسلم جلد ۱ ص ۱۶۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس آپ نے پہلی بار تکبیر تحریر کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا پھر نماز میں،

رکوع میں جاتے ہوئے یا رکوع سے اٹھتے ہوئے یا کسی دوسرے موقع پر رفع یدین نہ فرمایا۔

اور تیسری روایت میں امام بخاری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد اول سے اٹھتے ہوئے رفع یدین فرماتے تھے۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں۔ صحیح الاضامن حدیث ابی حمید الساعدي رواه ابو داود والترمذي باسناد صحيح وقال ابو بكر المنذر والابو علي الطبري من اصحابنا وبعض الحديث يستحب الاضافي (السجود مسلم جلد ۱ ص ۱۶۸)

تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کے ثبوت میں ابو حمید الساعدي سے بھی صحیح حدیث مروی ہے۔ اس حدیث کو ابو داود اور ترمذی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہمارے اصحاب سے ابو بکر بن المنظر اور ابو علی الطبري اور بعض محدثین کا قول ہے کہ سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔

اور پھر اس کے برعکس دارقطنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا: السنة رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عین افتتاح الصلوة رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم يعد الى شيء عن ذلك حتی فرغ من صلواته

انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا جب کہ حضور نے نماز شروع کی تو ہاتھ اتنے اٹھائے کہ کانوں کے مقابل کر دیئے پھر نماز سے فارغ

ہونے تک کسی وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ

يَدَيْهِ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ شَوْ لَا يَجُودُ بِشَيْءٍ مِنْ

ذَلِكَ (فتح القدیر، ومرفقة شرح مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف شروع نماز میں ہاتھ اٹھاتے

تھے، پھر کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاتے تھے

ناظرین غیر جانبداری کے ساتھ غور فرمائیں کہ بعض احادیث میں

تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کا ذکر

ہے اور بعض میں تشہد اول سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین مذکور ہے اور بعض

میں دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کا بیان موجود ہے اور پھر

بہت سی صحیح احادیث میں وارد ہے کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے تک کوئی رفع یدین نہ فرمایا۔ تو

اب بتایا جائے کہ جو شخص حدیث پر عمل کرنے کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ میں

حدیث کے مطابق نماز پڑھتا ہوں، وہ صرف ایک رفع یدین کے معاملے

میں ہی ان تمام مختلف احادیث پر کس طرح عمل کرے گا۔ اس لئے اگر اس

نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے

ہوئے ہاتھ اٹھائے جیسے کہ غیر مقلدین و ہابیہ کا عمل ہے تو تشہد اول سے

اٹھتے ہوئے رفع یدین والی حدیث پر اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے

کی حدیث پر عمل رہ جاتا ہے۔ اور پھر اگر وہ تشہد اول سے اٹھتے ہوئے اور

سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرے یعنی رفع یدین والی ساری حدیثوں

پر عمل کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے

تشہد اول سے اٹھتے وقت اور سجدوں کے درمیان ہر جگہ رفع یدین کرے

تو پھر اس صورت میں بھی ان ساری احادیث پر عمل کرنا رہ جاتا ہے، جن

میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوائے تکبیر تحریمہ سے نماز

سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہ فرمایا۔

مختصر یہ کہ رفع یدین کرنا ہے توفیقی کی حدیثوں کا مخالف بنتا ہے۔

اور اگر نہیں کرتا تو اثبات والی روایات حدیث کے خلاف ہوتا ہے۔

نیز اگر رفع یدین کرتے ہوئے کندھوں تک ہاتھ اٹھا تا ہے تو کانوں

تک ہاتھ اٹھانے والی حدیث کا تارک اور مخالف بنتا ہے۔ اور اگر کانوں

تک ہاتھ اٹھائے تو کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی حدیث ترک ہو جاتی

ہے۔ رفع یدین کے بعد قرأت خلف الامام کے مسئلہ کو لیجئے تو یہاں بھی یہی

صورت موجود ہے کہ امام کی اقتدار میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے ثبوت میں وہ

روایات بھی آپ کو ملتی ہیں جن پر غیر مقلدین نماز کرتے اور عمل کرتے ہیں اور

ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے پچھنے کے لئے یہ لوگ طرح طرح کے حیلے

اور بہانے تراشتے نظر آتے ہیں۔

الغرض مدعیان عمل بالحدیث اس مسئلہ میں بھی ساری حدیثوں پر عمل کر

کے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ

وسلم لا صلوة لمن یقرأ بفاتحة الكتاب (مسلم جلد ۱ ص ۱۳۹)

جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
من صلی صلوۃ لا یقرأ فیہا بآء القرآن نہی
خدا ج ثلاثا غیر تمام فقیل لا بی ہریرۃ انا نکون
ولا الامام فقال اقراء بہما فی نفسک الحدیث مسلم ص ۱۹۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نامکمل ہے۔ تین مرتبہ فرمایا، راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے یہ حدیث بیان کی تو ان سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو اس صورت میں ہم سورہ فاتحہ کیونکر پڑھیں، تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا سورہ فاتحہ اپنے دل میں پڑھ لو۔ نیز اس کے برعکس ایسی روایات بھی بحکثرت موجود ہیں جن سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

واخرج البیہقی عن ابی ہریرۃ مرفوعاً کل صلوۃ لا یقرأ
فیہا بآء القرآن فہی خداج الاصلۃ خلف الامام۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو نامکمل ہے مگر امام کے پیچھے نہیں۔

وعن ابن عباس مرفوعاً کل صلوۃ لا یقرأ فیہا
بفاتحۃ الكتاب فلا صلوۃ الا ورا الامام (بیہقی)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی، مگر امام کے پیچھے۔

اب اگر مدعی عمل بالحدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو ان حدیثوں کا تارک اور مخالف ٹھہرتا ہے۔ جن میں ممانعت ہے۔ اور اگر نہیں پڑھتا تو یہ ظاہر ان حدیثوں کے خلاف ہوتا ہے جن میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی تاکید ہے۔

مسئلہ:- آئین کے متعلق بھی مختلف روایات ملاحظہ ہوں۔

ابوداؤد میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قراء ولا الضالین
قال آمین ورفع بہا صوتہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو فرماتے آمین اور اپنی آواز کو اونچا فرماتے۔

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعہا
اہل الصف الاول فیرتبہا بالمسجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو فرماتے آمین۔ حتیٰ کہ پہلی صف والے سن لیتے۔ پس آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی۔

ابوداؤد ترمذی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔

قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

قراء غير المعضوب عليهم ولا الضالين، فقال آمين

وخفض به صوته

فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیر المعضوب

علیہم ولا الضالین پڑھتے سنا، پس آپ نے فرمایا، آمین اور اپنی آواز پست

(آہستہ) رکھی۔

امام احمد، ابوداؤد، طبرانی، ابوالعلیٰ موسیٰ، دارقطنی اور حاکم

نے "مسندک" میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی،

ماکمل نے فرمایا اس کی سند نہایت صحیح ہے۔

عن وائل بن حجر أنه صلى مع النبي صلى الله عليه

واله وسلم فلما بلغ غير المعضوب عليهم ولا الضالين

قال آمين واخفى بها صوته

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

غیر المعضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو فرمایا آمین۔ اور اپنی آواز

آہستہ رکھی۔

یعنی شرح ہدایہ نے حضرت ابو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

فرمائی۔ عن عمر ابن الخطاب قال يخفي الامام اربعاً

التعوذ بسم الله آمين وربنا لك الحمد

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اما چار

چیزوں کو آہستہ کہیے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لك الحمد۔

اس کے علاوہ دیگر امور کے متعلق بھی مختلف روایات کتب احادیث میں

بکثرت موجود ہیں۔

عن عائشة انها قالت ما رأيت رسول الله

نمازِ چاشت

صلى الله عليه وسلم يصلي سجدة الفجر

قط وافي لُسُجُودَهَا وان كان رسول الله صلى الله عليه

وسلم يَدْعُ الْعَمَلُ وهو يجب ان يعمل به خشية

ان يعمل به الناس فيفرض عليهم

حضور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کبھی بھی نمازِ چاشت پڑھتے نہیں

دیکھا اور اس کے باوجود میں نمازِ چاشت پڑھتی ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

پسندیدہ اعمال کو اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ حضور کو وہ عمل کرتے

دیکھ کر لوگ بھی وہ عمل کرنے لگیں تو کہیں وہ عمل ان پر فرض قرار نہ

دے دیا جائے۔

اس کے متصل یہ روایت بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا سے ہی منقول ہے کہ حضرت یزید الزہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ مجھ سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ:

انها سألت عائشة كَمَا كَانَ يصلي رسول الله صلى الله

عليه وسلم وصلوة الضحى قالت اربع ركعات و

يزيد ما شاء (مسلم جلد ۲ ص ۲۳۹)

انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چاشت کی کتنی رکعت پڑھتے تھے؟ فرمایا چار رکعت اور جس قدر چاہتے اس سے زیادہ بھی پڑھ لیتے۔

پہلی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کبھی نماز چاشت پڑھتے نہیں دیکھا اور دوسری روایت میں خود عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چار رکعت نماز چاشت پڑھتے تھے۔ اور چاہتے تو زیادہ بھی پڑھتے۔

اور دیکھئے: عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال ما اخبرني

احدا من رآ النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى

الا اقرهاني فاتها حدثت ان النبي صلى الله عليه

وسلم دخل بيتها يوم فتح مكة فصلى ثمان

ركعات۔ (المحدث (مسلم جلد ۲ ص ۲۳۹)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مجھ

کو اُمّ بانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کسی اور نے خبر نہیں دی کہ اُس نے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نماز چاشت پڑھتے دیکھا ہے۔ حضرت

اُمّ بانی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فتح مکہ کے دن

ان کے گھر تشریف لائے اور نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

اس حدیث میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے۔ اور پھر ملاحظہ ہو

عن ابی ہریرۃ قال اوصانی خلیلی ثلثات۔ صیامت ثلاثۃ

ایام۔ من کل شہر۔ و رکعتی الضحی وان اوتر قبل

ان ارتد۔ (مسلم جلد ۲ ص ۲۴۰)

"مجھے میرے نبیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ (ایک یہ کہ) ہر ماہ تین دن روزہ رکھا کروں (دوم یہ کہ) نماز چاشت دو رکعت پڑھا کروں (سوم یہ کہ) سونے سے پہلے نماز وتر پڑھ لیا کروں۔"

اس حدیث میں دو رکعت نماز چاشت کا حکم ہے۔

اور اب آپ کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق روایات ملاحظہ

فرمائیں۔ عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى

ان يشرب الرجل قائما قال قتادة فقلنا فالاكل

فقال ذاك اشرف او اخبت۔ (مسلم جلد ۲ ص ۲۴۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑا ہو کر

کچھ پئے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر ہم نے

آپ سے کھڑے ہو کر کچھ کھانے سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ اس

سے بھی زیادہ برا ہے۔ یا یہ فرمایا کہ یہ اس سے بھی زیادہ غیث کا ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم زجر عن الشرب

قائمًا وسد مبدعًا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے سختی کے ساتھ ڈانٹ کر روکا ہے۔ اور اس کے برعکس بخاری شریف میں ہے۔

اِنَّ عَلِيًّا شَرِبَ قَائِمًا وَقَالَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّ كَمَا رَأَيْتَهُ وَفِي فَعَلْتُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا، جس طرح تم نے مجھ کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے۔

اب کوئی غیر منقلد یا ان کا کوئی حامی بتلائے کہ مندرجہ بالا احادیث پر کوئی شخص کیونکر عمل کر سکتا ہے اگر کوئی بلند آواز سے آمین کہے تو آہستہ آواز سے آمین کہنے والی احادیث کے خلاف عمل ہوتا ہے اور آہستہ کہے تو بلند آواز سے کہنے کی احادیث کی مخالفت ہوتی ہے۔

نماز چاشت کے متعلق احادیث میں بظاہر اس قدر تضاد واقع ہے کہ بعض روایات کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چار رکعت پڑھنا بعض سے آٹھ رکعت ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور ان سب کے برعکس پہلی روایت میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے نماز چاشت پڑھتے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

اب کوئی مافی کالال نماز چاشت کی حدیثوں پر اس طرح عمل کر کے دکھائے کہ کوئی حدیث عمل سے نہ رہ جائے۔ نیز مندرجہ بالا آخری روایت میں کھڑا ہو کر پینے کی ممانعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے تو کھڑے ہو کر پینا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عمل ثابت ہے۔ پس باری النظر میں اگر کوئی شخص کھڑا ہو کر پیتا ہے تو ممانعت کی حدیث کے خلاف اور اگر کھڑا ہو کر نہیں پیتا تو کھڑا ہو کر پینے والی حدیث کا مخالف ٹھہرتا ہے۔

پھر قصہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ نماز کے دیگر امور اور نماز کے علاوہ شریعت کے دیگر بہت سے امور میں بھی اسی طرح مختلف احادیث ہیں جن کے پیش نظر عمل بالحدیث کا مدعی ہر قدم پر بعض احادیث کا تمارک و مخالف رہتا ہے اور اس طرح اس کا دعوئے عمل بالحدیث سراسر لغو اور باطل ٹھہرتا ہے۔

اگر کوئی وہابی جنت کے مقابلہ پر آئے تو فقیر صحاح شریف و دیگر معتبر کتب احادیث سے ایسی بہت سی روایات حدیث پیش کرنے کو تیار ہے جس پر یہ مدعیان عمل بالحدیث سرے سے عامل ہی نہیں ہیں۔ نیز بہت سی ایسی روایات حدیث جن پر ان شہرے مہار و بابیہ کا ایمان ہی نہیں ہے۔ یہ خوارج الاصل ان صحیح احادیث کے خلاف عقیدہ و عمل رکھتے ہیں۔

بہر حال اس بحث کے نتیجے میں ثابت ہوا کہ عمل بالحدیث کا کوئی مدعی کسی صورت تمام احادیث پر عامل ہونے کا عمل ثبوت پیش نہیں

کر سکتا۔ خواہ کچھ بھی کرے۔ اگر اس کا عمل بعض احادیث کے موافق ہو گا تو بعض احادیث کا تارک یا مخالف ضرور رہے گا۔ الغرض مدعی عمل بالحدیث ایسی مشکل میں پھنس جاتا ہے کہ نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس مشکل سے بچنے کے لئے رحمۃ اللعالمین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ (المحدث)

(مشکوٰۃ باب الاعتصام)

دوئم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا فرض ہے۔

خیال رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عَلَيْكُمْ بِمَحَدِثِي نہ فرمایا، کہ تم پر میری حدیث پر عمل کرنا فرض ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ محبوب، دانائے غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ احادیث پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي فرما کر امت کی مشکل حل فرمادی کہ میرے طریقہ اور خلفائے راشدین کے طریقہ کی پیروی کرو۔

لیکن مصیبت یہ ہے کہ سفہار الاحلام و بابی عمل بالحدیث اور عمل بالسنت کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ فرمان نبوی عَلَيْكُمْ بِمَحَدِثِي کے تارک ہو کر عمل بالحدیث کے زعم میں گرفتار ہو گئے۔ اور اس کی پاداش میں صراطِ مستقیم سے بھٹک کر سوادِ اعظم سے کٹ گئے۔ اور مصداقِ ہنّ شَذَّ شَذًّا فِي السَّارِ حَنِيم کے متحق بن چکے ہیں۔

پھر اس کے باوجود جس طرح ایک دیوانہ خود کو فرزانہ اور ساری

دنیا کو دیوانہ سمجھتا ہے۔ جو بہو اسی طرح یہ لوگ راہ سے بھٹکے ہوئے ہونے کے باوجود خود کو راہ پر اور تمام مسلمانوں کو گمراہ سمجھ رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

بمجدہ تعالیٰ وبفضل رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقلدین امہ اربعہ اہل سنت و جماعت اپنے امام کی تقلید کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ پر عامل اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں کہ امہ مجتہدین علیہم الرضوان نے قرآن و حدیث کی تعلیمات اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے عمل و ارشادات کی روشنی میں خداداد تَفَقُّہ فی الدِّین کی بدلت فہم و فراست کے ساتھ منشاءِ خدا و رسول خدا کے مطابق مسائلِ شریعت متعین و مرتب فرما کر سنتِ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امتِ محومہ کے لئے واضح فرما دیا۔ مفسرین، محدثین، شارحین حدیث بلند پایہ علمائے حق اور اولیاء اللہ نے امہ مجتہدین کی تحقیق و تفتق پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ان کی تقلید کو اختیار کیا اور ان کی اتباع میں تمام مسلمان امہ اربعہ کے تقلید بن گئے۔ اور اس طرح تقلید امہ مجتہدین پر اجماع امت قائم ہو گیا۔

چنانچہ سلف صالحین کی طرح آج بھی ساری دنیا میں جمہور علمائے حق اور مسلمان تقلید پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اقل قلیل غیر مقلد و بابی جو مفسرین کی تفاسیر اور محدثین کی مرتب کردہ کتب حدیث شارحین حدیث کی عبارتوں کو کما حقہ سمجھنا تو درکنار صحیح طور سے پڑھ لینے کی قابلیت بھی نہیں رکھتے، بڑی بے باکی کے ساتھ امہ مجتہدین پر زبان

طعن دراز کرتے ہیں۔ اور ان کی شانِ رفیع میں دریدہ دہنی کی جسارت کرتے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ مقلدین ائمہ اربعہ بخسین، محسنین، علمائے کرام، اولیائے عظام اور تمام مسلمانانِ اُمت کو مشرک اور خلافِ سنت رکھی، رواجی اور مذہبی نماز پڑھنے والے کہہ کر کافر قرار دینے سے نہیں شرماتے۔ حالانکہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ تعلیماتِ قرآن و حدیث سے بے بہرہ اور جہلِ مرکب میں گرفتار ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ ہے کہ اِنَّهُوَ السَّوَادُ الْاَوْفَقُ فَاِنَّهُ مَنِ شَدَّ شِدَّتِي فِي النَّارِ (مشکوٰۃ)۔

”سوادِ اعظم اُمت کی بڑی جماعت کی اتباع کرو بلاشبہ جو سوادِ اعظم سے علیحدہ ہوا اسے علیحدہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“

مگر کس قدر دیدہ دلیر ہیں، یہ مدعیانِ عمل بالحدیث، شترانِ بے ملہار و بابائی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح ارشاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ سوادِ اعظم سے علیحدہ ہو گئے خود ”سوادِ اعظم“ ہی کو مشرک و کافر قرار دے رہے ہیں۔ خیالِ بوجہ

تیج ہے۔ بے حیا باش دہر چہ خواہی کن

کعبۃ اللہ کے سوا بغداد وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا

مسلمانانِ اُمت و جماعت کو ہر صورت زبردستی مشرک و کافر ٹھہرانے کی خاطر وہابی کس قدر بے چین و بے قرار ہیں، یہ ان کے اس بے ہودہ فتویٰ سے ظاہر ہے۔ دیکھئے تو یہی کس کس طرح بیچارے ناکردہ گناہ مئی مسلمانوں پر بے بنیاد بہت تراش کر انہیں کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہابیہ کا یہ شہکار کارنامہ ان کی سفاہت و شقاوت اور ان کے فارحی الاصل ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان کعبۃ اللہ کے سوا بغداد وغیرہ کسے طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھتا۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ کعبۃ اللہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا فرض ہے۔ نیز یہ کہ کعبۃ اللہ کی طرف نہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائی فوجداروں نے ”صلوٰۃ غوثیہ“ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے معلوم نہیں کہ یہ کون سا مغر و بابائی ”صلوٰۃ غوثیہ“ کی اصطلاح سے بے خبری و جہالت کے باعث مغالطہ کا شکار ہیں یا خبیث باطن کی وجہ سے ”صلوٰۃ غوثیہ“ کے اصطلاحی نام پر عوام کو غلط تاثر دے کر شوقِ تکفیر پور کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال فقیر انہما حقیقت کے لئے ”صلوٰۃ غوثیہ“ کی کیفیت

اور ترکیب کچھ کر اس بات کا فیصلہ منصف مزاج قارئین پر چھوڑتا ہے کہ وہ اپنی صاحبانِ فتوائے کفر صادر کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔
حدیث شریف میں ہے کہ ایک نابینا صحابی سرکارِ دو عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "اَدْعُ اللّٰهَ

اِنْ يَّعَا فِىنِى فَقَالَ اِنْ يَّشَئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ يَّشَئْتَ

صَبَرْتُ فَهَوَّ خَيْرٌ لَّكَ فَقَالَ فَاَدْعُهُ قَالَ فَاَمَرُوهُ اَنْ

يَتَوَضَّاءَ يَسْتَحْشَى الْوَضُوْءَ وَيَدْعُوْا بِهٰذَا الدَّعَاءِ

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ وَاَتُوْجِّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ

نَبِىِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلَى رَبِّىْ

لِيَقْضِىْ لِىْ فِى حَاجَتِىْ هَذِهِ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِىَّ

(مشکوٰۃ ترمذی، ابن ماجہ طبرانی، مستدرک حاکم، صحت حسن اور الترمذی)

والترغیب وغیرہ کتب حدیث) و لفظ الطبرانی فقام

وَابْصَرَ ۝

یا رسول اللہ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے بینائی

عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے

(اپنی بینائی پر) صبر کر کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے، تو اس نے عرض کی

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دعا فرمائیں۔ پس آپ نے اسے حکم

فرمایا۔ بہت اچھی طرح وضو کر اور یہ دعا مانگ ”اے اللہ! میں تجھ سے

موال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے نبی محمد بنی الرحمتہ کے

وسیلے سے۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف

اس لئے متوجہ ہونا ہوں کہ اللہ آپ کے صدقے میں میری اس حاجت کو پورا فرمائے۔ یا اللہ! تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ طبرانی کی روایتوں میں ہے کہ وہ نابینا یہ دعا مانگ کر اٹھا تو اس کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

حدیث طبرانی معجم کبیر میں سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ

سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت امیر المومنین عثمان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی حاجت روا کرانی تھی مگر حضرت عثمان بن

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف ملتفت نہ ہوتے تھے، وہ شخص

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حاجت

روائی کی تجویز پوچھی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا۔ تو وضو کر کے

مسجد میں جا اور دو رکعت نماز پڑھ اور کہہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ وَاَتُوْجِّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ

نَبِىِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلَى رَبِّىْ

لِيَقْضِىْ لِىْ فِى حَاجَتِىْ هَذِهِ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِىَّ

اور اپنی حاجت بیان کر، اس نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ دربان نے

آگے بڑھ کر استقبال کیا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اندر لے گیا۔ امیر المومنین

عثمان نے اس کو اپنے فرشِ خاص پر بٹھایا اور پوچھا تمہاری حاجت

کیا ہے؟

اس نے حاجت عرض کی۔ آپ نے حاجت روا فرمائی۔ پھر

ارشاد فرمایا: اس کے بعد جو حاجت تم کو ہو کرے ہمارے پاس آجایا کرو۔ ہم حاجت روا کر دیا کریں گے۔ پھر اس شخص نے یہ معاملہ حضرت عثمان بن عفیف سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دُعا تعلیم فرمائی تھی تو اس ارشاد نبوی پر عمل کرتے ہوئے یہ دُعا میں نے تم کو بتائی۔ ورنہ میں نے تمہاری بابت کوئی سفاک نہیں کی ہے۔

احادیث سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجات کے لئے دو رکعت نفل ادا کرنا مقبولان بارگاہ رب العزت کے وسیلے سے دُعا مانگنا اور محبوبان الہی کو بصیغہ خطاب ندا کر کے ان سے توسل کرنا سنت اور موجب فتح باب اجابت ہے۔

پس فرمان نبوی و سنت صحابہ کے مطابق نائب رسول الثقلین حضور غوث الشقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے قضائے حاجات کے لئے فرزند ان توحید کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: من استغاث بی فی کربۃ کشفتم عنہ ومن نادى باسہی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعتہ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدى عشرة مرة ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد

لے: مثلاً توسل ونداء واستغاثۃ اور امتداد کی کل تین نفس نفیر کی تائید ”تذیل الایمان“ میں دیکھیے۔

السلام ویسلم علیہ ثم یخطو الی جہۃ العراق احدی عشرة خطوة یدکر فیہا اسمی ویدکر حاجۃ فانھا تقضی۔

جو تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف رفع ہو اور جو کمی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کمی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برائے اور حدود رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر (نماز سے فارغ ہو کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام لیتا جائے۔ اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو۔ اکابر اولیائے کرام و علمائے عظام مثل امام ابوالحسن علی بن جریر نخعی مشنونی و امام عبداللہ بن اسمعیل باغی مکی و علامہ علی قاری محدث مکی و مولانا ابوالعالی محمد سی و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ بآرامہ اپنی تصانیف جلیلہ، بہجت الاسرار، و خلاصۃ المنہا فر و زہرۃ الخاطر و مخفہ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہ میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے نقل و روایت فرماتے ہیں۔ اور چونکہ اس طرح نماز قضائے حاجت کی ترکیب حضور غوث اعظم نے بتائی ہے، اس لئے عرف عام میں اس کا نام ”صلوۃ غوثیہ“ مشہور و معروف ہے۔ یہ محض وہابیہ کا حبت باطن ہی ہے کہ اس عرفی نام کی آڑ لے کر خواہ مخواہ الزام تراشی و بہتان طرازی کرتے اور فرزند ان توحید پر شرک و کفر کے فتوے لگا کر

دنیا و آخرت میں اپنا مذکا کرتے ہیں۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَفَوَاتِ الْوَبِيَةِ

قبروں مزاروں خانقاہوں پر سجدہ کرنا

اس سے بھی وہابیہ کا تعصب اور شقاوت ظاہر ہے۔ یہ نادان لوگ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء و شہداء علیہم الرحمۃ اور مسلمانوں سے انتہائی بغض و کینہ رکھنے کے سبب اس قسم کے خبیث فتاویٰ صادر کرتے ہیں۔ فقیران کے اس بہتان و افتراء کی تردید اور صحیح صورت حال واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ ناظرین غیر جانبداری کے ساتھ غور کریں۔ اور وہابیہ کی دیانت و شرافت کی داد دیں۔

واضح رہے کہ شرعی لحاظ سے سجدہ دو قسم کا ہے۔

(۱) سجدہ عبادت

(۲) سجدہ تحنیت یا سجدہ تعظیمی

سجدہ عبادت لغیر اللہ یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین ہے۔

اس کا مرتکب مشرک و کافر ہے۔ بغیر توبہ کئے اسلام لائے مگر گیا تو بحکم اللہ عزوجل

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ . الْاٰیٰتِ

فقطاً نامغفور اور مخلد فی النار ہے۔

سجدہ تحنیت (سجدہ تعظیمی) لغیر اللہ شریعت محمدیہ میں یقیناً

اجماعاً حرام و گناہ کبیرہ ہے، بلکہ اکبر الکبائر ہے۔ تاہم اس کا مرتکب کافر نہیں، بلکہ مرتکب حرام اور بڑا گناہگار ہے۔ بغیر توبہ کئے مگر گیا تو بحکم اللہ عزوجل

وَيُغْفِرُ مَا ذُوْنُ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ . اَسْـَٔلُكَ بِعِشَّتِكَ اَنِ يُّغْفِرَ لِيْ سَيِّئَاتِيْ خَتَمًا مِّنْ مَّغْفِرَةِ مَخْلُودٍ فِي النَّارِ

سجدہ تعظیمی بغیر اللہ کے شرک کفر نہ ہونے کے دلائل

۱۔ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : وَاِذَا قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلٰسَ (قرآن کریم)

ترجمہ: جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا آدم کو سجدہ کرو، سب سجدہ میں گرے سوائے ابلیس کے۔

۲۔ وَرَفَعَ الْبُؤْيَیَ عَلٰی الْعَرْشِ وَخَرَّوَالِهٖ سُّجَّدًا (سورہ یوسف)

اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وہ سب یوسف کے لئے سجدہ میں گرے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادران یوسف کا سجدہ کرنا مذکور ہے۔ اگر وہابیہ خبیثہ کے خبیث فتویٰ کی رو سے سجدہ لغیر اللہ مطلقاً شرک و کفر ہے تو غور فرمائیے شرک و کفر فرشتوں پر، حضرت یعقوب علیہ السلام، برادران یوسف، حضرت یوسف علیہ السلام اور خود اللہ تعالیٰ پر بھی عام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ

غیر اللہ کا حکم فرمایا۔ ملائکہ نے غیر اللہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور یوسف علیہ السلام اس پر راضی ہوئے۔

پس اگر وہابی مولوی اپنے دعوے میں پتھ میں تو ذرا ہمت کر کے حضرت یعقوب (علیہ السلام) برادران یوسف پر فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ پر بھی شرک و کفر کا فتویٰ لگا کر شائع کریں۔

نیز بتائیں کہ آیا قرآن مجید میں بھی شرک و کفر بھرا ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو بھراہی نالافتی، سفاہت و جہالت اور شقاوت پرآئیں اور اپنی خیر منائیں۔

یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک ٹھہرانے کا حکم فرمائے۔ اگرچہ پھر اسے کبھی نسخ بھی فرمائے۔ یعنی شرک ہر زمان اور ہر حال میں شرک ہی ہے اور کسی طرح کسی کے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی محال ہے کہ ملائکہ و انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے بھی شریک خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے۔ پس یہ وہابیہ کی گمراہی کا ہی کرشمہ ہے کہ وہ سجدہ تعظیمی کو کفر و شرک قرار دے کر ملائکہ و انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کو بھی مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔

(نعوذ باللہ من ذلک، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) وہابیہ پر اتمام حجت اور ایضاح حق کے لئے قرآن مجید کے بعد فقیر ابو الحسن قادری ایسی چند احادیث درج کرتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ سجدہ خبیث (تعظیمی) غیر اللہ شرک و کفر نہیں بلکہ شریعت محمدیہ

علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں حرام ہے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اہل بیت من الانصار لہم جمل سینون علیہ وآلہ استنصعب علیہم و ذکر القصة الی قولہ فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خر ساجداً بین یدیه فقال لہ اصحابہ یا رسول ہذہ جمیعة لا تقبل تسجد لک ونحن نقبل فنحن احق ان تسجد لک قال لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر ولو صلح ان تسجد لبشر لبشر لم تزل المرأة ان یسجد لزوجہا من عظیم حقہ علیہا ہو عند النساء مختصر (امدناسی زار و ابوم)

اما منذری علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے راوی مشاہیر ثقہ ہیں۔

یعنی انصار میں ایک گھر کا آب کشی کا اونٹ گھر گیا کسی کو پاس نہ آنے دیتا کھیتی اور کھجوریں بیایا ہوتیں۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں اونٹ کی شکایت کی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا۔ چلو باغ میں تشریف فرما ہوئے۔ اونٹ اس کنارے تھا۔ حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف چلے۔ انصار نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! یہ اونٹ باؤے کٹھنے کی طرح ہو گیا ہے مبادا حملہ کروے فرمایا یہیں اس کا اندیشہ نہیں۔ اونٹ حضور کو دیکھ کر آپ کی طرف چلا، اور قریب آکر حضور کے لئے سجدے میں گرا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے ماتھے کے

بال پکڑ کر کلام میں دے دیا۔ وہ بکری کی طرح ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ بے عقل چوپایہ ہو کر آپ کو سجدہ کرتا ہے۔ ہم تو ذی عقل ہیں، ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔

آپ نے فرمایا آدمی کو لائق نہیں کہ کسی آدمی کو سجدہ کرے، ورنہ میں عورت کو حکم فرماتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ بیوی پر خاوند کا عظیم حق ہونے کی وجہ ہے۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

دخل النبي صلى الله عليه وسلم حائطا لانصار ومعه ابوبكر وعمر في رجال من الانصار وفي الحائط غنم فسجدن له فقال النبي بكر يا رسول الله كمتا نحن احق بالسجود لك من هذه الغنم قال انه لا ينبغي في امتي ان يسجد احدا لاحد ولو كان ينبغي ان يسجد احد الاحد لامرأتين ان تسجد لزوجها (راہ احمد بزار والترمذ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ انصار (علیہم السلام) ہمراہ تھے۔ باغ میں بکریاں تھیں۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔ ابوبکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہم حق دار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا، بے شک میری امت میں نہیں چاہیے کہ کسی کو سجدہ کرے۔ اور اگر ایسا مناسب ہوتا تو

میں عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم فرماتا۔

حضرت ملا علی قاری محدث علیہ الرحمۃ نے شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ نے نسیم الریاض میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خرج النبي صلى الله عليه وسلم يومًا فجاء بعيرا يرغو حتى سجد له فقال مسلمون نحن احق ان نسجد للنبي صلى الله عليه وسلم فقال لو كنت امرا احدا ان تسجد لغير الله تعالى لامرأتين العراة ان تسجد لزوجهما (الحديث مسند احمد مستدرک حاکم جامع کبیر طبرانی، بیہقی، الوضیم، دلائل النبوة اور امام بغوی شرح السنن میں روایت فرماتے ہیں۔)

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جاتے تھے کہ ایک اونٹ بولتا ہوا آیا، قریب آ کر سجدہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا ہمیں تو زیادہ لائق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں کسی کو غیر خدا کے سجدہ کا حکم فرماتا تو عورت کو فرماتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جانتے ہو؟ یہ اونٹ کیا کہتا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے چالیس برس اپنے آقاؤں کی خدمت کی، جب بوڑھا ہوا انہوں نے میرا چارہ کم کر دیا اور کام زیادہ کر دیا۔ اب کہ ان کے ہاں شادی ہے چھری لی کہ حلال کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے مالکوں کو کہلا بھیجا کہ اونٹ یہ شکایت کرتا ہے۔

انہوں نے غرض کی، یا رسول اللہ! واللہ یہ سچ کہتا ہے۔ فرمایا تو میں چاہتا ہوں کہ تم اسے میری خاطر چھوڑ دو، انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔
۴۔ تفسیر مدارک میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لَا يَنْبَغِي لِمَخْلُوقٍ أَنْ يَسْجُدَ لِخَلْقٍ (اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے سزاوار نہیں یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے)۔

جی تو چاہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی کم از کم چالیس احادیث بدیہ ناظرین کروں مگر طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اب غور کا مقام ہے کہ جانوروں کو سجدہ کرتے دیکھ کر آسمان ہدایت کے ستاروں صحابہ کرام علیہم ارضوان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سجدہ کرنا چاہا۔ تو یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ان نفوس قدسیہ نے حضور کے لئے سجدہ عبادت کرنے کی خواہش کی تھی۔

اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست تعلیم و فیض پانے والے صحابہ کرام تو حید و شرک کی حقیقت ان سفہاء الاصلام و بابیہ سے یقیناً زیادہ صحیح طور پر سمجھتے تھے۔ تو کسی صحابی سے عبادت نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکر منظور ہے ؟

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں یہی فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یہ نہ فرمایا کہ تم عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے کافر ہو گئے۔ تمہاری عورتیں نکاح سے نکل گئیں۔ توبہ کرو۔ دوبارہ اسلام لاؤ۔ پھر عورتیں

رضامند ہوں تو ان سے تجدید نکاح کرو۔ اس لئے کہ کوئی مسلمان سجدہ عبادت جائز جان کر مسلمان نہیں رہتا۔ کفر حقیقی کی خواہش کا اظہار بھی کفر ہے۔ تو لا محالہ ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرام نے سجدہ تعظیمی ہی کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چاہی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت نہ دے کر اس کی حرمت واضح فرمادی۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ عبادت شرک کفر اور شرعیت محمدیہ میں سجدہ تعظیمی حرام اور گناہ اکبر الکلبار ہے سجدہ تعظیمی اللہ کے سوا خواہ کسی کے لئے بھی کیا جائے، کوئی بھی کرے حرام ہے۔ اس پر حکم کفر و شرک لگانا و بابیہ کی تتم ظریفی ہے کہ مرتکب حرام کافر نہیں ہوتا۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا

اس سے وہابیہ کی مراد یہ ہے کہ مسلمانان اہلسنت و جماعت جو حضور عظیم علیہ الرحمۃ اور دیگر اولیاء اللہ یا اپنے عزیز و اقارب و عمام فوت شدہ مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کے لئے جانور ذبح کر کے گوشت تقسیم کرتے یا طعام بکا کر خیرات کرتے ہیں وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔ اس لئے مشرک و کافر ہیں۔

یہ بھی وہابیہ کا مسلمانوں پر بہتان عظیم ہے۔ یہ لوگ حسب معمول اس بات کے عادی مجرم ہیں کہ مسلمانوں پر بے بنیاد الزامات تراش کر شرک و کفر کے فتوے لگانے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان غیر اللہ کے نام پر ذبح نہیں کرتا خواہ وہ سرکارِ بغداد کی خدمتِ عالیہ میں بدیہ ایصالِ ثواب کے لئے ختم کیا ہو یا شریعت کا اہتمام کرے، یا دیگر اولیاء، شہداء، اعزاء و اقارب کو ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ و نیاز کا بندوبست کرے۔

مسلمان جب کوئی جانور ذبح کرتا ہے تو بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر اللہ ہی کے نام پر ذبح کرتا ہے۔ کوئی مسلمان بسم غوث الاعظم یا بسم امام حسین یا بسم معین الدین جیسی وغیرہ کہہ کر یا کسی عزیز و رشتہ دار کا نام لے کر ہرگز ذبح نہیں کرتا۔ وہابیہ کو مسلمانوں پر الزام تراشی و بہتان طرازی کا بہانہ ہاتھ آیا ہے کہ جو مسلمان گیارہویں شریف یا دیگر اولیاء و شہداء کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں وہ روزمرہ کے عام محاورہ کے تحت یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ بکر گیارہویں کے لئے ہے۔ امام حسین کی نیاز کا ہے، فلاں ولی اللہ کے لئے ہے، یا فلاں کی فاتحہ کے لئے ہے۔ اور وہابیہ جھٹ پکار اٹھتے ہیں کہ دیکھو جی یہ لوگ اللہ کے لئے تو کہتے نہیں غیر اللہ کے لئے کہہ کر مشرک بنتے ہیں۔ یہ نادان انسان نہیں سمجھتے کہ ایصالِ ثواب، اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں کیا جاسکتا۔ جلا اللہ تعالیٰ کو ثواب پہنچانے کی کیا تنگ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو ثواب دینے والا ہے۔

ایصالِ ثواب ہوتا ہی مخلوق کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ ان کو ٹھٹھ منوں سے پوچھنا چاہیے کہ آیا تم لوگ امور روزمرہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہو؟ مثلاً جب کوئی وہابی اپنے بیٹے کے عقیقہ کے لئے بکرالائے یا کسی مہمان کے لئے مرغ یا کوئی اور جانور ذبح کرے یا کسی دوست کے لئے طعام تیار کرے، تو وہ بھی یہی کہتا ہے کہ بکرابیٹے کے لئے ہے۔ یہ مرغ یا یہ جانور مہمان کے لئے

ذبح کرتا ہوں، یہ کھانا فلاں دوست کے لئے تیار کر رہا ہوں، تو بتایا جائے کہ یہ وہابی مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں کہ نہیں؟

نیز ان سے یہ بھی پوچھنا چاہیے کہ قصاب جو روزانہ بکرے، مینڈھے گلے اور بیل وغیرہ جانور ذبح کرتے ہیں اور تم یہ گوشت لے کر پکاتے کھاتے ہو، تو بتاؤ کہ حلال کھاتے ہو یا حرام؟ کہ قصاب اللہ کے لئے نہیں بلکہ گوشت بیچنے کے لئے ذبح کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ دراصل یہ روزمرہ کے محاورات ہیں۔ نجدی وہابی اپنی کج فہمی یا ضد و تعصب کی بنا پر ان محاورات کی آڑ میں خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔ اور چونکہ تعلیمات قرآن و حدیث سے بے بہرہ ہیں اس لئے آیہ مبارکہ وَمَا أَهْلُ بَيْتِهِ لِيُغَيِّرَ اللَّهُ مَا صَحِّحَ مَطْلَبُ سَمْعِنَا سے قاصر ہیں۔

حسب فرمان سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ فرمایا یقرءون القرآن لا یجوز حنا جرھہ (المحدث، بخاری) یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن قرآن مجید ان کے ساق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یعنی حروفِ قرآن ان کی زبانوں تک ہی رہیں گے۔ قرآن مجید کا کچھ بھی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچے گا۔

آیہ مبارکہ وَمَا أَهْلُ بَيْتِهِ لِيُغَيِّرَ اللَّهُ مَا صَحِّحَ مَطْلَبُ سَمْعِنَا پر ذبح کرنے وقت بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ کے بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے۔ جیسے کہ مشرکین عرب جانور ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللات یا بِسْمِ العزلی وغیرہ کہتے تھے۔ پس اگر ذبح کرنے سے پہلے یا بعد

عرفایوں کہے کہ یہ بکرا میلاد البقی علی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، یا گیارہویں شریف کے لئے ہے، یا فلاں ولی اللہ کے لئے، لڑکے کے عقیدے کے لئے، لڑکی کی شادی کے لئے یا بہان کے لئے ہے، لیکن ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتا ہے تو قرآن و حدیث کی رو سے نہ وہ ذبح حرام ہوگا، اور نہ ذبح کافر و مشرک ٹھہرے گا۔

حضرت جنید بن صفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں فرمان نبوی: ”قلید یح علی اسم اللہ“ کے تحت شارح مسلم حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هو بمعنى روايته قلید یح باسم اللہ ای قائلًا بسم اللہ۔ هذا هو الصحيح في معناه (مسلم جلد ۱ ص ۱۵۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اس روایت کے معنی میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے۔ یعنی بسم اللہ کہتے ہوئے ذبح کیا جائے اور یہی معنی صحیح ہے۔

اور اگر وہابیہ کے من گھڑت معنی صحیح سمجھنے جائیں تو غور باند تمام مسلمان، علماء، اولیاء، مفتیین، محدثین، تابعین، تابعین اور صحابہ کرام علیہم السلام تک مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا بدن وہابیہ (مکرر دو نام) صلی اللہ علیہ وسلم تک نجدی وہابیہ کے مردود فتاویٰ کی زد پڑتی ہے۔ طوالت سے بچنے کی خاطر صرف چند احادیث پیش خدمت کرتا ہوں۔

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: ”فَانْطَلَقْتُ اِلَى الْاَعْرَابِ اَيُّهَا السُّعْمِيُّ فَأَذَّجَهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم جلد ۱ ص ۱۸۳)“

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: پس میں بکریوں کے بازے کی طرف گیا تاکہ میں ان میں سے کوئی موٹی تازی (فرہ) بکری منتخب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کر دوں۔

۲۔ عن جابر قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا معه فدخل على امرأة من الأنصار فذبحت له شاة فأكل منه وأنته بقناع من رطب فأكل منه (الحدیث: ترمذی جلد ۱ ص ۱۸۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہوئے اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انصار میں سے ایک خاتون کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ پس اس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گوشت کھایا۔ اور اس خاتون نے بارگاہ رسالت میں تازہ پکی ہوئے کھجوروں کا ایک طبق مندر کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے کچھ کھجوریں بھی تناول فرمائیں۔

۳۔ عن سعد بن عبادہ أنه قال يا رسول الله ان أقر سعد ماتت فأبى الصدقة أفضل قال ألماء فحضر بيئرا وقال هذه لرسول سعد (ابوداؤد)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ فوت ہو گئی ہے۔ پس (ایصال ثواب کے لئے) صدقہ میں کون سی چیز افضل ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”پسانی“ پس حضرت سعد نے کنواں کھودا

اور فرمایا یہ (کنوٰں) اُمّ سعد کے لئے ہے۔

۴۴ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُضْحِي بِكَبْ شَيْبٍ وَأَنَا ضَحِي بِكَبِ شَيْبٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (قربانی میں) دو سینڈھے ذبح فرمایا کرتے تھے اور میں بھی (قربانی میں) دو سینڈھے ذبح کیا کرتا ہوں۔

اس کی تشریح میں حاشیہ پر مرقوم ہے قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ كَانَ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ الْمُعْظَمَةِ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْآخَرُ عَنْ أَمَّتِهِ مِمَّنْ لَمْ يَصْنَعْ وَيَنْبَغِي لِلْأُمَّةِ أَنْ يَذْبَحُوا الْبَكْبَشَيْنِ أَحَدُهُمَا لِنَفْسِهِ وَالْآخَرُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری جلد ۲ ص ۱۳)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک میٹھا چائے طرف سے قربان کیا کرتے تھے اور دوسرا میٹھا اپنے اُن اُمّتوں کی طرف سے جو قربانی نہیں دے سکتے۔ (یعنی اُمّت کے اُن غرباء کی طرف سے) اور اُمّت کو چاہیے کہ اُنھی ایک میٹھا اپنے لئے ذبح کیا کریں اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

آسمان ہدایت کے ستارے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے موٹی تازی بکری کو ذبح کیا۔ خاتون صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں مذبحہ بکریوں کا گوشت تناول

فرمایا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کے لئے کنوٰں کھدوایا۔ اور اس کا نام ”بیر اُمّ سعد“ رکھا۔ یعنی سعد کی ماں کا کنوٰں اور اُس کنوٰں کا پانی صحابہ کرام علیہم الرضوان پیتے رہے۔ تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، علماء اولیاء اور علماء مسلمان اس کا پانی پیتے رہے۔ آج تک وہ کنوٰں موجود ہے۔ اور خوش نصیب مسلمان اس کا پانی پی رہے ہیں۔ صحابہ کرام اور صلحاء اُمّت کا معمول ہے کہ قربانی کا ایک جانور اپنے لئے ذبح کرتے ہیں، اور ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ذبح کرتے ہیں۔ تو کیا بقول وہابیہ یہ سب مشرک و کافر ہوئے؟

نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْوَهَابِيَةِ

ثابت ہوا کہ کسی چیز پر غیر اللہ کا نام لے کر یہ کہہ دینے سے کہ یہ چیز فلاں کے لئے ہے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی اور نہ شرک و کفری عائد ہوتا ہے۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ وہابیہ کے ایسے تمام فتاویٰ مردود اور باطل ہیں۔ یہ خوارج الاصل، آیہ مبارکہ وَمَا أَهْلَ بِهِ لَعْنُ اللَّهِ کا غلط مطلب نکالتے ہیں۔ تحریف قرآن کے مجرم ہیں۔

وَمَا أَهْلَ بِهِ لَعْنُ اللَّهِ کا صحیح مطلب

وہ جانور حرام ہے جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ جس جانور پر وقت ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے خواہ تنہا یا خدا کے نام کے ساتھ عطف سے

ملا کر وہ حرام ہے۔ اور اگر نام خدا کے ساتھ غیر کا نام بغیر عطف ملا یا تو مکروہ ہے۔ اگر ذبح فقط اللہ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر اللہ کا نام لیا، مثلاً یہ کہ ما کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ یا جس کی طرف سے وہ ذبح ہے اسی کا نام لیا، یا جن او بیا کے لئے ایصال ثواب منظور ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ (تفسیر احمدی، خزائن العرفان)

جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ حرام ہے، مردار ہے۔ اسی طرح اگر دیدہ و نستہ بوقت ذبح بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے۔ مثلاً بسم اللہ اللہ اللہ کہنے کے بجائے کسی نبی، رسول، یا ولی کا نام لے کر ذبح کرے تو حرام ہے۔

خیال رہے کہ اس جلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔ اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبح کر دیا تو مردار ہو گیا۔ اگر مشرک نے بُت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو حلال ہے۔

اسی طرح ذبح کے وقت نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ آگے پیچھے زندگی میں جانور بُت کے نام تھا، مگر ذبح خدا کے نام پر ہوا حلال ہے، اور زندگی میں جانور قرآنی کا تھا مگر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ مردار۔

تفسیر بیضاوی میں ہے اِیْ رَفَعَ الصَّوْتُ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهٖ كَقَوْلِهِمْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْعَزَىٰ عِنْدَ ذَبْحِهِ یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، جیسے کفار

ذبح کے وقت کہتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْعَزَىٰ

تفسیر جلالین میں ہے بِاَنْ ذُبِحَ عَلَىٰ شَيْءٍ غَيْرِہٖ اِسْ طَرَحَ کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔

تفسیر خازن میں ہے لَعَنَیْ مَا ذُکِرَ عَلٰی ذَبْحِہٖ غَیْرِ شَیْءٍ وَذَٰلِکَ اَنَّ الْعَرَبَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ

كَانُوا یَذْكُرُونَ اَسْمَاءَ اَصْنَانِهِمْ عِنْدَ الذَّبْحِ فَخَرَّ اللَّهُ ذَٰلِكَ بِهٰذِهِ الْاَذِیْقَةِ وَیَقُولُہٗ وَلَوْ تَاكَلُوْا مِمَّا لَعَنَ یَذْكُرْ اَسْمَ اللّٰهِ عَلَیْہِ ۔

یعنی وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ذبح کے وقت بتوں کا نام لینے لگے تھے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس کو اس آیت سے اور آیت وَلَوْ تَاكَلُوْا مِمَّا لَعَنَ مِمَّا لَعَنَ اللّٰهُ عَلَیْہِ سے حرام فرمایا۔

تفسیر کبیر میں ہے وَكَانُوا یَقُولُونَ عِنْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللّٰهِ وَالْعَزَىٰ فَخَرَّ اللّٰهُ تَعَالٰی ذَٰلِكَ ۔

اہل عرب ذبح کرتے وقت کہتے تھے بسم اللات والعزى اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے معناه ما ذبح به لا اسمه غير الله مثل اللات والعزى واسماء

الذنیسیاء۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا

اِس سے وہابیہ کی مُراد یہ ہے کہ جس طرح کُفار بتوں کو مٹا ہوا

حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا۔ مخلوق ہیں کسی کو انوہیت میں شریک نہیں مانتا۔ اور کوئی مسلمان غیر اللہ کی عبادت و تقرب کی نیت سے چڑھاوے نہیں چڑھاتا۔ بلکہ مسلمان الہیت و جماعت "خَالِصَةً لِّوَجْهِ اللَّهِ" مدقہ و غیرت کرتے ہیں اور اس کا ثواب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت، اطہار، شہداء کرام علیہم الرضوان اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ بامرہم کی خدمت

میں ہدیہ نذر کرتے ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ کے توسل سے اپنے وفات پا جملنے والے اعزاء و اقارب اور تمام مسلمانانِ اُمت کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

فرزندِ انِ توحید علی مشکلات و فضائل حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ تو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں یا فلاں ولی کے صدقے میں میری یہ مشکل حل فرما دے۔ میری فلاں حاجت پوری کر دے تو میں تیرا شکر ادا کرتے ہوئے صدقہ خیرات کروں گا اور اس کا ثواب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں نذر کروں گا۔ فلاں ولی اللہ کے دربارِ پرستیم فقرائے مساکین اور حاضرین کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا سٹھائی تقسیم کروں گا۔ اتنا روپیہ یا اتنا کپڑا تقسیم کروں گا۔ فاتحہ دلاؤں گا۔ یا قرآن خوانی کراؤں گا۔

مسلمان، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ میں آپ کا وسیلہ پکڑتا ہوں۔ آپ بارگاہِ الہی میں میری شفاعت فرمائیں، میری یہ مشکل حل فرمادیں۔ یا میری فلاں حاجت ولی فرمائیں۔ یا صاحبِ مزار ولی اللہ سے التجا کی جاتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ بندے آپ اللہ تعالیٰ سے میری یہ مشکل حل فرمادیں یا میری فلاں حاجت روائی فرمادیں تو میں آپ کے حضور ایصالِ ثواب کے لئے یہ کارِ خیر کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندوں کے وسیلہ سے حل مشکلات و فضائل حاجات کے لئے دُعا مانگنا اور ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنا

قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر نانا جلال تک صحابائے اُمت اور تمام مسلمان اس پر متفق اور عامل ہیں۔

توسل، استمداد اور مزاراتِ مقدسہ سے حصولِ فیض و برکات کے موضوع پر فقیر کی تصنیف ”تنویر الایمان“، حصہ اول و دوم کا مطالعہ کریں کہ اس کتاب میں ان تمام امور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل بحث کی گئی ہے بلفہ صالحین کے ارشادات و عمل سے ناقابلِ تردید دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ نیز منکرین و باہیہ کے اعتراضات کے دندانِ شکن جواب دینے کے ساتھ ساتھ خود و باہیہ کے پستیوں کے اقوال و افعال سے ثابت کیا گیا ہے کہ بخدی و بانی کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ ان کا مذہب ایک ایسا گورکھ دھند ہے جس کا کوئی نہ سہیے اور نہ بھیر۔

اس مختصر سالہ میں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے مسئلہ

توسل و نذر و نیاز کے متعلق مختصر چند دلائل

پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔
(پ ۱ نورة المائدة ۶۷)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔“

اور اس کی راہ میں جہاد کرو، اس امید پر کہ فلاں پاؤں

۲۔ تفسیر مدارک التنزیل، مصلح الظلام اور عذب القلوب مصنفہ شیخ

محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ میں حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے تین روز بعد ایک اعرابی نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر خود کو روضہ اطہر پر گرا دیا اور خاک میں لوٹنے لگا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! جو کچھ آپ نے خدا سے سنا ہے وہ ہم نے آپ سے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ سے سیکھا کر یاد کیا ہے ہم نے آپ سے سیکھا کر یاد کیا ہے۔ اور منجملہ اس کے کہ آپ پر نازل ہوا۔ (قرآن مجید) یہ آیت ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ
وَأَسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اقدس سے آواز آئی قَدْ غَفَرَ لَكَ بَيْتُكَ تیری مغفرت کر دی گئی۔

۳۔ استاد المحدثین شہادۃ العزیز محدث دہلوی قدس سرہ احوال قبر و اصحاب قبور کے بیان میں فرماتے ہیں۔ و بعضی از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جابر و تکمیل و ارتقاء دینی نوع خود گردانیدہ و درین حالت ہم تصرف در دنیا وادہ واستغراق آنہا بہ جہت کمال و وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین صحت نمیکرد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا سے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا سے طلبند و بایند۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۴) بعض خواص اولیاء اللہ جنہوں نے دنیاوی زندگی میں خود کو نبی نوع انسان کی تکمیل و ارتقاء کا آلہ جابر بنایا ہوتا ہے۔ وہ اس حالت (عالم برزخ)

میں رہ کر بھی دنیاوی امور میں تصرف فرماتے ہیں اور احوال قبر میں ان کا تعلق ان کے کمال و وسعت مدارک کے باعث امور دنیا میں تصرف کو مانع نہیں ہوتا۔ اور اویسی حضرات ان سے کمالات باطنی حاصل کرتے ہیں اور ارباب حاجات و مطالب ان سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرتے ہیں اور اپنا مطلب پالیتے ہیں۔

۴۔ شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: امام شافعی گفتمہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب است، مراجبات و عسار و حجتہ الاسلام امام محمد غزالی گفتمہ ہر کہ استعدا کردہ شود بہ وے در حیات استعدا کردہ مے شود بہ وے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتمہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرفیائے ایشان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمرودہ و مقصود حصر نیست آنچه خود دیدہ و بافتہ است گفتمہ۔ (اشعۃ المعانی شرح مشکوٰۃ)

امام مجتہد حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ حضرت امام کاظم علیہ الرحمۃ کی قبر قبولیت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے۔ اور حجتہ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے جس سے اس کی دنیاوی زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہو اس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کی جاتی ہے اور مشائخ عظام میں سے ایک عظیم شیخ نے فرمایا ہے کہ میں نے اولیاء اللہ میں سے چار اولیاء کو دیکھا ہے جو اپنی دنیاوی زندگی میں تصرفات کی طرح یا اس سے بھی زیادہ اپنی قبور میں تصرفات کرتے ہیں۔ ایک شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ

اور دوسرے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ہیں اور دوسرے اولیا کا نام
لیلیٰ ہے جن کا انہوں نے نام نہیں بتایا۔ اور ان چاروں اولیا پر ہی حصر قصہ نہیں
بلکہ جو کچھ اس نے دیکھا اور جس طرح اس نے پایا اس کا بیان کر دیا ہے۔
۵۔ وہابیہ کے معتقد علیہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "الفلاس
العارفین" میں اپنے والد ماجد کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
"حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنا بزیارت مخدوم اللہ دیارفتہ بودند
شب ہنگام بود در آن محل فرمودند مخدوم ضیافت مائے کند و میگویند چیزے
خورده روید توقف کردند تا آنکہ اثر مخدوم منقطع شد و ملال برپا شد غالب آمد
آنکھانہ نے بیامد طبق برج و شیرینی بر سر و گفت نذر کرده بودم کہ اگر زوج من
بیاید ہاں ساعت اس طعام پختہ نہ میشیندگان در گاہ مخدوم اللہ دیارم
درین وقت آمد ایفا نئے نذر کردم"

حضرت ایشاں (شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب)
قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کے لئے گئے۔ رات کا وقت مختص
اس وقت آپ نے فرمایا مخدوم صاحب ہماری ضیافت کرنے ہیں اور کہتے
ہیں کچھ کھا کر جائیں! اسی انتظار میں ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں کا جوم
ختم ہو گیا اور زیادہ دیر انتظار کرنے کی وجہ سے شاہ صاحب کے ساتھیوں
پر ملال غالب ہوا۔ اس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق سر پر
اٹھائے آئی اور کہنے لگی۔ میں نے نذرمانی تھی کہ اگر میرا خاوند آج سے تو میں
اسی وقت یہ طعام تیار کر کے مخدوم اللہ دیار علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں پہنچے والوں
کو پہنچاؤں گی۔ اس وقت میرا خاوند گیا تو میں نے اپنی نذر کو پورا کیا ہے۔

بہ نظر اختصار قرآن مجید، حدیث شریف، تفسیرین و محدثین کے اشادہ
و نیز شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمن پر وہابیہ کو برا ضرور مانتا ہے۔
حوالے سے ناقابل تردید صرف پانچ دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ سیکڑوں
ہزاروں دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں۔ تاہم انہی دلائل سے وہ تمام امور ثابت
ہوئے جن پر وہابیہ شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہابیہ قرآن و حدیث کے منکر اور صراطِ مستقیم سے جھکے ہوئے ہیں۔
ان کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے الگ ہے۔

نتیجہ، سالواں چالیسواں کرنا

ان امور کی بناء پر فرزندِ ان توحید کو مشرک و کافر اور دائرۃ اسلام سے
خارج قرار دینا بھی نہایت وہابیہ کا کرشمہ اور وہابیہ کے خارجی ہونے کی
محکم دلیل ہے۔ ورنہ ان امور میں کفر و شرک کا شائبہ تک نہیں۔ حقیقت
یہ ہے کہ مسلمان اپنے اعزاء و اقارب میں سے کسی کی وفات کے بعد تیسہ سہ
ساتویں اور چالیسویں دن حسبِ توفیق کھانا تیار کر کے یا پس (خیرات) چھانی
یا پٹنے، شربت، دودھ وغیرہ، کھانے پینے کی اشیاء، کپڑے یا نقد روپے
پیسے خیرات کرتے، تلاوت قرآن مجید، درود شریف اور کلمہ طیبہ پڑھ کر ان
کارہائے خیر کا ثواب مرحوم کو پہنچاتے اور اس کے لئے دُعا سے تعفرت کرتے
ہیں۔ معلوم نہیں وہابیوں کو اس میں شرک و کفر کی کون سی بات نظر آتی ہے۔
مالا نکہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے اموات کے لئے ایصالِ ثواب اور

دُعائے مغفرت کرنا قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور بزرگانِ دین، علمائے کرام و اولیائے عظام اور امت کے تمام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔
حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”جب آدمی مُرجا تلبے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے اور کی کرنے سے وہ عاجز ہو جاتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ کوئی شخص اس کو نیکی پہنچائے تو غلاب سے اس کو نجات دے۔ ہم لوگ جس قدر کھانے پینے کے محتاج ہیں۔ اُس سے زیادہ مُردہ ہماری دُعا کا محتاج رہتا ہے۔ ہم لوگ جس طرح میت کے لئے ثواب پہنچائیں، نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر یا صدقہ خیرات دے کر یا مسجد بنوا کر یا قرآن شریف پڑھ کر یا درود و استغفار پڑھ کر تو میت کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے اور ہم کو بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ“

یعنی جو لوگ بعد کو آئے وہ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخش دے ہم کو اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ گزر گئے۔ (شرح الصدوق)

دلائل ملاحظہ ہوں

۱۔ فرمان الہی : وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا (پ ۴ ع ۱۲)

پھر ترکہ بانٹنے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین رابطنی جن میں سے کوئی میت کا وارث نہ ہو آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو قبل تقسیم ترکہ اور یہ دینا مستحب ہے۔ اور ان سے اچھی بات کہو۔

اس میں مذہب جلیل وعدۂ حسنہ اور دُعائے خیر سب داخل ہیں۔ اس آیت میں میت کے ترکہ سے غیر وارث رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کو کچھ بطور صدقہ دینے اور قول معروف کہنے کا حکم دیا۔ زمانہ صحابہ میں اس پر عمل تھا۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ان کے وارث نے تقسیم میراث کے وقت ایک بکری ذبح کر کے کھانا پکایا اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کو کھلایا اور یہ آیت پڑھی۔ ابن سیرین نے اسی مضمون کی عبیدہ سلمانی سے بھی روایت کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کما کہ اگر یہ آیت نہ آئی ہوتی تو یہ صدقہ میں اپنے مال سے کرتا۔

تبیخہ جس کو سوئم کہتے ہیں اور مسلمانوں میں معمول ہے وہ بھی اسی آیت کا اتباع ہے کہ اس میں رشتہ داروں اور یتیموں و مسکینوں پر تصدق ہوتا ہے۔ اور کھم کا ختم اور قرآن پاک کی تلاوت اور دُعائے قول معروف ہے۔ اس میں محفل لوگوں کو بے جا اصرار ہو گیا ہے جو بزرگوں کے اس عمل میں اس کا ماخذ تو تلاش نہ کر سکے باوجودیکہ انصاف قرآن پاک میں موجود تھا لیکن انہوں نے اپنے رائے کو دین میں دخل دیا اور عمل خیر کو روکنے پر تضرع ہو گئے۔ اللہ ہدایت کرے۔ (التفسیر خزائن العرفان)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَأَسْعِفُوا يَدَ الْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُؤْمِنَاتِ

الآیۃ (سورۃ محمد ع ۲)

”اور اسے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو“

یہ اس آیت پر اللہ تعالیٰ کا کراہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں اور آپ شیعہ مقبول الشفاعۃ ہیں۔ اس کے بعد مومنین سے عام خطاب ہے۔

۲۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ جب تم مریض یا میت کے پاس جاؤ تو دعائے خیر کرو۔ اس لئے کہ جب تم کوئی دعا مانگتے ہو تو ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔ نیز فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ وفات پا گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! ابوسلمہ کی وفات ہوئی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ پس کہہ ”دعا مانگ“ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِئِي

۳۔ عَنْ ابِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِذْ مِنْ ثَلَاثَةِ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ وَعِلْمٌ يَنْتَفَعُ بِهِ وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ۔ (ترمذی جلد ۱ ص ۱۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے ان تین اعمال کے صدقہ جاریہ اور علم جس سے نفع حاصل

کیا جاتا رہے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔

۴۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا أَقْبَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَقْبَلْتُ (ای ماتت بغتہ) نفسها ولم تنوص وأقْبَلْتُهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ تَصَدَّقْتُ أَقْبَلْتُهَا

أَجْرًا إِنَّ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ (مسلم جلد ۱ ص ۱۶۵) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر انتقال کے وقت کچھ بول سکتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ آیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ خیرات کر دوں تو اسے ثواب پہنچے گا؟ حضور نے فرمایا۔ ہاں!

اس حدیث کی شرح میں حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ جَوَازُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَاسْتِحْبَابُهَا وَإِنْ ثَوَابُهَا يَصِلُكَ يَنْفَعُكَ وَيَنْفَعُ الْمُتَصَدِّقَ اِيضًا وَهَذَا كُلُّهُ أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ۔ اس حدیث میں میت کی طرف سے صدقہ خیرات کرنے کے جائز اور مستحب ہونے کا ثبوت ہے اور یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ صدقہ خیرات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ میت کے لئے نافع ہے اور صدقہ خیرات کرنے والے کو بھی اس کا نفع (ثواب) ملتا ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے

زمانہ تک ایصالِ ثواب پر شکر و بدعت کے فتوے داغنے والے نجدی رہا۔ جبکہ کامرور نہ تھا۔

۶۔ عن ابن عباس ان سعد بن عبادۃ تَوَقَّيْتُ اُمَّهُ وَهُوَ عَابِتٌ

عنها فقال يا رسول الله ان اُخِي تَوَقَّيْتُ وانا غَائِبٌ عَنْهَا

اَيْتَنَحَهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَتَى

اَشْهَدُكَ اَنْ حَاطَطِي الْمَخْرَافَ صَدَقَةً عَلَيْهَا (بخاری جلد ۱ ص ۱۴۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری غیر موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو آیا اسے کچھ نفع پہنچے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت سعد نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کو گواہ بنانا ہوں کہ میرا باغ مخراف اس پر صدقہ ہے۔

۷۔ زبدۃ العارفین شاہ شرف الدین بن احمد یحییٰ منبری اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: ”حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے گیارہویں دن حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سا طعام پکوا یا تاکہ اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح کی نذر کریں۔ مریضہ منورہ میں اس کا چرچا ہوا تو لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے کہ آج کیا ہے؟ تو ہمیں معلوم تھا کہ آج کے روزے۔ ایامِ عرس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کا عرس ہے

۸۔ عن ابن ابي اسفہ سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم -

فقال يا رسول الله انا متصدق عن موتانا ونحج عنهم

ونذعوهم فهل يصل ذلك اليهم فقال نعم انا

ليصل ويفرحون به كما يفرح احدكم بانظني

اذا اهدى اليك - رواه ابو حفص العكبري -

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! ہم اپنے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں ہم ان کے لئے دُعا مانگتے ہیں تو آیا یہ ان تک پہنچتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں، بے شک ضرور پہنچتا ہے۔ اور وہ ایصالِ ثواب پر اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تمہیں (طعام وغیرہ) کا طبق ہدیہ دیا جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔

۹۔ مراقی الفلاح میں اس حدیث کے تحت مرقوم ہے۔

فَلَوْلَا نَسَانُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لَغَيْرِهِ عِنْدَ أَهْلِيهِ

وَالْجَمَاعَةِ صُلُوحًا كَانَ أَوْصُوْمًا أَوْ حَاجًّا أَوْ صَدَقَةً

أَوْ قِرَاءَةً لِقُرْآنٍ أَوْ لَذَّةً كَارِ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنْ أَنْوَاعِ

الْبَرِّ وَيَصِلُ ذَلِكَ إِلَى الْيَتِيمِ وَيَنْفَعُهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ

فِي بَابِ الْحَجِّ عَنْ الْغَيْرِ - (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح)

پس اہل سنت و جماعت کے نزدیک انسان کو چاہیے کہ اپنے

نیک عمل کا ثواب کسی کو بخش دے۔ پھر وہ عمل نفلی نماز ہو یا نفلی روزہ یا نفلی حج ہو یا صدقہ یا تلاوت قرآن یا دوسرے اذکار وغیرہ نیکی کے دوسرے کام۔ ان کا ثواب میت کو بھی پہنچتا ہے۔ اور ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے۔

۱۰۔ استادِ احمد شین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ تفسیر ”فتح العزیز“ میں میت کو جلانے کی مذمت و رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”و در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتامہ یکجا مے باشند علاقتہ روح با بدن از راه نظر و عنایت بحال مے ماند و توجہ روح بزمترین مستانین و مستقیدین بسہولت مے شود کہ بہ سبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است۔ و آثار این عالم از صدقات فاتحہ با تلاوت قرآن مجید چوں در آن بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع میشود۔ پس سوختن گویا روح را بہ مکان کردن و دفن کردن گویا ممکن ہے برائے روح ساختن بنا بریں است کہ از اولیائے مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع و استفادہ جاری است۔

و انما ارادہ افادۃ اعانت نیز منظور“ (تفسیر عزیزی مطبوعہ مجتہدی کتب)

اور دفن کرنے میں جب کہ اجزائے بدن بتامہ یکجا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر و عنایت سے روح کا تعلق بدن کے ساتھ بحال رہتا ہے۔ اور اس وفادہ حاصل کرنے کے لئے زیارت کو آنے والوں کی طرف روح کو توجہ

کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ مکان بدن کی تعین کے سبب سے گویا مکان روح بھی متعین ہے۔ اور اس عالم دنیا کے آثار از قسم صدقات و فاتحہ با و تلاوت قرآن مجید اس بقعہ میں کہ اس کا مدفن بدن ہے سہولت نافع ہوتے ہیں۔

پس میت کو جلانا گویا روح کو بے مکان کر دینا ہے اور دفن کرنا گویا روح کے لئے سکین بنا دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء مدفونین دیگر صلحائے مومنین کے مزارات سے نفع اور فائدہ حاصل کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ان کے لئے افادہ و اعانت بھی منظور ہے۔

۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس گھر میں کوئی مرد جا ملے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اس صدقہ کے ثواب کو حضرت جبرائیل علیہ السلام پور کے طبق میں رکھ کر اس کی قبر پر بے جلتے ہیں، اور کھڑے ہو کر کہتے ہیں: اے قبر والو! یہ تحفہ تمہارے گھر والوں نے تم کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو۔ پس مردہ خوش ہوتا ہے اور اپنے مہمان کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے مہمان جن کو کوئی تحفہ نہیں پہنچا ہے غمگین رہتے ہیں۔ (شرح الصدور)

۱۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ اپنی قبر میں ایسا ہے جیسے دریا میں کوئی ڈوبتا اور فریاد کرتا ہے۔ وہ منتظر رہتا ہے کہ میرا پاپ یا مال یا مال کا یا دوست میرے لئے دعا کرے۔ پھر جب یہ دعا کرتے ہیں تو یہ دعا ان کو دنیا و مافیہا

سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور جب زمین ولے دُعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کے مانند ثواب قبر والوں کو پہنچاتا ہے۔ اور زندوں کا تحفہ مڑوں کے لئے بھی ہے۔ کہ ان کے لئے استغفار کریں۔ (شرح الصدور)

۱۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مومن کے ساتھ پہاڑ کے برابر نیکیاں ہوں گی۔ وہ کہیں گے کہ دنیا میں تو ہم نے اس قدر نیکیاں نہیں کی تھیں۔ اس قدر ثواب کہاں سے آیا؟ آواز آئے گی کہ تیرے لڑکے نے تیرے لئے استغفار پڑھا تھا۔ یہ وہی نیکیاں ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیک بندہ کو اللہ تعالیٰ جنت میں بہت بڑا درجہ عطا کرے گا۔ وہ تعجب سے کہے گا۔ اے رب! یہ درجہ کہاں سے مجھ کو ملا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لڑکے کے استغفار اور برکت کی دُعا سے۔ (شرح الصدور)

۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اپنے اموات کے لئے تحفہ بھیجو، ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم کیا تحفہ بھیجیں؟ فرمایا: "مومنوں کی ارواح جمعہ کی رات کو آسمان سے دُنیا کی طرف آتی ہیں۔ اور اپنے مکان کے مقابل کھڑی ہو کر ہر ایک رُوح نگلیں آواز سے پکارتی ہے۔ اے میرے گھر والو! اے میرے خاندان والو! اے میرے قرابت والو! مہربانی کر کے ہم کو کچھ دو، اللہ تم پر رحم کرے اور ہم کو یاد رکھو اور مت بھولو۔ ہم قید خانہ میں ہیں اور بہت غم

میں مبتلا ہیں۔ پس ہم پر رحم کرو، اللہ تم پر رحم کرے، اور نہ بند رکھو ہم سے اپنی دُعا اور صدقہ کو اور تسبیح کو شاید اللہ رحم کرے ہم پر قبل اس کے کہ تم بھی ہماری مثل ہو جاؤ۔ (مسوس) اے شرمندگن! اے اللہ کے بندو ہمارا کلام تم کو اور ہم کو نہ بھولو۔ تم جانتے ہو کہ یہ مکان جو آج تمہارے قبضہ میں ہے کل ہمارا قبضہ میں تھا۔ اور تم اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کرتے تھے اور اللہ کی راہ میں کچھ نہ دیتے تھے۔

پس وہ مال ہم پر نکل ہو گیا ہے اور دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کا حساب کتاب ہم پر ہوتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہر ایک رُوح ہزار بار مردوں اور عورتوں کو پکارتی ہے کہ مہربانی کر دو ہم پر دوزخ سے یاروٹی کے ٹکڑے سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ فرماتے ہوئے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگے اور ہم بھی رونے لگے۔ روایت کیا اس حدیث کو شیخ ابن الحسن بن علی نے اپنی کتاب میں۔ (شرح الصدور)

۱۵۔ عن عبد اللہ بن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله

صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها۔

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا پس اب زیارت کیا کرو؟ اس کی شرح میں شیخ محمد تھانوی ماثیہ میں لکھتے ہیں۔

والزيارة بيوم الجمعة افضل خصوصاً اوله وهو المتخاف

فی الحرمین الشریفین یخرجون الی المعالی والمقیع
للزیارة وقد ورد فی خبر ابی نعیم رضی اللہ عنہ من
زار قبر والدیہ اَوْ اَحَدَهُمَا یوم الجمعة کان کحجۃ
وفی روایۃ البیہقی عَمَلُهُ وَکَتَبَ لَهُ بَرَاءۃ وَجاء
فی الروایات انہ یعطى للمیت فی یوم الجمعة الادراک
کثر مقایع فی سائر ازیام حتی انہ یعرف کثیرا
مِنَ اَزْوَاجِ الْبَاقِیَةِ بِالْخِلَافِ بَیْن اهل العلو و فیہ
ورد الحدیث الصحیحۃ خصوصاً فی المقام وقد جاء
فی بعض الروایات ان روح المیت تاتی دائرہ لیلۃ
الجمعة فَبَشِّرْ هَلْ یَتَصَدَّقُ رَجُلًا - واللہ اعلم
من المرقاة والمعات - (سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۸)

جمعہ کے دن قبروں کی زیارت کو جانا افضل ہے خصوصاً دن کے
پہلے حصہ میں۔ یہ حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں مشہور متعارف
ہے کہ لوگ قبرستان اعلیٰ اور قبرستان بقیع میں قبروں کی زیارت کے لئے
جاتے ہیں۔ اور حدیث ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وارد ہے کہ جس نے جمعہ
کے دن اپنے ماں باپ یا ماں یا باپ کی قبر کی زیارت کی اس کو حج کرنے
کا ثواب ملتا ہے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس کی مغفرت کر دی جاتی
ہے۔ اس کے لئے جہنم سے آزادی کھ دی جاتی ہے۔ اور روایات حدیث
میں وارد ہے کہ میت کو دوسرے دنوں کے مقابلے میں جمعہ کے دن
زیادہ ادراک عطا کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قبر والا دوسرے دنوں کے مقابلے

میں جمعہ کے دن قبر پر آنے والوں کو زیادہ اچھی طرح سے پہچانتا ہے۔
قبروں پر بلا ضرورت پاؤں رکھتے ہوئے گزرنا مکروہ ہے اور مقب یہ ہے
کہ صدقہ و خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچایا جائے۔ اس امر میں علماء کے
درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ایصالِ ثواب کے بارے میں کثرت
کے ساتھ صحیح احادیث وارد ہیں خصوصاً پانی کے متعلق اور بعض روایات میں
یہ بھی وارد ہے کہ جمعرات کو میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور منتظر رہتی
ہے کہ آیا اس کے لئے کوئی صدقہ و خیرات کر کے ایصالِ ثواب کرتا ہے یا
نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ مضمون مرقاة شرح مشکوٰۃ اور اشعۃ المعات
شرح مشکوٰۃ سے ماخوذ ہے۔

۱۶۔ استاذ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں۔

”وَمَدَدُ زَنَدِکَانَ بِمَدَدِ زَنَدِکَانَ دَرِی حالت زود تم سے رسدو
مردگان منتظر بحق مدد ازیں طرف سے باشند و چنان گماں
مے برند کہ هنوز زند دایم و لہذا در حدیث شریف در احوال
قبر واردست کہ مرد مسلمان در اینجا میگوید کَحُونِی اَصْلَی
یعنی ہذا پیدمرا تا نماز بخوانم و نیز واردست کہ مردہ وراں ستا
مانند غریقے ست کہ انتظار فریادری مے برد و صدقات و
ادعیہ فاتحہ دریں وقت بسیار بکار اوسے آید و ازیں جاہ
کہ لوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد
موت دریں نوع امداد کو کشش تمام مے نمایند“ (تفسیر عزیزی،

پارہ عستم سورۃ الشقت

اس حالت میں زندوں کی مدد اموات کو بہت جلد پہنچتی ہے اور
مردے زندوں کی مدد پہنچنے کے منتظر رہتے ہیں اور یوں گمان کرنے ہیں
کہ ابھی ہم زندہ ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں احوال قبر میں دار ہے
کہ مسلمان اس حالت میں (منکر و نکیر فرشتوں سے) کہتا ہے کہ ”مجھے نماز
پڑھنے دو“ نیز دار ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کے مانند
ہے جو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کوئی اسے ڈوبنے سے بچالے۔ اور
صدقات اور دعائیں اور فاتحہ اس وقت میت کے بہت کام آتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی جماعتیں، بعد موت ایک سال تک اور
علی الخصوص چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں پوری کوشش کرتے
ہیں۔ یعنی تیجہ، ساتواں، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کا اہتمام کر کے ایصال
ثواب کیا کرتے ہیں اور اسی طرح میت کو ثواب پہنچاتے ہیں۔

۱۷۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جن پر دہا بیہ فخر و ناز کرتے ہیں۔
زبدۃ النصارح ص ۱۳۲ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

”شیر برنج بنا پر فاتحہ بزرگ کے بقصد ایصال ثواب بہ روح ایشان
پزند و بخورند مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے داود شود اغیاراً ہم خوردن
جائز است“

کسی بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ دلانے کی خاطر
کھیر پکائیں اور کھائیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر کسی بزرگ کے نام
کی فاتحہ دی جائے تو مالداروں کو بھی اس کا کھا لینا جائز ہے۔

۱۸۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ”الانتباه فی سلاسل اولیاء“ میں
لکھتے ہیں۔ ”پس وہ مرتبہ درود خواند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان
چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سوال نمایند“

”پس کس مرتبہ درود پڑھ کر ختم پورا کریں اور قدرے شیرینی
پر عموماً خواجگان چشت کے نام فاتحہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے
حاجت کا سوال کریں“

۱۹۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ ”طحاویکہ ثواب آل
نیاز امانین نمایند بر قل و فاتحہ و درود خواند متبرک میشود و خوردن بسیار
خوب است“ فتاویٰ عزیز یہ ملہ
نیز لکھتے ہیں۔

”اگر مالیدہ شیر برنج فاتحہ بزرگ کے بقصد ایصال ثواب بہ روح
ایشان چشت بخورند جائز است مضائقہ نیست“ جس طعام کا ثواب حضرت
اسائین (امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز کریں۔ اس پر قل اور
فاتحہ اور درود پڑھیں متبرک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا کھانا بہت خوب ہے۔
اگر مالیدہ اور درود کسی بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کے لئے پکا کر کھلائیں
جائز ہے کچھ مضائقہ نہیں“

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تیجہ بڑے اہتمام کے ساتھ ہوا

۲۰۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ”در روز سوئم

کثرتِ حج و عمرہ دم آل قدر بخود کہ بیرون از حساب ست بشنا و یک کلا اللہ
بشمار آمد و زیاده ہم شدہ باشد و کلمہ را حضرتیت :

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

شاہ ولی اللہ محدث کی وفات کے بعد پیچہ کے دن لوگوں کا ہجوم
اس کثرت سے تھا کہ حساب سے باہر ہے۔ کیا سی قرآن مجید (تلاوت کئے گئے)
شمار میں آئے اور زیادہ ہی ہو گئے ہوں گے اور کلمہ کا نو حساب نہیں۔ (کہ قد
پڑھا گیا۔)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عرس کے متعلق ایک منکر کے اعتراض کا رد

۲۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنے والد شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی کا عرس ہر سال کیا کرتے تھے۔ مولوی عبدالکیم پنجابی نے اعتراض
کیا کہ تم نے عرس کو منسرفض سمجھ لیا ہے جو سال بہ سال کرتے ہو۔ شاہ
عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کے جواب میں فرمایا۔

”اے مصلح مصلیٰ سنت ہر جہل احوال مطعون علیہ نہ ہو کہ غیر از
فرائض شرعیہ مقررہ را بیچکس فرض نے والد آئے زیارت قبور
و تبرک بقبور صالحین و تلاوت قرآن و دُعاے خیر و تقسیم طعام و
تشریفی امر متین و ثواب است بہ اجماع علماء و تعین روز عرس
برائے است کہ آل روز ذکر انتقال ایشان از دار العمل بہ

بہ دار الثواب۔ و آل ہر روز کہ اس عمل واقع شود موجب فلاح
ست و خلف را لازم ست کہ سلف خود را بہ اس نوع بر احسان
نمایند چنانچہ در حدیث مذکور ست۔ وَلَدُكَ صَالِحٌ يَدْخُلُكَ

یہ مصلح مطعون علیہ کے احوال سے جہل پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ
کوئی شخص فرائض شرعیہ مقررہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں
قبور کی زیارت اور اولیاء اللہ کی قبروں سے برکت حاصل کرنا اور تلاوت
قرآن مجید اور دُعاے خیر کرنا اور طعام و تشریفی تقسیم کرنا امر متین اور اچھلت
بہ اجماع علماء اور عرس کا دن اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ ان کے دار العمل
(دنیا) سے دار الثواب (آخرت) کو انتقال کا دن یاد رہے۔ ورنہ جس
روز بھی یہ عمل کیا جائے موجب فلاح ہے۔ اور یہ سماندگان کو لازم ہے
کہ اپنے اسلاف پر اس طرح سے احسان کرتے رہیں۔ جیسے کہ حدیث
میں وارد ہے۔ وَلَدُكَ صَالِحٌ يَدْخُلُكَ۔ اولاد صالح جو اس کے لئے
دُعا کرتی رہے۔

۲۲۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا ہے کہ
”جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو فرمایا
”مکاشفہ اس نے کہا۔ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں“ حضرت جنید
نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر کہ بعض روایات میں اس قدر
کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے۔ آپ نے جی ہی جی میں اس مرید کی
ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی۔ بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چون
ہشاش ہشاش ہے۔ آپ نے سبب پوچھا، اس نے عرض کیا کہ ”اپنی ماں

کو جنت میں دیکھتا ہوں“ آپ نے اس پر فرمایا کہ ”اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی، اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔“ (تخذیر الناس ص ۲۵۵)

طوالت سے بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ قرآن مجید، حدیث شریف اور محدثین اور وہابیوں کے پیشواؤں کے اقوال سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اموات کو ایصالِ ثواب کے لئے تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں اور سالانہ عرس کرنا، قبروں کی زیارت کے لئے قبرستان جانا، مزارات اولیاء کی حاضری دینا، مزارات اولیاء سے تبرک و توسل نداء و خطاب کر کے ان سے مدد چاہنا، صدقہ خیرات، فاتحہ و قرآن خوانی کر کے ثواب پہنچانا، اموات کے لئے فائدہ بخشش اور ایصالِ ثواب کرنے والوں کے لئے بھی نافع اور موجبِ فلاح ہے۔ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور عذابِ جہنم سے رہائی کا باعث ہے۔

لیکن وہابیہ کی کور باطنی اور اٹنی کھوپڑی کو داد دیجئے کہ یہ لوگ قرآن حدیث کے واضح ارشادات کے خلاف ان امور کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اور ایصالِ ثواب کرنے والے مسلمانوں کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔

(نعوذ باللہ من ہفوات الواہبہ)

سجدی وہابی جب علمائے اہلسنت کے دلائلِ حقہ سے عاجز ہو جائیں تو عموماً کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم ایصالِ ثواب کے توقائل ہیں مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ دن مقرر کر کے، کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور اس کو پابندی کے ساتھ کرنا بدعت، ناجائز اور حرام ہے۔ اس صورتِ مزوجہ کا کوئی ثبوت

نہیں۔ وہابیہ کا یہ کہنا بھی ان کا مکر و فریب ہے جس سے ان کی سخاوتِ جہالت اور تعصب ظاہر ہے۔

قارئین شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شیخ محمد تھانوی کے فتاویٰ اور تصنیفات پڑھ چکے ہیں۔ ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی دن مقرر کر کے طعام پر فاتحہ پڑھنے اور قرآن خوانی کر کے ایصالِ ثواب کو جائز، مستحسن اور مستحب قرار دیتے ہیں اور اس پر عامل بھی ہیں۔ نیز ان کے علاوہ سلف صالحین، مشائخ و علمائے اُمت اس پر متفق ہیں۔

پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ سب حضرات بدعتی اور مشرک و کافر ہیں؟ اور کیا یہ مفتی بھر جہل مرکب میں گرفتار وہابی تمام مفسرین، محدثین، آئمہ دین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی بڑھ کر قرآن و حدیث کو سمجھنے والے اور توحید پرست پیدا ہو گئے ہیں؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ۔

قارئین! اگرچہ ایصالِ ثواب کے متعلق کافی دشمنی دلائل پیش کئے جا چکے ہیں، تاہم فقیر اہم اُجّت کے لئے اعمالِ حسنہ پر مداومت، دن مقرر کرنے اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کے جواز میں بالاختصار چند دلائل پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہے تاکہ ان امور کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہ جائے۔ وباللہ التوفیق وہو الموفق۔

اعمالِ حسنہ پر مداومت

واضح رہے کہ بعض فرائض و واجباتِ مفقودہ وقت ہیں۔ اور

بعض غیر مؤقف اور عبادت نفلیہ میں شرعیہ کی طرف سے کوئی قید نہیں۔ نفلی عبادت کرنے والا مختار ہے کہ جب چاہے کرے کسی نفلت کی وجہ سے نعتیں یوم و وقت کرنے اور چاہے تو نہ کرے۔ چاہے کبھی کبھی نہ کرے۔ مگر نفلی عبادت میں حسب فرمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم التزام محبوب و افضل ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ إِذَا وَامَهَا وَإِنْ قَلَّ قَالَ (راوی)
وَكَانَتْ عَائِشَةُ إِذَا أَعْمَلَتْ الْعَمَلَ لَزِمَتْهُ (مسلم جلد ۲ ص ۲۶)
اَنتُمُ الْمُؤْمِنِينَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ عمل زیادہ محبوب ہے جس پر ہمیشگی و مداومت کی جائے۔ پھر خواہ (نفلی عمل) غوراً سہی ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کسی نفلی کام کو کرتیں تو پھر اسے لازم کر لیتیں۔
یعنی اگر کوئی نیک کام کسی وقت کر لیتیں تو پھر اس کام کو ہمیشہ اسی وقت یا بندی کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔

یحمدہ تعالیٰ اسی حدیث سے وہابیہ کا یہ اعتراض باطل ہو گیا کہ سنی مسلمان وقت مقرر کر کے لازمی طور پر تہجد، ساتواں، چالیسواں اور عمرس وغیرہ کرنے ہیں۔ لہذا جائز نہیں۔ ثابت ہوا کہ وہابیہ کا نفلی امور پر مداومت کو ناجائز و حرام کہنا بھلے خود ناجائز و حرام اور انکار حدیث کو مستلزم ہے۔

دن مقرر کرنا

کسی مسجد میں جانے کیلئے دن مقرر کرنا سنت ہے | عن ابن عمر
قال كان النبي

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قِبَا كُلَّ سَبْتٍ مَأْتِيًا
أَكْبَا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ (بخاری جلد ۱ ص ۱۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سنیچر کے دن پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی (حضور کی سنت پر عمل کرنے کی خاطر) اسی طرح کرتے تھے، یعنی وہ بھی ہر سنیچر کو پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی نیک کام کے لئے دن مقرر کرنا سنت ہے۔

زیارت قبور کیلئے دن اور وقت مقرر کرنا سنت ہے

عن عائشة أنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما
كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخرج
من آخر الليل البقيع فيقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين
وأنا أكمل ما وعدون غدا مؤجلون وأنا أنشأ الله بكم
أحقوق الله عز وجل أهل بقيق الغرق (مسلم جلد ۲ ص ۳۱۳)
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ہر باری کی شب رات کے آخری حصہ میں گھر سے نکلنے، قبرستان یقین میں تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دار قوم مومنین۔ الخ

وعظ کیلئے دن مقرر کرنا سنت ہے عن شقیق بن وائل قال کان عبد اللہ یذکرنا کل یوم

خمیس۔ (مسلم ہلد ۱۴۴) حضرت شقیق بن وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ میں ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے۔

دعوتِ طبعاً کیلئے دن مقرر کرنا سنت ہے عن سہل بن سعد ان کُنّا لنفرح بیوم الجمعة کانت لنا

عجوز تاخذ اصول السلق فتجعلہ فی قدر رہا فتجعل فیہ حبّات من شعیر اذا صلینا ذرناھا ففرّبتہا الینا وکُنّا نفرح بیوم الجمعة من اجل ذالک وکُنّا نتغذی ولانقبل الا بعد الجمعة واللہ ما فیہ شحم ولا وولک (بخاری جلد ۱۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہمیں اس وجہ سے جمعہ کے دن کی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن ایک بڑھیا ہمارے لئے چھند کی جڑیں لے کر ہنڈیا میں ڈال کر پکاتی۔ نماز جمعہ پڑھ کر ہم اس کے پاس جاتے تو وہ پکا ہوا کھانا ہمارے پاس لے آتی اور ہم بڑے مزے کے ساتھ کھاتے۔ اس وجہ سے ہمیں جمعہ کا دن آنے سے بڑی خوشی ہوتی۔ اس دن نہ ہم صبح کا ناشتہ کرتے نہ دوپہر کو قیلولہ کرتے۔ بلکہ نماز جمعہ کے بعد (اس بڑھیا سے دعوت کھا کر قیلولہ کرتے) قسم بخدا۔ اس طعام میں نہ چربی

ہوتی اور نہ چکنائی۔ اس کے باوجود بڑا دل پسند اور لذیذ ہوتا تھا۔

نفل روزہ کیلئے دن مقرر کرنا سنت ہے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سووار اور ہجرات

کو روزہ رکھتے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سووار اور ہجرات کو روزہ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ قَالَ فِیْهِ وَلِذٰتِ وَفِیْہِ اَنْزِلَ عَلَی الْقُرْآنِ۔ (ابوداؤد کتاب الصیام)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سووار کے دن میری ولادت ہوئی اور جمعہ کی رات میں مجھ پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔ اس حدیث سے جو انعتین یوم کے علاوہ یہ بھی واضح ہو گیا کہ فضیلت و شرف ولے واقعات کے سبب دنوں کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

احادیث مندرجہ بالا سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ نفلی امور کے لئے دن اور وقت مقرر کرنا سنت ہے۔ وہابی مولوی یہ اعتراض بھی کیا کرتے ہیں کہ سنی مسلمان ایصالِ ثواب کے لئے دن مقرر کر کے ہسپالوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو اہتمام کے ساتھ بلاتے ہیں۔ یہ اہتمام و تدائی کہیں ثابت نہیں۔ اس لئے یہ بدعت و ناجائز ہے۔ تو فقیر اس کے متعلق عرض کرنا ہے کہ دبا بیہ کو کار خیر میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے خواہ مخواہ کے بہانے تراشنے کے علاوہ اور کچھ سمجھائی نہیں دیتا۔

میں کہتا ہوں کہ دن مقرر کر کے مسلمانوں کا مل جل کر تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الہی کرنا اور اموات کو ایصالِ ثواب کرنا اور اپنے لئے اور میت کے لئے بخشش کی دعا مانگنا یہ وہ امور ہیں جن کی اصل شروع سے ثابت

ہے۔ ان امور کی ممانعت کہیں وارد نہیں۔ اگر وہاں یہ میں کچھ بھی صداقت و شرافت ہے تو قرآن و حدیث میں سے ممانعت پر کوئی دلیل پیش کریں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ خوارج الاصل و باہی قیامت تک کوئی واضح دلیل پیش نہیں کر سکیں گے۔

پھر جب قرآن و حدیث میں ان امور کی کوئی ممانعت نہیں تو کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ منع کرے اور شرک و بدعت کے فتوے بھی لگاتا پھرے اگر آپ ذرا سا غور و تأمل کریں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ۔

ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع و تعیین یوم میں بہت سی مصلحتیں ہیں

مثلاً دن مقرر کر کے صدقہ و خیرات کرنے سے غریب و مساکین اور اعزاء و اقارب اور احباب آسانی سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ باہمی میل ملاپ اور صحبت سے ایک دوسرے کو دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ میل جل کر ختم قرآن مجید میں آسانی ہوتی ہے۔ مجلس میں جس قدر زیادہ تعداد میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اسی قدر تسبیح و تہلیل کی کثرت ہوتی ہے۔ اور درود شریف زیادہ تعداد میں پڑھا جاتا ہے۔ صدقہ خیرات کرنے والوں کو طعام یا شیرینی تقسیم کرنے اور کھلانے میں ہولت ہوتی ہے۔ سب مل کر تلاوت قرآن، تسبیح و تہلیل اور درود شریف کا ثواب میت کو بخشے ہیں اور دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

مجلس میں زیادہ مسلمان جمع ہوتے ہیں تو اس میں متقی، پرہیزگار اور ایسے نیک بندے بھی آ جاتے ہیں جو مقبول بارگاہ اور مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

نیز حسب فرمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس ذکر میں ملائکہ سیاحین مجھے شامل ہو جاتے ہیں۔ اور حسب ایصالِ ثواب و مغفرت و بلندئی درجات کے لئے دعا مانگی جاتی ہے اور یہ سب آمین کہتے ہیں تو قبولیت دعا کی بھی زیادہ امید ہو جاتی ہے۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اس حدیث پر بھی بوجہ حسن عمل ہو جاتا ہے۔ اور مجلس میں شریک ہونے والے اس شرف سے مشرف ہو جاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجَبَتْ مُحَمَّدٌ لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَجَاوِلِينَ۔ فی مشکوٰۃ کتاب الآداب باب المحب فی اللہ فضل اولی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واجب ہو گئی میری محبت ان لوگوں کے لئے جو صرف میرے ہی لئے آپس میں محبت کرتے ہیں، میرے ہی لئے باہم مل کر بیٹھتے ہیں، میرے ہی لئے ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اور میرے ہی لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

پھر ان تمام باتوں کے علاوہ دن مقرر کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ فکر و اہتمام کے ساتھ وہ نیک کام ہو کر رہتا ہے۔ اور اگر دن مقرر نہ ہو غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے آج کل کرتے بسا اوقات وہ کارہ ہی جاتا ہے۔ اور سلمان مذکورہ شرف، فضیلت اور ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔ تاہم واضح رہے کہ دن مقرر کرنے کو فرض یا واجب نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس مقررہ دن کے علاوہ کسی دوسرے دن کرنے سے ثواب نہ ملے گا۔ بلکہ اعتقاد یہی ہوتا ہے کہ جس دن اور جس وقت بھی فی سبیل اللہ صدقہ و خیرات ہو قبولیت کی امید ہے۔

اب رہی یہ بات کہ وہابی کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کو ناجائز بدعت و حرام سمجھتے ہیں۔ تو فقیر اس کے متعلق عرض کرتا ہے کہ کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور دعائیں لکنا حرام و ناجائز یا بدعت کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے دن مجاہدین کو جھوک لگی اور کھانے کا کچھ سامان نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشعۃ السمعات میں ہے کہ اس دن لشکر میں ایک لاکھ مجاہدین تھے۔ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شکم سیر فرمایا۔

عن أبي قال لما تزوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم زينب اهدت له امة سمية حبسا في ثوب من حجارة فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذهب فادع لي من لقيت من المسلمين فدعوت له من لقيت فجعلوا

يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ فَيَاْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ وَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى الطَّعَامِ فَدَعَا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ مَا شَاءَ اللَّهُ
إِنْ يَقُولُ وَلَوْ أَدْعَى أَحَدًا لَقَبِيئَةً إِلَّا دَعَوْتَهُ فَأَكَلُوا حَتَّى
شَبَعُوا وَخَرَجُوا۔ الحديث (مسلم جلد ۲ ص ۴۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرمائی تو اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک چغیر کے پیالے میں میٹھا دلیہ ڈال کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حکم فرمایا۔ جاؤ تجھے جو مسلمان ملے اسے میرے پاس دعوت کھانے کے لئے بھیجنے جاؤ۔ پس مجھے جو بھی مسلمان ملتا گیا میں اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجتا گیا۔ لوگ آپ کی خدمت میں آنے اور (وہ میٹھا دلیہ) کھا کھا کر جانے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ہاتھ طعام پر رکھا اور اس میں (برکت کے لئے) دعا فرمائی اور جو کچھ اللہ نے چاہا حضور نے کہا۔ اور مجھے جو بھی ملا میں نے اسے دعوت دیئے بغیر نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ سب مسلمانوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور چلے گئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دعوت کے لئے مسلمانوں کو بلانا طعام پر پڑھنا اور طعام سامنے رکھ کر دعا مانگنا سنت ہے۔

۳۔ عن انس بن مالك يقول ابو طلحة لأم سلمة لقد سمعت صوت رسول الله صلى الله عليه وسلم وضع يده في البوع

فهل عندك من شيء؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پست آواز میں کلام کرتے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ آپ کو جھوک لگی ہے، آیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اُمّ سلیم نے کہا۔ ہاں ہے اور جو کی روٹی کے چند ٹکڑے اپنی اڑھنی میں لپیٹ کر مجھے دے کر کہا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت انس فرماتے ہیں، میں وہ روٹی کے ٹکڑے لے کر روانہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجاہدین صحابہ کے ہمراہ (غزوہ خندق کے موقع پر بنائی گئی) مسجد میں بیٹھے ہیں۔ میں حضور کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ آیا تجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے تمام ساتھیوں کو فرمایا۔ ”اٹھو، چلو“ میں اُن کے آگے چلتا ہوا حضرت ابو طلحہ کے پاس پہنچا، اور انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ اس پر ابو طلحہ نے کہا۔ ”اے اُمّ سلیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام لوگوں کو لے کر آرہے ہیں اور ہمارے پاس نہیں کھلانے کو کچھ بھی نہیں ہے؟“

فَقَالَتْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ حضرت اُمّ سلیم نے جواب دیا۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ (یعنی اس لشکر کو کچھ کھلانے کی جہیں کیا فکر ہے؟ اللہ جانے اور اللہ کا رسول جانے۔ حضور جو شکر لائے آپ ہیں

وہی ان کو کھلائیں گے بھی۔ ہمیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے کہ حضور ہماری حالت سے ناخبر ہیں۔

حضرت ابو طلحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استقبال کو آگے بڑھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں آگئے تو فرمایا: ”اے اُمّ سلیم، جو کچھ تمہارے پاس ہو لاؤ۔“ اُمّ سلیم نے وہی جو کی روٹی کے چند ٹکڑے پیش خدمت کئے۔ حضور نے فرمایا: ان کی چوری بناؤ۔ اُمّ سلیم نے اس میں گھی کا گپٹا بھجوا اور میلیدہ بنایا۔ تو حضور نے اس طعام پر جو اللہ نے چاہا، پڑھا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ تَعَوَّذُ دُعَا فِیْہِ بِالْبِرْکَةِ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طعام میں برکت کی دعا فرمائی اور حکم فرمایا: دس آدمیوں سے کہو کہ وہ اگر کھائیں۔ وہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو فرمایا، دوسرے دس آدمیوں سے کہو اگر کھائیں۔ اسی طرح دس آدمی آتے گئے اور کھاتے گئے۔ یہاں تک کہ تمام شکم سیر ہو گئے۔ یہ کھانا کھانے والے ستر یا اسی آدمی تھے۔ (بخاری جلد ۵ ص ۵۰)

اس حدیث سے دوسرے کئی عظیم الشان امور کے علاوہ یہ بھی واضح ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا اور دعا مانگنا سنت ہے۔

۴۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحْطِہما

حتی یمسح بہما وجہہ (ترمذی جلد ۳ ص ۱۴۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے بغیر

نیچے نہ گراتے۔“

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دعا مانگتے وقت ہاتھوں کی پتیلیوں کو منہ کی جانب کر کے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو، اٹلے ہاتھ کر کے دعا مانگا کرو۔ اور جب دعا مانگا چکو تو ہاتھوں کی پتیلیوں کو اپنے منہ پر پھیر لیا کرو۔) (ابوداؤد)

۶۔ کھانا کھانے سے پہلے دعا مانگنے کا حکم۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔ (المحدث (ترمذی جلد ۳ ص ۱۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ طعام کھلائے اسے یہ کہنا چاہیئے۔ اے اللہ! ہمارے لئے اس میں برکت ڈال اور ہمیں اس کھانے سے بہتر کھانا کھلا۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دودھ پلائے اسے کہنا چاہیئے۔ یا اللہ ہمارے لئے اس میں برکت ڈال اور ہمیں زیادہ دودھ پلا۔

۷۔ کھانا کھا چکنے کے بعد دعا: عن ابی امامۃ قال کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفعت المائدة باین یدیه

یقولُ الْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیْبًا مَّبَارَکًا فِیْہِ

غیر مؤدع۔ (ترمذی جلد ۳ ص ۱۸۳)

حضرت ابو عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (طعام سے فارغ

ہونے پر جب آپ کے سامنے سے دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا اَکْثِیْرًا کَا فِیْہِ غَیْرِ مَوْجِع

احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو سامنے رکھ کر پڑھنا، دُعا مانگنا، دُعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھانا اور دُعا مانگ کر ہاتھوں کو مُنہ پر پھیرنا سنت ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے بھی دُعا مانگنے کا حکم ہے اور کھانے سے فارغ ہو کر دُعا مانگنا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ آپ کی اتباع میں پروانہ گان شمع رسالت صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک بزرگان دین اور مسلمانان اُمت اس پر بانٹوا تر عامل ہیں۔

لیکن خواجہ الاصل نجدی وہابی اس قدر جری وبے باک ہیں کہ وہ ان امور پر بدعت، شرک اور کفر کے فتوے لگانے سے نہیں شرماتے۔
(نغوذ باللہ من ہنوات الوہابیہ)

گیارہویں دینا

(۹)

ابن اسلام کو گیارہویں دینے کی بنا پر شرک و کافر ٹھہرانا اور دائرۃ اسلام سے خارج قرار دینا، وہابیہ کا انتہائی ظلم اور ان کے خارجی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ گیارہویں کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانان اہلسنت و جماعت فی سبیل اللہ طعام و شیرینی وغیرہ تیار کر کے قرآن مجید درود شریف پڑھ کر کھانا کھلاتے اور تلاوت قرآن اور درود پڑھنے اور کھانا کھلانے کا

ثواب حضور سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے حضور ہدیۃ نذر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عمل کسی طور پر شرک و کفر میں داخل نہیں۔ گذشتہ اوراق میں ان تمام امور کا مکمل ثبوت قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے ارشادات و عمل سے واضح کیا جا چکا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ اپنے خُبثِ باطن کے سبب وہابیہ کو گیارہویں کے نام سے چڑھے۔ یہ لوگ اپنی روایتی کج فہمی یا مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر کہا کرتے ہیں کہ ہم ایصالِ ثواب کے توقائل ہیں۔ لیکن گیارہویں کو اس وجہ سے حرام اور شرک کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ملتا۔

نادان وہابی، قرآن مجید اور حدیث شریف میں لفظ گیارہویں دیکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بصورتِ مروت بہنیتِ کذائیمہ ایصالِ ثواب کا ثبوت مانگتے ہیں۔

یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ ”گیارہویں“ تھنیٹ اردو زبان کا لفظ اور محض ایک عرفی نام ہے جو حضور غوثِ اعظم کی نیاز کے لئے مشہور و معروف ہے حضرت امام یافعی علیہ الرحمۃ ”قرۃ المناظرۃ و خلاصۃ المخافۃ“ میں فرماتے ہیں۔ (مک)

”ذکر یازدہم حضرت غوث الثقلین بود ارشاد شد کہ اصل یازدہم ہیں بڑ کہ حضرت غوث صمدانی بتاریخ یازدہم ربیع الآخر فاتح جہلم بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کردہ بودند۔ آن نیازاں چنان مقبول و مطبوع افتاد کہ ہر ماہ بتاریخ یازدہم مقبول مقبول علیہ وسلم مقرر فرمودند و دیگر اتباع حضرت غوث پاک بہ تقلید

وے بازدم میکردند۔ آخر رفتہ رفتہ بازدم حضرت محبوب سبحانی مشہور شد۔
الحال مردم فاتحہ حضرت شال در بازدم مے کنند۔ و تاریخ وفات حضرت محبوب
سبحانی ہفتدہم ربیع الثانی بود۔

حضرت غوث الثقلین کی گیارہویں کا ذکر تھا۔ ارشاد ہوا کہ گیارہویں کی
اصل یہی تھی کہ حضرت غوث صمدانی نے ماہ ربیع الآخر کی گیارہ تاریخ کو رسول
مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ چہلم کی تھی۔ یہ نیاز اس طرح مقبول و مطوع
ہو گئی کہ حضرت نے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ
کے لئے مقرر فرمادیا۔ حضرت غوث پاک کے متبعین بھی آپ کی پیروی میں
گیارہویں کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ حضرت محبوب سبحانی کی گیارہویں مشہور ہو
گئی۔ موجودہ وقت میں لوگ حضور غوث اعظم کی فاتحہ گیارہویں تاریخ کو کرتے
ہیں۔ اور حضرت محبوب سبحانی کے وصال کی تاریخ سترہ ربیع الثانی تھی۔

امید ہے کہ غیر متعصب روشن دماغ فارغین گیارہویں کی وجہ تسمیہ
اور اس کی حقیقت بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ پس وہابیہ کا یہ لفظ "گیارہویں"
قرآن و حدیث میں تلاش کرنا ان کی سراسر نادانی اور بے ہودگی نہیں تو اور کیا ہے
اگر وہابیہ سے پوچھا جائے کہ تم اپنی جماعتوں کے نام، جماعت اہلحدیث،
غزلیہ، اہلحدیث، جماعت اسلامی، دیوبندی، ندوی، جمعیتہ العلماء ہند، جماعت
احرار اور جمعیتہ علمائے اسلام وغیرہ اور مدرسوں کے نام دارالعلوم دیوبند،
غیر المدارس، مدرسہ اشرفیہ، قاسم العلوم، جامعہ اہلحدیث وغیرہ اور اپنے
اخبارات و رسائل کے نام صحیفۃ اہلحدیث، ترجمان القرآن، تنظیم اہلحدیث، الاعتصام
الابقاء، المنیر، چراغ راہ وغیرہ اور اپنے جلسوں اور کانفرنسوں کے نام اہلحدیث

میرت کافر نس، اجتماع جماعت اسلامی وغیرہ قرآن و حدیث میں دکھا سکتے
ہو، نکھارے پاس امور مذکورہ کا بصورت مروجہ و مثبت کذا فیہ قرآن حدیث
سے کون سا ثبوت موجود ہے؟ اگر بے توجہ پیش کرو۔ اور اگر نہیں اور ہرگز
نہیں ہے تو پھر نکھارے لفظ "گیارہویں" پر اس قدر فرستیاں کرنے کا کیا حق،
آخر اس نام پر اچھل کود کیوں ہے؟

جب کہ گیارہویں حضور غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی فاتحہ و نیاز کا
ایک عمر فی نام ہے کہ صدقہ و خیرات، تلاوت قرآن مجید، تسبیح و تہلیل اور
درود شریف پڑھنے کا ثواب آجانب کی نذر کیا جاتا ہے اور قرآن و حدیث کی رو
سے فی سبیل اللہ کھانا کھانا، پانی پلانا، شربت یا دودھ پلانا اور صدقہ خیرات
کرنا اللہ تعالیٰ کی عبارت ہے۔ نیز قرآن کی تلاوت، تسبیح و تہلیل اور درود
پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ یہ عبادتیں الگ الگ کی جائیں یا اکٹھی
کر لی جائیں، بہر صورت موجب فلاح و خیر و برکت اور باعث اجر و
ثواب ہیں۔

تعجب ہے کہ ان کو ڈھ مغزوہ ہابیہ کو ان عبادات الہی میں شکر و
کفر یا بدعت کی کون سی چیز دکھائی دیتی ہے۔ اگر یہ اس بات پر خفا ہیں کہ
ان کو تہجد، ساتواں، چالیسواں اور گیارہویں کے الفاظ قرآن و حدیث میں
نہیں ملتے تو اپنی عقل و فہم اور دیانت و شرافت کا ماتم کرنا چاہیے۔ بھلا
یہ اردو زبان کے محاورے اور عرفی نام انہیں قرآن و حدیث میں کیوں کر
مل سکتے ہیں۔ جب کہ کلام اللہ عربی زبان میں نازل ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی زبان عربی ہے۔ دیکھنا تو یہ چاہیے کہ ان عرفی ناموں کے تحت

اعمال کی اصلیت و نوعیت کیلئے ؛ آیا یہ اعمال فی نفسہ اچھے ہیں یا بُرے۔ اور تعلیمات قرآن و حدیث کے مطابق و موافق ہیں یا متضاد و مخالف۔ مگر افسوس کہ تمام وہابی خواہ وہ غیر مقلد ہوں یا دیوبندی یا چکوالوی، اصلیت حقیقت پر نظر رکھنے بغیر اندھا دھند فتوے بازی میں مصروف ہیں۔

دیوبندیوں کے نام نہاد قطب صاحب مولوی احمد علی لاہوری، رسالہ اصلی حقیقت میں یہ عنوان ”اسلام پنجاب کے ضروری ارکان“ ایک نقشہ بنا کر میلاد البنتی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تیجہ، چالیسواں اور گیارہویں کو بدعتِ مینہ میں شمار کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ ”اصلی حقیقت“ ص ۱۰۱

دیوبندی وہابیہ کے مفتی اعظم رشید احمد گنگوہی فتویٰ صادر کرتے ہیں۔
”فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑنا بدعتِ ضلالت ہے، ہرگز نہ کرنا چاہیے“
(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۳)

”تیجہ، دسواں، وغیرہ سب بدعتِ ضلالت ہیں۔ کہیں ان کی اصل نہیں“
(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۳)

”انقلاب جلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔“
(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۳)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اگر وہابیہ کے یہ فتاویٰ صحیح سمجھ لئے جائیں تو تمام مفسرین، محدثین، اولیاء اللہ اور علمائے اُمت خاکِ بدن وہابیہ بدعتی اور مشرک ٹھہرتے ہیں۔ اگرچہ گذشتہ صفحات میں تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور گیارہویں شریعت کے حوازیں مفصل دلائل پریش خدمت کر چکا ہوں۔ تاہم انعامِ محبت کے لئے دیوبندی وہابیہ کے پیرو مشہد حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر کی کامدلل فیصلہ نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ غیر متعصب دیوبندی بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کر سکیں اور قارئین کے لئے مزید اطمینان کا موجب ہو۔ حاجی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

نفس ایصالِ ثواب ارواحِ اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تبیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھنا واجب و فرض اعتقاد کر کے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصاحت باعثِ تقلید ہدیت کذاب ہے تو کچھ حرج نہیں۔ جیسا یہ مصاحت نماز میں سورۃ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے۔ اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔ اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیت کر لی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقتِ قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی محسن ہے۔

اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ ”اس کا“ اشارۃً الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ احتیاطِ قلب ہو کھانا رو برو لائے گئے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کچھ کلامِ الہی بھی پڑھا جائے تو قبولیتِ دعا کی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔

چہ خوش بود کہ برآید بہ یک کرشمہ دوکار

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جائے گی کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لئے رفع یدین سنت ہے، ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی سُنن ہے۔ پانی پلانا بڑا ثواب ہے۔ اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ پس یہ ہیئت کدائیہ حاصل ہوگئی۔
(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷۷)

حضرت حاجی صاحب موصوف نے فاتحہ مروجہ کی جو حقیقت بیان فرمائی حقیقتہً صحیح ہے۔ اسی پر علماء کرام اویلئے عظام اور مسلمانانِ اہلسنت و جماعت عامل ہیں۔ دن مقرر کرنے کے جواز میں حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ ”ربانین تاریخ، یہ بات تجربے سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے۔ اور ضرور ہوتا ہے۔ اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں، کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے۔ محض بطور نمونہ قصوراً بیان کیا۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے۔ اور قطع نظیر مصالح مذکورہ کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں۔ پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ رہا غلو، اولاً اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اس غل سے کیوں منع کیا جائے۔ ثانیاً ان کا غلو، اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ لَنَا اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ“ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷۷)

غیر مقلدین اور دیوبندی و بابی محض ہندو تعصب، کج فہمی کی وجہ سے فاتحہ مروجہ کو بدعت، حرام اور کفار کی مشابہت بتا کر منع کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ دیوبندی مفتی رشید احمد گنگوہی فتوے دیتا ہے۔

”فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے معہذا مشابہہ فعل ہندو ہے۔ اور تشبیہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۸) عیسوی لکھتا ہے کہ :-

”تیسرے دن کا مجمع مینت کے واسطے اولاً مشابہت ہندو کی کہ ان کے یہاں تیجہ ضروری رسم جاری ہے، حرام ہوگا۔ بسبب مشابہت کے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۸)

اس خرافات کی تردید فرماتے ہوئے حاجی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ ”رباشہ تشبیہ کا اس میں بحث از بس طویل ہے۔ مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہے، تشبیہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ عادات اس قوم کے ساتھ مخصوص ہوں کہ جو شخص وہ فعل کرے اسی قوم سے سمجھا دے، یا اس پر جبریت ہو اور جب دوسری قوموں پر پھیل کر عام ہو جائے تو وہ تشبیہ جاتا رہتا ہے۔ ورنہ اکثر امور متعلق عادات و ریاضات جو غیر قوموں سے مانگو ہیں، مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم و درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں۔ یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے۔ قصہ تطہیر اہل قبا اس میں کافی حجت ہے۔ البتہ جو ہیئت عام نہیں ہوئی وہ موجب تشبیہ ہے اور ممنوع۔“

پس یہ ہیئت مروجہ ایصالِ ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارہویں حضرت عیسیٰ پاک قدس سرہ کی دسیوں، بیسیوں، چہاسلم شش ماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ عبدالحق اردو رحمتہ اللہ علیہ اور

مہر مہنی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ و صلواتے شب برات اور دیگر طرق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مندرج) وہابیہ کے تمام اعتراضات حاجی صاحب موصوف کے ارشادات کی روشنی میں مردود و باطل ہو گئے۔ نیز حاجی امجد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ مسئلہ عرس و سماع کے تحت فرماتے ہیں۔

”پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب قرأت و طعام بھی جائز اور تعین تاریخ بمصلحت بھی سب مل کر بھی جائز ہے۔“ نیز فرماتے ہیں۔

”مشرک فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر ماحض کھانا کھلایا جاتا ہے، اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا۔“ (فیصلہ ہفت مندرج) دیوبندی وہابیہ کے پیرو مرشد حضرت حاجی امجد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے ارشادات اتنے واضح ہیں کہ ان کی مزید وضاحت تحصیل حاصل ہے۔ سلیم الطبع، طالب سخن کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

مولود کرنا

سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ولادت مقدسہ کی یاد منانے کی خاطر عشاقِ رسول، اہل سنت و جماعت محفل میلاد منعقد کرنے اور فرحت و انبساط کا اظہار کرتے ہیں۔

حسب توفیق طعام پرکا کر غریب و مساکین کو کھلایا جاتا ہے۔ شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، ختم پڑھا جاتا ہے۔ قرآن خوانی ہوتی ہے۔ ذکر میلاد کے لئے ایسیج تیار کیا جاتا ہے۔ علمائے کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکر ولادت و فضائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کرتے ہیں، تعظیماً کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے اور دعائے خیر کے بعد مجلس برخواست ہوتی ہے۔ ان امور پر وہابیہ کا سخت پابونا، انعقاد محفل میلاد کو ناجائز و حرام بتانا اور محفل میلاد منعقد کرنے والے مسلمانوں کو مشرک و کافر قرار دینا، وہابیہ کی شقاوت و گمراہی کی بین دلیل ہے۔

محفل میلاد کے خلاف غیر مقلدین وہابیہ کا فتویٰ قارئین دیکھ چکے ہیں جو سوالنامہ میں بحوالہ رسالہ بے نماز ص ۳۳ مندرج ہے۔ وہابیہ دیوبندی غیر مقلدین کی طرح محفل میلاد کو ناجائز اور حرام قرار دیتے اور غیر مقلدین وہابیہ سے بڑھ چڑھ کر دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ انعقاد مجلس میلاد بدوں قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں، اس کے جواب میں لکھتا ہے۔ ”انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے، متداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۳۳)

دیوبندیوں کا سرخیل مولوی ظلیل احمد انبیٹوی لکھتا ہے۔

”یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائے اس کی تعظیم کو قیام ہے، تو یہ بھی محض حماقت ہے۔ کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا

چاہیے۔ اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے؟ پس ہر روز اعادہ ولادت کا مثل ہنود کے کہ سانگہ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال مناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگہ آپ کی ولادت کا ٹھہرا۔ اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کھرتے ہیں۔ ان کے یہاں کوئی قید نہیں۔ جب چاہیں یہ خرافات فرنی بناتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کوئی نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے، بلکہ یہ شرع میں حرام ہے۔ اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار یا فتناء کا ٹھہرا۔ یا یہ وجہ ہے کہ مبتدعین کے زعم فاسد میں رُوح پر فتوح اس مجلس پر اشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مباح فتناء و فجار و محض بدعات و شُرور میں تشریف لاتی ہے۔ معاذ اللہ۔ تو اگر عقیدہ یہ ہے کہ آپ عالم غیب ہیں تو یہ عقیدہ خود شرک کے قرآن میں ہے

وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ آيَةُ وَلَوْ كُنْتَ

اعلم الغیب لا ستکثر من الخیر وما سنی السوء آیت پس بایں عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہو گیا اور جو عالم غیب نہیں کہتے مگر دوسری دلیل و حجت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھ لیں کہ باب عقائد میں نص قطعی واجب ہے۔ اعادہ وظائیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ضعاف و موضوعات سے۔ تو باب تشریف آوری میں کون سی روایات قطعی ہے۔ جس پر یہ عقیدہ محض اتباع ہو اور کید شیطان ہے۔ ایسی صورت میں یہ قیام بایں زعم گناہ کبیرہ ہو جاوے گا۔

الحاصل یہ قیام صورت اولی میں بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام و فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک چوتھی صورت میں اتباع ہوا و کبیرہ ہوا ہے۔ پس کسی وجہ سے مشروع و جائز نہیں۔ پھر اس کو واجب کہنا صریح مخالفت شارع کی کر کے کافر و فاسق ہونے ہے۔

(البرہین القاطع ۱۲۱ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

دیوبندی وہابیہ کے فتوے سے ان کی بے باکی، گستاخی، بددیانتی، کج فہمی، تعصب اور بدعتیگی اظہر من الشمس ہے۔ ہر فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ محفل میلاد میں تعظیم و ذکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جیسے بھنے بیٹھے ہیں۔ عشاقِ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام، مسلمانانِ اہلسنت و جماعت کے بارگاہ رسالت میں بحالت قیام سلوٰۃ والسلام عرض کرنے پر وہابیہ کے قلب جگر کباب ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

فقیر جواز محفل میلاد اور قیام و صلوٰۃ والسلام میں دلائل پیش کرنے سے پہلے دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امجد اللہ صاحب ہما جری کی کافیلہ نقل کر دیتا ہے۔ مزے کی بات دیجئے کہ دیوبندیوں کے مذکورہ فتویٰ میں مندرج خرافات و اہیہ کی مکمل زبردانی کے پیر و مرشد کے ارشادات سے ہو جاتی ہے۔

حاجی صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

”اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ نفس ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم، سرور عالم، موجب خیرات و برکات دنیوی و آخری ہے۔ صرف کلام بعد تعینات و تخصیصات و تقلیدات میں ہے۔ جن میں بڑا امر قیام

ہے بعض علماء ان امور کو منع کرتے ہیں۔ بقولہ علیہ السلام
 کُلُّ بدعة ضلالة اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں۔ لَوْطَلَقَ
 دلائل فضیلة الذکر اور نصاب یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں
 کہ غیر دین کو دین میں شامل کر لیا جائے۔ کما یظهر من التامل
 فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه نورو۔
 (المحدث)

پس ان تخصیصات کو اگر کوئی نقص عبادت معصوم نہیں سمجھتا بلکہ
 فی نفسہ مباح جانتا ہے۔ مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور بہت
 مستحب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔

مثلاً قیام کو لذاتہ عبادت نہیں اعتقاد کرنا مگر تعظیم ذکر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے۔ اور کسی مصلحت سے اس کی یہ بہت
 معین کر لی اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر کسی مصلحت سے خاص
 ذکر ولادت کا وقت مقرر کر لیا۔ مثلاً ذکر ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے
 مگر بہ مصلحت سہولت دوام یا کسی مصلحت سے ۱۲ ربیع الاول مقرر کر لی اور
 کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے۔ ہر محل میں جدا مصلحت ہے۔
 رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔ اگر تفصیلاً کوئی مصلحت انبیان
 پیشین کا اقتدار ہے تو اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے۔ ایسی حالت
 میں تخصیص مذکور نہیں تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات روم مداری
 فالقہ جات اسی قبیل میں سے ہیں۔

حاجی صاحب موصوف اس کے آگے قیام کرنے کی مصلحتیں بیان کرے۔

کے متکثرین کی نزدیک سے بعد فرماتے ہیں۔

”بعض اہل علم صرف جاہلوں کی بعض زیادتیاں دیکھ کر جیسے موضوع
 روایات پڑھنا گانا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ مجالس جہلا میں واقع ہوتا ہے عموماً
 سب موالید پر ایک حکم لگا دیتے ہیں، یہ بھی انصاف کے خلاف ہے، مثلاً
 بعض واعظین موضوع روایات بیان کرتے ہیں۔ یا ان کے وعظ میں بوجہ
 اختلاط مردوں و عورتوں کے کوئی فتنہ ہو جاتا ہے تو کیا تمام مجالس وعظ ممنوع
 ہو جائیں گی؟“

بہرہیکے تو گلھے رامور !

رہا اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم رونق افروز
 ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھتا ہے۔ کیونکہ یہ امر
 ممکن عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ
 آپ کو کیسے علم ہوا، یا کئی ایک جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف ہوتے
 ہیں؟ یہ ضعیف شبہ ہے۔ آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل
 نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے، اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔
 علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو عقل کلام نہیں؛ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی
 جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جائیں۔

بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے اور اس سے آپ کی نسبت اعتقاد
 و علم غیب لازم نہیں آتا۔ جو کہ خصائص ذات حق سے ہے۔ کیونکہ علم
 غیب وہ ہے جو مقتضای ذات کا ہے اور جو بہ اعلام خداوندی ہے۔ وہ
 ذاتی نہیں بالسبب ہے و مخلوق کے حق میں ممکن بلکہ واقع ہے۔ اور

امر ممکن کا اعتقاد شرک و کفر کیونکر ہو سکتا ہے ؟

پھر اگے چل کر فرماتے ہیں ”مشرک فقیر کا یہ ہے کہ غفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں“ (فیصلہ ہفت مسئلہ ۵۴۴ مطبوعہ رشتہ کینی دیوندر)
لیجئے دیوبندی مفتیوں کی ہفوات کی مکمل تردید، دیوبندیوں کے پیرو
مُشرک کے فیصلہ سے ہو گئی۔ اب موجودہ دیوبندیوں کو چاہیے کہ یا تو وہ
اپنے پیرو مشرک کی بات مان کر آئندہ محفل میلاد و قیام کو بدعت و
شرک کہنے سے باز آجائیں یا پھر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی پر بھیجے
یعنی ”مشرک اور کافر ہونے کا فتوے لگا کر شائع کر دیں اور اپنی دیانت و
صداقت کا ثبوت دیں۔

یا چنان کن یا چسپین !

جہاں تک کمروہات و سنکرات کا سوال ہے۔ مثلاً موضوع روایات،
راگ و مزاج اور اختلاط مردوزن وغیرہ ایسے امور کو علمائے اہلسنت جماعت
بھی حرام و ممنوع جانتے ہیں۔ مگر وہابی مولوی ان باتوں کو بہانہ بنا کر جب
ہر محفل میلاد کو بدعت و شرک اور ممنوع و حرام کہنے سے باز نہیں آتے،
تو ان کے جذباتِ باطن کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ محض خد و تعصب اور بغض و
عدوت کا شکار ہیں۔ یہ لوگ ذکر و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
وسلم سے جتنے ہیں اور اس کی وجہ ان کا مرض و باہیت ہے۔ ورنہ ساری
دنیا کے مسلمان محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اور قیام و صلوة و سلام پر
عامل ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ میں بھی عاشقانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم
عید میلادِ نبوی سے مناتے ہیں۔ میلاد کی تحفیں بجاتے صلوة و سلام
پڑھتے، کھانے اور مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”مولد شریف تمام اہل حریم کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے لئے حجت
کافی ہے، اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ البتہ جو
زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں
کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ (امداد الشاق)
نیز فرماتے ہیں: ”ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ
کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت
جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے
واسطے اتباعِ حریم کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد
تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال شریف آوری کا کیا جائے تو
مضائق نہیں۔ کیونکہ عام خلق مقید بہ زمان و مکان ہے۔ لیکن
عالیمِ مردونوں سے پاک ہے۔ پس قدمِ رجبہ فرمانا ذات برکات
کا بعد نہیں۔ (امداد الشاق مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی ۴۹-۵۶)

قرآن و حدیث سے محفل میلاد کا ثبوت

محفل میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ نظم و نثر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کی ولادت مقدسہ کا بیان ہوتا ہے، دورانِ حمل اور وقت ولادت جو معجزات ظہور پذیر ہوئے بیان کئے جاتے ہیں۔ زمانہ شیرخوارگی عہدِ طفولیت اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آپ کی پرورش کے حالات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ حلیمہ مبارک، اخلاق و عادات اور آپ کے فضائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ میرتِ عتیقہ پر تفسیریں ہوتی ہیں۔ آپ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت و تشریف آوری کی خوشی منائی جاتی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جلسہ گاہ کو سجایا جاتا ہے۔ علمائے کرام کے لئے ایشیج بنایا جاتا ہے۔ آپ کے ذکر و ولادت کی تعظیم میں قیامِ کمر کے صلوة و سلام پڑھا جاتا ہے۔ کھانا کھلایا جاتا ہے۔ شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ فاتحہ ہوتی ہے۔ حاضرین مجلس اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

ہمارا دعوایہ ہے کہ قرآن و حدیث میں ان امور کی کہیں ممانعت نہیں۔ بلکہ از روئے قرآن و حدیث یہ تمام امور کارِ خیر ہیں داخل اور مستحب ہیں۔ اور رحمتِ خداوندی کے نزول کا سبب ہیں۔ اہل ایمان و محبت مولودِ تشریف کی محفلیں مستحب جان کر منع کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ مسلمانانِ اہلسنت و جماعت محفل میلاد کو فرض یا واجب قرار نہیں دیتے، اور نہ ہی قیام کے وقت یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہو رہی ہے۔ یہ محض وہابیہ کے دماغ کی اُپج ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر بے بنیاد الزام گھڑ کر ”سانگ کنہیا“ کی گستاخانہ پھبتی کسی ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَٰلِكَ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جگہ بہ جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا مختلف پہلوئوں میں ذکر فرماتا ہے اور حضور کے فضائل بیان فرماتا ہے۔

۱۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (سورۃ توبہ ۱۲۸)
”بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔“

۲۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (آیۃ سورۃ مائدہ ۴۴)
”بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب۔“
۳۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ ابْعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
(آیۃ سورۃ النحل ۱۰۷)

”بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔“

۴۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ
(آیۃ سورۃ الفتح ۲۳)

”اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔“

۵۔ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا أَوْ مُبَشِّرًا أَوْ نَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّزُوا وَتُقِرُّوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً

وَاصْبِرْ (پارہ ۲۶ سورہ الفتح ۱۷)

”بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و درشتانہ اے
لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و
شام اللہ کی پاکی بولو“

۱۔ اِنَّا ارْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (آیت سورہ بقرہ ۱۳۷)

”بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانے والا
یَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ

نُورًا مُبِينًا (سورہ نساء ۲۳۷)

”اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے
کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اتارا“

۸۔ وَمَا ارْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورہ انبیاء ۷۱)

”اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر“
ان آیات مبارکہ اور قرآن مجید کی بہت سی دوسری آیات میں حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے میلاد شریف کا بیان ہے۔

قرآن مجید سے محفل میلاد منعقد کرنے کا ثبوت

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَادْكُرُوا لِّلرَّحْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

”نہم پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمت فرمائی ہے اس کا ذکر کرتے رہو“
اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی سب

سے بڑی نعمت ہے۔ محفل میلاد میں اسی سب سے بڑی نعمت کا ذکر کیا
جاتا ہے۔ لہذا محفل میلاد منعقد کرنا اس فرمان الہی پر عمل کرنا ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ وَاقْبَلُوا بِرَحْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ
اپنے رب کی نعمتوں کا خوب پرچا کرو۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ سرکار
دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت
ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان جمایا ہے۔ پس مسلمانان اہلسنت بکثرت
محفل میلاد منعقد کر کے اس سب سے بڑی نعمت کا خوب پرچا کرتے ہیں۔
حکم الہی کی تعمیل کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ

قَبِدَ لَكَ فَلْيَقْرَأُوا (پارہ ۱۱ ع ۱۱)

”نہم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت، اسی پر چاہیے کہ
خوشی کریں۔“

اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا فضل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسلمانان اہلسنت ارشاد الہی کے مطابق آپ
کی ولادت مبارکہ اور تشریف آوری پر مسرت کا اظہار کرتے، شان و شوکت
کے ساتھ میلاد کی محفلیں منعقد کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

حقیقتاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد نُوَلِّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتَهُ

لَا تَتَّبِعْتُمُ الشَّيْطَانَ الْاَوْفَلِيًّا (پ ۵۷)

”اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے“

اس کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔

وَفِي الْحَقِيقَةِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ اللَّهِ وَرَحْمَتُهُ - يَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوَ إِلَيْهِمْ قَوْلَهُ ذَاكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِمْ مِنْ نِشَاءٍ - وَقَوْلُهُ تَعَالَى - وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فَلَوْكَ وجود النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثْتَهُ لِيُقَوِّا فِي تِيهِ الضَّلَالَةَ تَأْخِذِينَ كَمَا قَالَ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ یعنی قبل بعثتہ وکانوا قد تبعوا الشیطان الی شفا حضرة من النار وکان علیہ السامع ورحمة علیہم فانقذهم منها کما قال اللہ تعالیٰ وَكَسَبْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حَضْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا - (روح البیان ص ۲۷۷)

در حقیقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں۔ اس پر یہ فرمان الہی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا: ”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ“ الی قولہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من نیشاء۔ یہی فضل ہے اللہ کا جسے جانتا ہے عطا کرتا ہے و نیز یہ فرمان الہی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

اور ہمیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہاں کے لئے رحمت بنا کر۔

پس اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا اور آپ کی بعثت نہ ہوتی تو لوگ گمراہی کے میدان میں پھٹکتے پھرتے۔ جیسے کہ فرمایا ہمارا محبوب انہیں پاک فرماتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یقیناً آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھسلی گمراہی میں تھے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ شیطان کی پیروی میں جہنم کے کنارے تک پہنچ چکے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُن پر اللہ کا فضل اور رحمت بن کر تشریف لائے اور انہیں جہنم میں گمرنے سے بچالیا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم لوگ جہنم کے کنارے پر تھے۔ پس تمہیں اس میں گمرنے سے بچالیا۔

جب قرآن مجید سے ثابت ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی حقیقتاً اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں تو آپ کی ولادت مبارکہ آپ کی تشریف آوری کی خوشیاں منانا بھی قرآن سے ثابت ہو کہ فرمایا: قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشیاں منانا چاہیئے۔ اور قاعدہ ہے کہ اذا ثبت الشيء وثبت بلوائه ثبت جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازمات بھی ثابت ہوتے ہیں۔ پس اس قاعدہ کے تحت عہد میلاد منفق کرنا، فرشتے بچانا، شیخ تیار کرنا، روشنی کرنا، قیام و صلوة و سلام، دعاء کھانا، شمعیں جلیقہ کرنا وغیرہم لوازمات کا بھی اثبات ہو گیا۔

قال حمد لله على ذلك والصلوة والسلام على حبيب سيدنا

مُحَمَّدٌ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

حدیث شریف محفل میلاد کا ثبوت

احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی مجلسوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بکثرت کرتے رہتے تھے، آپ کے فضائل میں رطب الشان رہتے۔ آپ کی ولادت مقدسہ کے وقت ظہور پذیر ہونے والے معجزات و عجائب کا بیان کرتے، آپ کے علیہ مبارک کے تذکرے ہوتے۔ آپ کے اخلاق و اوصاف حمیدہ معلوم کرنے اور سننے کے لئے ایک دوسرے کے پاس چل کر جاتے اور فرمائش کرتے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعمت سناؤ۔

۱۔ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے شمائل میں روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ہند بن ابی ہالہ سے سوال کیا وَكَانَ وَصَافًا عَنِ حَلِيقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَنْدُ بْنُ أَبِي هَالَةَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ وَصَافٌ رَهِيمٌ وَصَفَ بَيَانُ كَرْنِهِ وَالْمُحْتَمَلُ أَنَّهُ يَصِفُ فِي شَيْبَةٍ أَعْلَقَ بِهِ أَوْ رِيٍّ يَبْتَاطِحُ أَكْهَ وَهُوَ مُجِبٌ حَضُورَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ وَصَفَ سُنَائِيٍّ أَوْ رِيٍّ اس سے دل لگاؤں۔

۲۔ حضرت امام بیہقی علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ حضرت ابواسحاق

(تابعی) نے ایک صحابیہ خاتون سے فرمائش کی۔ بیان کر مجھ سے کہ کیسے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالت کالبدرب لیلۃ القمر سَوَاءٌ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اس صحابیہ خاتون نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہویں چاندنی، رات کے کامل چاند کی طرح تھے۔ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل کوئی نہ دیکھا۔

۳۔ داری اور دوسرے محدثین روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسامۃ ربیع (صحابیہ) رضی اللہ عنہا سے فرمائش کی کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصف سناؤ۔ وہ بولی لَوْ رَأَيْتُكَ لَقُلْتُ الشَّمْسُ طَلْعَةٌ مِثْلُ حَضُورِكَ دِجِيتِي تَوَكَّهْتِي كَمَا سَوَّرَجُ نَكْلُ آيَا بِي۔

۴۔ عن عطار بن بشار قال لقيتُ عبد الله بن عمر و ابن العاص قلت اخبرني عن صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم في التوراة قال اجل والله انك لموصوف في التوراة ببعض صفته في القرآن يا ايها النبي انت عبدی ورسولی۔ الحديث

رواه البخاری وکذا رواه الدارمی عن مطار بن سلام وغوہ

مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین۔ فعل اول۔

حضرت عطار بن بشار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے

حضرت عبداللہ بن عمرو وعمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کی اور عرض کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفت توراۃ میں مذکور ہے اس کی خبر دیجئے۔ فرمایا ہاں، (میں بیان کرتا ہوں) اللہ کی قسم قرآن میں آپ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے بعض اوصاف توراۃ میں بھی مذکور ہیں۔ جن میں سے بعض اوصاف یہ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”اے گرامی پیغمبر! ما فرستادیم ترا شاہداً ان اُمت، ہم نے آپ کو اُمت کے احوال پر حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے اور اطاعت کیسوں کو ثواب کی خوشخبری دینے والا اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور ہم نے آپ کو اُمتیں کے لئے پناہ بنا کر بھیجا ہے۔ تو اے محمد! بندہ خاص مہی کہ در حقیقت در بندگی خاص پیچکس یا تو شریک نیست۔ لے محمد! تو میرا بندہ خاص ہے کہ در حقیقت بندگی خاص میں کوئی بھی شریک نہیں ہے، تو میرا رسول ہے۔ (الحديث)

۵۔ عن قتادة عن النس كان النبي صلى الله عليه وسلم
مُحَمَّدًا وَكَافِيًا وَالْقَدَمِينَ لَوْ أَنَا بَعْدَهُ شَبَّاهُ۔

(بخاری جلد ۱۷ ص ۸۷)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیاں اور

پیر مبارک بخاری یعنی گوشت سے بھرے تھے۔ میں نے آپ کے بعد آپ کے مشابہ کسی کو نہ دیکھا۔

۶۔ عن انس كان النبي صلى الله عليه وسلم ضخم الرأس

والقدمين لعمراً فنبلاً ولا بعداً ومثله وكان بسط الكفين

(بخاری جلد ۱۷ ص ۸۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک بخاری اور دونوں قدم شریف بخاری تھے۔ اور آپ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں، میں نے آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ کی مثل کسی کو نہ دیکھا۔

۷۔ عن ابی هريرة كان النبي صلى الله عليه وسلم ضخم

القدمين حسن الوجه لعمراً بعداً ومثله۔ (بخاری جلد ۱۷ ص ۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں بخاری اور آپ کا چہرہ نور نہایت حسین تھا میں نے آپ کے بعد آپ کے مثل کسی کو نہ دیکھا۔

۸۔ ترمذی شریف میں حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے میلاد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مستقل باب قائم فرما کر احادیث نقل فرمائی ہیں۔

عنوان ہے۔ باب ما جاء في ميلاد النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فضائل بیان فرمائے

عن العباس رضي الله عنه أنه جاء إلى النبي صلى الله

عليه وسلم فكانه سمع شيئاً فقام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر فقال من أنا فقالوا أنت رسول الله قال انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب - ان الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم - الحديث (مكتوبة باب فضائل سيد المرسلين)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں کافروں کا طعن سنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا "میں کون ہوں؟" حاضرین نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ماری مخلوق سے بہتر مخلوق میں مجھ کو پیدا فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے میلاد شریف کا بیان فرمایا

۱۰۔ عن العرياض عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال اتي عند الله مكتوب خاتم النبیین وان ادم لم يجد في طينته وسا خبيركم باول امرى دعوة ابراهيم وبشارة عيسى ورويا امتى التي حين وضعتني وقد خرج لها نور انضاء لها منه قصور الشام رواه في شرح السنة ورواه احمد بن ابى حمزة - (مشكوة)

حضرت عریاض رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا میں عند اللہ اس وقت خاتم النبیین مکتوب تھا، جب کہ آدم علیہ السلام ہنوز آب و گل میں تھے۔ اور میں تمہیں اپنی ابتدا کی خبر دیتا ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کی رؤیت ہوں۔ وہ رؤیت جو اس نے میری ولادت کے وقت دیکھی۔ تحقیق خارج ہوا اس کے لئے نور کی روشنائی میں اس کے لئے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔

صحابہ کرام کے جلسہ میں حضور نے اپنے فضائل بیان فرمائے

۱۱۔ عن ابن عباس جلس ناس ومن اصحاب رسول الله عليه وسلم فخرج حتى اذا دنى منهم سمعهم يثذكرون قال بعضهم ان الله اتخذ ابراهيم خليلاً وقال آخر موسى كلمه تكليماً وقال آخر فاعى كلمة الله وروحه وقال آخر ادم اصفاه الله فخرج عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال قد سمعت كلامكم وعجبكم اتا ابراهيم خليل الله وهو كذا لك وموسى نبي الله وهو كذا لك وعيسى روحه وكلمته وهو كذا لك وادم اصفاه الله وهو كذا لك انا حبيب الله واخبر انا حامل لواء

الحمد يوم القيامة تحته آدم ودونه ولا فخر وان
اول شافع واول مستنج يوم القيامة ولا فخر وانا اقل من
يَحْرُكُ خَلْقَ الْجَنَّةِ فَيُفْتَحُ اللَّهُ فَبِدْخِلُهَا وَمَعِيَ فَقَرَأَ
الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فخر وانا اكرم الاولين والاخرين على
اللّه ولا فخر - رواة الترمذی والدارمی (مکتوبات فضائل بنی سنین)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ اصحاب
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں سے کچھ لوگ مجلس میں بیٹھے۔ پھر
حضور نور شریف لائے حتیٰ کہ ان لوگوں سے قریب ہو گئے۔ تو انہیں
کچھ تذکرہ کرتے سنا، (مگر ان پر ظاہر نہ ہوئے) ان میں سے بعض نے
کہا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا۔ دوسرے
صاحب بولے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا۔ ایک اور صاحب
بولے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ ایک دوسرے
نے کہا کہ حضرت آدم کو اللہ نے برگزیدہ کر لیا۔

تب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف
لائے اور فرمایا۔ کہ مہر نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کمرنا سنا۔ یقیناً
ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ اللہ سے راز کی
بات کرنے والے ہیں۔ اور واقعی وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسیٰ اللہ کی روح
اور اس کا کلمہ ہیں۔ اور واقعی وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم کو اللہ نے چن لیا۔
واقعی وہ ایسے ہیں۔ مگر خیال رکھو کہ میں اللہ کا محبوب ہوں۔ فخر یہ نہیں
کہتا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں ہی اٹھائے ہوئے ہوں گا۔ جس

کے نیچے آدم اور ان کے سوا ہوں گے۔ اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔ میں پہلا
شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا مقبول الشفاعت قیامت کے دن میں
ہوں۔ فخر یہ نہیں کہتا۔ میں پہلا وہ شخص ہوں جو جنت کی زنجیر ہلائے گا۔
تب اللہ کھولے گا، پھر اس میں مجھے داخل کرے گا۔ میرے ساتھ فقراء
مسلمان ہوں گے۔ فخر یہ نہیں کہتا، میں سارے اگلے پچھلوں میں اللہ پر
زیادہ عزت والا ہوں فخر یہ نہیں کہتا۔

ذکر ولادت

۱۲۔ عن عثمان بن ابی العاص قال حدثنی اُمّی انہا شهدتہ
ولادته آمنۃ أم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلة
ولدتہ قالت فہا شئ انظر الیہ فی البیت ان نوراً وانی
لا نظرت الی النجوم قد حوینی انی لا قول لیقعن علی
(خصائص کبریٰ۔ دلائل النبوة)

حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری
والدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جس شب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ الہ
وسلم کی ولادت مقدسہ ہوئی میں حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے
پاس موجود تھی۔ فرماتی ہیں کہ گھر میں جس چیز کو دیکھتی توری نور دکھائی
دیتا اور میں نے ستاروں کی جانب دیکھا تو وہ میرے قریب ہوتے اور
جھکتے ہوئے محسوس ہوتے حتیٰ کہ میں کہتی کہ مجھ پر گر پڑیں گے یا واضح

رہے کہ یہ روشن منارے ملائکہ کے روشن چہرے تھے جو حجرہ اقدس کو زمین سے آسمان تک گھیرے ہوئے تھے۔

۱۳۔ اِنَّ اَمْنَةً قَالَتْ لَمَّا فَضَلَ مِنْهُ خَرَجَ مَعَهُ نُورٌ اَضَاءَ بَهْ

مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ رَأَيْتُ قُصُودَ الشَّامِ وَالْبَصْرَى

فِيهِ ۔ (مواہب اللدنیہ - خصائص کبریٰ)

حضرت آمنہؓ نے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے بطن سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک عظیم نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی۔ میں نے اس نور کی روشنی میں ملک شام اور بصری کے محلات کو دیکھ لیا۔

۱۴۔ وَقَالَتْ فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ بَطْنِي نَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ سَاجِدٌ قَدْ رَفَعَ

اَصْبَعَهُ وَهُوَ يَقُولُ بِلِسَانٍ فَصِيحٍ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ

(خصائص کبریٰ - شواہد النبوۃ)

حضرت آمنہؓ نے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے بطن سے باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ فرمائے ہوئے ہیں۔ اور اپنی انگلی مبارک اٹھائے ہوئے فصیح زبان میں کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر کرنا حضور کی نعمت بیان کرنا، حضور کی صفت و ثناء بیان کرنا سنت اللہ، سنت رسول، سنت صحابہ و تابعین و تبع تابعین ہے اسی مقصد کے لئے مجلس میلاد منعقد کی جاتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہ وسلم کا ذکر کرنا مومن کی جان اور اس کا نصب العین ہے۔ ع۔

زبانِ تابود در وہاں جائے گیر

غنائے محسن بود دلپذیر

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خوشی منانا اور

محفل میلاد منعقد کرنا موجب خیر و برکت اور باعث نجات

۱۵۔ بخاری شریف جلد دوم کتاب النکاح۔ باب وَاَمَّا تَكْوِيْنُ النَّفْسِ

اَوْضَعْنَكَ فِي مِثْلِهِ ۔

فَلَمَّا مَاتَ ابُو لَهَبٍ اَرِيَهُ بَعْضُ اَهْلِهِ بِشَيْءٍ حَبِيْبَةٍ قَالَتْ لَهْ

مَاذَا لَقِيتِ قَالِ ابُو لَهَبٍ لَمَّا لَقِيَ بَعْدَ كَوْنِهِ خَيْرًا اِنِّي سَقَيْتُ

فِي هَذِهِ بَعْتًا قَتَلْتُ ثَوْبِيَّةَ

جب ابو لہب مر گیا تو اس کے بعض گھروالوں نے خواب میں برے

حال میں دیکھا۔ پوچھا تیرے ساتھ کیا گزری؟ ابو لہب بولا کہ تم سے علیحدہ

ہو کر مجھے خیر نصیب نہ ہوا۔ وہاں مجھے اس انگشت سے پانی پینے کو

ملتا ہے کیونکہ میں نے ثویبہ (نونی) کو آزاد کیا تھا۔

واضح رہے کہ ابو لہب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا۔ اس کی نونہی

ثویبہ نے جب ابو لہب کو خوشخبری سنائی کہ آج تیرے بھتیجے کی ولادت ہوئی

ہے تو ابولہب نے خوش ہو کر ثوبیہ کو انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ
تو آزاد ہے۔ اگرچہ ابولہب سخت کافر تھا۔ اس کی ملامت میں پوری سورہ
”نَبِّئْتُكَ اِنِّي لَهَبٌ وَنَبِّئْتُكَ“ نازل ہوئی۔

تاہم محض اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ولادت مقدسہ کی خوشی منائی اور
ثوبیہ کو آزاد کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس خوشی کرنے کی وجہ سے اس پر یکرم
فرمایا کہ ابولہب دوزخ میں اپنی انگلی چوستا ہے، تو اس کی پیاس بجھ
جاتی ہے۔ حالانکہ اس نے محض بھینچے کی ولادت کی خوشی منائی تھی نہ کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سمجھ کر۔

حضرت شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

و دریں جا سند است مراہل موالید را کہ در شب میلاد آن سرور سرور
کنند و بذل اموال نمایند۔ یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بہ سرور میلاد آنحضرت
و بذل ثبیر جاریہ دے بجهت آن حضرت جزا دادہ شد۔ تا حال مسلمان کہ
مملو است بہ محبت و سرور و بذل مال در دے چہ باشد ولیکن باید کہ از
بدعت ہا کہ عوام احدث کردہ اند از تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد
(مدارج النبوة جلد دوم)

اس واقعہ میں مولود کرنے والوں کے لئے بڑی دلیل ہے۔ جو کہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور

مال خرچ کرتے ہیں۔ یعنی ابولہب جو کافر تھا، جب حضور کی ولادت کی
خوشی اور لوٹدی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام ریگیا تو اس مسلمان
پر اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام و اکرام ہو گا جو حضور کی محبت و خوشی سے بھرا
ہوا ہے۔ اور مال خرچ کرتا ہے۔ لیکن چاہیے کہ محفل میلاد، عوام کی ایجاد کردہ
بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں اور منکرات سے خالی ہو۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

يَسْتَحَبُّ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ مَوْلِدُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(تفسير روح البیان ۳ سورۃ فتح زیر آیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
”تم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب
ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ وقد قال ابن المصير العیسیٰ ان البدعة
الحسنة متفق علی نذ بها و عمل المولود و اجتماع الناس
له کذا لک بدعة حسنة۔ قال السخاوی لیرفع له احدث۔
من القرون الثلاثة واما احدث بعد لازل اهل السور
من سائر الاقطار والمدون الکبار بعملوا مولود ویتصدقون
بأنواع الصدقات ویتسویون بقراءة مولود لا التبریر ویتظهر
من بركاته علیہ کل فضل عظیم۔ قال ابن حجر زکی من
خواصہ انه لما فی ذلک العام و بشری عاجلة بنیال
لنعمته و الامراء و اول من احدثه من المملوک صاحب ازیل

وَصَنَّفَ لَهُ ابْنُ دَحِيَّةٍ كِتَابًا فِي الْعَوَالِدِ فَأُجَازَافَ بَالْتِ دِينَارٍ
وَقَدْ اسْتَخْرَجَ لَهُ الْحَافِظُ بْنُ حَجْرٍ صُلَاةً مِنَ السَّنَةِ وَكَذَا
الْحَافِظُ السَّيْطُوكِيُّ وَرَدَّ عَلَى اسْتِكَارِهَا فِي قَوْلِهِ أَنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ
بِدَعْتِهِ مَذْمُومَةٌ۔

امام ابن حجر محدث ہیشمی نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے
پر سب کا اتفاق ہے۔ اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی
اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔ حضرت امام سخاوی نے فرمایا (مروجہ صورت میں)
میلاد شریف قرون ثلاثہ میں کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا۔ پھر ہر طرف
ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کو تے رہے اور کرتے ہیں۔ اور طرح طرح
کے صدقات و خیرات کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد
پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اور محفل میلاد کی برکتوں سے اس پر اللہ کا بڑا
ہی فضل ہوتا ہے۔ حضرت امام جوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی
تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے۔ اور اس میں
مراویں پوری ہونے کی بشارت عاجلہ ہے جس بادشاہ نے اس کو (مروجہ
صورت میں) پہلے ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے۔ ابن دہبی نے اس کے لئے
میلاد کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں۔
اور حافظ الحدیث امام ابن حجر اور حافظ الحدیث امام سیوطی نے محفل میلاد کی
اصل ثبوت سے ثابت کی ہے۔ اور محفل میلاد کو بدعت سیئہ کہہ کر منع
کرنے والوں کی تردید فرمائی ہے۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حضرت امام قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں

وَمِمَّا جَوِّزَ مِنْ خَوَاصِهِ أَنَّكَ أَمَّا أَنْ فِي ذَلِكَ الْعَامِ وَبَشَرِي
عَاجِلَةٌ يَنْبَغِي التَّخَفُّعُ وَالْمَرَامُ فَرَحًا اللَّهُ أَمْرًا أَتَّخَذَ
لِيَالِي شَهْرِ مَوْلِدِ الْمُبَارَكِ أَعْيَادًا لِيَكُونَ أَشَدَّ عِلَّةً عَلَيَّ
مَنْ فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ۔ (مرتبہ ص ۱۰۰)

محفل میلاد منعقد کرنے کے خواص میں سے یہ امر تجربہ سے ثابت
ہو چکا ہے کہ اس سے سال بھر کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جاتی ہے۔
اور میلاد کرنے میں نعمتیں حاصل ہونے اور مرادیں پوری ہونے کی بشارت
عاجلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جو ماہ ربیع الاول کی
رانوں کو مجالس میلاد منعقد کرتا اور خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار کر کے عیدیں
مناتا ہے۔ تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض (انکار و گستاخی) ہے، ان
کی بیماری شدت کا موجب ہو۔

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں۔

فَاکْ بوجاہیں عسود بن کر رضا
بہم تو ذکر ان کا سناتے جائیں گے،

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مشاہدہ

وہابیہ کے معتمد علیہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

كَتَبْتُ قَبْلَ ذَلِكَ بِمَكَّةَ الْمُعَظَّمَةِ فِي مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عليه وسلم في يوم ولدته والناس يصليون على النبي
صلى الله عليه وسلم ويذكرون ارضا صاغة التي ظهرت
في ولادته ومشاهدة قبل بعثته فرأيت النور سمعت دعوته
واحدته اقول اني اذكرتها ببصر الجسد ولا اقول اذكرتها
ببصر الروح فقط والله اعلم كيف كان الامر بين هذا
وذلك فتأملت تلك الانوار فوجدتها من قبل الملائكة
الموتى يأمثال هذه المشاهد وبأمثال هذه الجمالين
ورأيت يحاط الانوار الملائكة النوار الرحمة

(فیوض الحرمین مطبوعہ کتب خانہ رحیمہ دیوبند)

”میں اس سے پہلے مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
وسلم کی ولادت کے دن مجلس میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں
موجود تھا۔ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھ رہے تھے۔ اور آپ
کی ولادت کے وقت اور آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے جو عجائب و
غرائب اور معجزات و کرامات ظہور پذیر ہوئے ان کا ذکر کر رہے تھے۔
دریں اثناء میں نے یکبارگی انوار کووند سے دیکھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں
نے ان انوار کو جسمانی آنکھ سے دیکھا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روح کی آنکھ
سے۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نور ان ملائکہ کا ہے جو اس قسم
کی مجلسوں اور مشاہدوں پر موقوف و مقرر ہیں۔ نیز میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ
اور انوار رحمت میں ملے ہوئے ہیں۔“

شاہ عبدالرحیم صاحب کا مشاہدہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

”میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے بیان کیا کہ میں ہر سال
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد شریف کے موقع پر کھانا تقسیم کیا کرتا تھا
ایک سال مجھے نیاز دینے کی وسعت نہ رہی تو میں نے بچنے ہوئے چنے
بھی تقسیم کر دیئے۔ پھر خواب میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
کی زیارت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ عیینہ وہی چنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے پاس رکھے ہوئے موجود تھے۔“ (درشیں سہ)

ثابت ہوا کہ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال محافل میلاد منعقد کرتے
ہیں۔ بلند پایہ علمائے امت مفسرین محدثین اور علمائے کرام محافل
میلاد منعقد کرنے، ان مجلسوں میں شامل ہونے اور عید میلاد کی خوشیاں
منانے کو باعث نزول رحمت و دفعہ بلا و معصیت، جلّ مشکلات اور
حاجات پوری ہونے کا ذریعہ جانتے ہیں۔ تو کیا بقول وہابیہ یہ سب
حضرات بدعتی، گمراہ اور مشرک و کافر ہوئے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔
اگر وہابی اپنے دعوے میں سچے ہیں تو حضرت حاجی امداد اللہ تعالیٰ
مہاجر مکی، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم اور شیخ
عبدالحق محدث دہلوی بلکہ تمام مفسرین و محدثین کے مشرک و کافر ہونے
کا اعلان کریں۔ اور ایسا واضح فتویٰ شائع کریں۔ اور اگر ان میں یہ ہمت

نہیں ہے۔ تو آئندہ ایسے مزدور فتوے صادر کر کے مسلمانوں میں انتشار و
افتراق برپا کرنے سے باز رہیں۔ مسلمانوں کو یہ کانے اور مخالفہ دینے کی
خاطر وہابی مولوی کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نفس ذکر و ولادت رسول کو کب منع
کرتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مروجہ صورت میں محفل میلاد کا ثبوت
قرون ثلاثہ میں نہیں ملتا۔ اس لئے ناجائز، بدعت اور حرام ہے۔

وہابی مولویوں کو کھلا چیلنج

میں ان فریب کاروں سے پوچھتا ہوں کہ آیاتم خود بھی اپنے اس
اصول پر کار بند ہو؟

کیا تم لوگ بھی صرف وہی کچھ کرتے ہو جس کا ثبوت بصورت موجودہ
و مروجہ قرون ثلاثہ سے ملتا ہو؟ اگر کہو ”ہاں“ تو پھر

۱۔ قرآن مجید کے اردو، سندھی، فارسی اور دیگر زبانوں میں ترجمے کرنا اور

مترجم قرآن شائع کرنا قرون ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم اس پر عامل ہو۔

۲۔ حدیث کی کتابیں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد،

ابن ماجہ وغیرہ مرتب کرنا اور مروجہ صورت میں شائع کرنا قرون

ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم انہیں پڑھتے پڑھاتے ہو۔

۳۔ اردو، سندھی، فارسی اور دیگر زبانوں میں حدیث کی کتابوں کے

ترجمے مرتب کرنا اور مترجم قرآن شائع کرنا۔ قرون ثلاثہ سے ثابت

کرو کہ تم سب یہ کرتے ہو۔

۴۔ قرآن مجید، حدیث شریف کی کتب اور دیگر رسائل و کتب بصورت
مروجہ پریس میں چھاپنا، چھپانا قرون ثلاثہ سے ثابت کرو کہ اس پر
تم عامل ہو۔

۵۔ قرآن مجید کے تئیس پارے بنانا، ان میں رکوع مقرر کرنا، حروف پر
اعراب لگانا قرون ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۶۔ چھ کلمے مقرر کرنا، ان کی ترتیب مقرر کرنا کہ یہ پہلا کلمہ ہے، دوسرا

یہ تیسرا، یہ چوتھا، یہ پانچواں اور یہ چھٹا ہے۔ اور پھر ان کلموں کے نام

مقرر کرنا کہ یہ کلمہ طیب ہے، یہ کلمہ شہادت، یہ کلمہ تنجید، یہ کلمہ توحید

یہ کلمہ استغفار اور یہ کلمہ رد کفر ہے۔ اس کا ثبوت قرون ثلاثہ سے

پیش کرو۔

۷۔ صفات ایمان، بصورت مقررہ، مروجہ، صفت ایمان، محفل اور صفت

ایمان مفصل کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دو۔

۸۔ نمازوں کے لئے زبان سے نیت کے مروجہ الفاظ کا ثبوت قرون ثلاثہ

سے ثابت کرو۔

۹۔ بصورت مروجہ مسجدیں تعمیر کرنا، مسجدوں کے مینار، محراب اور گنبد

وغیرہ بنانے کا ثبوت بھی قرون ثلاثہ سے پیش کرو کہ بالائزام تم اس

پر عامل ہو۔

۱۰۔ نمازوں کے لئے اوقات مقرر کرنا کہ فلاں نماز کے لئے اتنے بجے اور

فلاں نماز کے لئے اتنے بج کر اتنے منٹ پر جماعت کھڑی ہوگی۔

قرون ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم سختی کے ساتھ اس پر عامل ہو۔

۱۱۔ موجودہ، مروجہ صورت میں مدرسے قائم کرنا، پڑھائی کے لئے اوقات مقرر کرنا، نصاب تعلیم کا تعین، پڑھائی اور ٹیچیوں کے دن مقرر کرنا، قرون ثلاثہ سے ثابت کرنا کہ تم اس پر عامل ہو۔

۱۲۔ مدرسوں کے لئے چندہ مانگنا، امداد کی اپیلیں شائع کرنا، قربانی کی کھالیں جمع کرنا۔ ان کے حصول کی خاطر گلی، گلی، کوچہ بہ کوچہ مارے مارے پھرنا قرون ثلاثہ سے ثابت کرنا کہ تم اس پر دستور العمل بن چکا ہے۔

۱۳۔ علوم مروجہ صرف دعو، فلسفہ، علم کلام اور منطق وغیرہ پڑھنے پڑھانے کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دو کہ تمہارے مدرسوں میں پابندی سے یہ علوم مروج ہیں۔

۱۴۔ روزنامے، ہفتہ وار، پندرہ روزہ، ماہانہ اخبارات و رسائل مقررہ تاریخ و اوقات میں شائع کرنا۔ اخبارات و رسائل کے نام رکھنا قرون ثلاثہ سے ثابت کرنا کہ تم اس پر عامل ہو۔

۱۵۔ تاریخ اور دن اور وقت مقرر کر کے جلسے منعقد کرنا، بڑے بڑے ایجنٹ اور پنڈال بنانا جلسہ گاہ کی رونق بڑھانے کے لئے سینگٹوں ہزاروں بلب لگانا، جھنڈیاں لگانا، مقررین کو دعوت دے کر فیس مقرر کر کے بلانا عوام کو جلسہ میں شمولیت کے لئے شد و مد کے ساتھ ترغیب دینا۔ انڈیا اسپیکروں سے اعلان کرتے پھرنا اشتہارات و پوسٹر شائع کر کے جلسہ کو کامیاب کرنے کی اپیلیں کرنا وغیرہ۔ مذہبی و سیاسی جلسوں و جلسوں کے لئے اس قدر

اہتمام و تداعی کا ثبوت قرون ثلاثہ سے پیش کرنا کہ یہ سب کچھ تمہارا معمول بن چکا ہے۔

۱۶۔ غلاف کتبہ کو نمائش کے لئے بڑے اہتمام کے ساتھ شہر بہ شہر لئے پھرنا اور نذرانے وصول کرنا قرون ثلاثہ سے ثابت کرنا کہ تمہارے صاحبین علی الاعلان یہ سب کچھ کر چکے ہیں۔

۱۷۔ اسلام دشمن کافر لیڈروں کو اپنا راہنما بنانا۔ ان کی جماعت (ہندو کانگریس) میں باضابطہ شامل ہونا۔ ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف ہندو لیڈروں سے تنخواہیں اور امدادی رقوم حاصل کرنا کفار کے مفاد میں شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ دورے کر کے تقریریں کرتے پھرنا، لیکن میں کفار کو کامیاب کرنے کی خاطر غلط بیانیوں کر کے مسلمانوں سے ووٹ مانگتے پھرنا، قرون ثلاثہ سے ثابت کرنا کہ یہ سب کچھ تم علی الاعلان کرتے رہے ہو اور اس پر تاریخ بنا رہے۔

۱۸۔ کافر لیڈروں سے استقبال کے لئے دو دروازے مقرر کر کے پہنچنا، ان کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر ان کے گلے میں ہار ڈالنا، "مہاتما گاندھی کی جے" پکارنا، جواہر لال نہرو، ننداد سردار پٹیل، زندہ باد، سمجاش چندر بوس زندہ باد وغیرہ نعرے لگانا۔ قرون ثلاثہ سے ثابت کرنا کہ تمہارے بڑے بڑے مولویوں کے یہ کراوت تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو چکے ہیں۔

۱۹۔ ملت اسلامیہ کو ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، عیسائیوں، یہائیوں اور جھنگیوں میں مدغم کرنے کی مذہب کو کوشش میں "متحدہ قومیت"

کا پرچار کرنا اور "ملت از وطن است" کا اعلان کرنا، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے یہ شرمناک کارنامے تمہاری پیشانیوں پر کلنک کے ٹیکے بن چکے ہیں۔

۲۰. کافر، بُت پرست حکمرانوں کو اپنے مذہبی مدرسہ میں دعوت دے کر بلانا (جیسے کہ مدرسہ دیوبند کے مولویوں نے صدر بھارت ڈاکٹر اجندر پرشاد کو دعوت دے کر اپنے مدرسہ میں بلایا) اس کے اعزاز و اکرام کی خاطر بڑے اہتمام کے ساتھ مدرسے اور جلسہ گاہ کو زیب و زینت سے آراستہ و پیراستہ کرنا۔ اس کے استقبال کے لئے بے قراری کے عالم میں دوڑتے بھاگتے پھرنا۔ اس کی آمد پر اس کی تعظیم کے لئے دست بستہ و گردن شکستہ قیام کرنا۔ اس کے لئے زندہ باد کے نعرے بلند کرنا اس کے لئے خطبہ استقبالیہ پڑھنا۔ اس کی مدح و ثناء میں قصیدہ خوانی کرنا وغیرہ قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۲۱. دنیاوی مفادات کی خاطر دشمن اسلام "برٹش گورنمنٹ" کو اپنی گورنمنٹ قرار دینا، ان کی وفاداری کو عین دین اسلام قرار دینا، مسلمانوں کو حکومتِ برطانیہ کی وفاداری کی تلقین کرنا، انگریزوں کے خلاف لڑنے کو از روئے اسلام ناجائز و حرام قرار دینا، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے یہ شاہکار کارنامے تمہاری کتابوں میں مندرج ہیں۔

۲۲. دشمن اسلام انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد

کو "غدر و بغاوت" اور انگریزوں کی حمایت میں لڑتے ہوئے مرجانے کو "شہادت قرار دینے کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ تمہارے مولویوں کی یہ مذہب و حرکتیں، تمہاری کتابوں سے بھی ثابت ہیں۔ ۲۳. اسلام کی سر بلندی کے لئے اسلامی مملکت (پاکستان) قائم کرنے کی جدوجہد کرنے والے مسلمانوں کے خلاف، محاذ بنالینا۔ ان کی راہ میں روڑے اٹکانا، مسلمانوں کو بُت پرست ہندوؤں کا داعی غلام بنادینے کی سر توڑ کوشش کرنا۔ گاندھی اور دیگر ہندو لیڈروں کو محافظ اسلام، اور قائد اعظم کو کافر اعظم قرار دینے کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ تمہارے پیشواؤں کے یہ کرکٹ بھی تاریخ میں ثبت ہو چکے ہیں۔

۲۴. مُردہ کافر لیڈروں کی تصویر کی صدارت میں منعقدہ جلسہ میں شرکت کرنا، اس کی تصویر کو سلامی دینا۔ اس کی مدح و ستائش کرنا، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے مولوی مُردہ سبھاکش چندر بوس کی تصویر کی صدارت میں یہ سب کچھ کر چکے ہیں۔ (ثبوت کے لئے فقیر کی "تالیف" "تاریخ و بابیہ" کا مطالعہ کیجئے۔)

۲۵. اس عقیدہ کا قرونِ ثلاثہ سے ثبوت دو کہ "نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور میں اپنی ہمت کو لگا دینا بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے" جیسے کہ تمہارے پیشوا اسماعیل دہلوی نے "صراطِ مستقیم" میں لکھا ہے۔

۲۶. اس عقیدے کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ "جس کا نام

محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ نیز اس کا بھی کہ ”رسول کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا“ نیز اس کا بھی کہ ”رسول کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں“ نیز اس کا بھی کہ ”شیطان اور ملک الموت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے“ نیز اس کا بھی کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں بھی ایک دن مکر مٹی میں مل جانے والا ہوں“ (نمود باللہ من ذالک الہفوات) یہ باتیں وہابیہ کے پیشواؤں، اسماعیل دہلوی اور خلیل احمد انیسوی نے اپنی کتابوں ”تقویتہ الایمان“ اور ”براہین قاطعہ“ میں لکھی ہیں۔ اور ان کتابوں پر وہابیہ کا ایمان ہے۔

۲۷۔ یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، قرون ثلاثہ سے ثابت کرو کہ یہ متحارے مولویوں نے بڑے اصرار کے ساتھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

تمام وہابی مولویوں کو کھلا پیچ ہے کہ وہ مندرجہ بالا امور کا ثبوت قرون ثلاثہ سے پیش کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دیں۔ اگرچہ اور بھی صد ہائے امور پیش کئے جاسکتے ہیں جو قرون ثلاثہ سے ہرگز ثابت نہیں۔ لیکن وہابیہ ان پر عامل ہیں تو بتایا جائے کہ یہ تمام امور ان کے لئے کیونکر جائز و روا ہو گئے؟

آخر فاتحہ و میلاد نے ہی ایسا کون سا گناہ کیا ہے کہ وہابیہ ان کی مذمت کرتے ہیں اور بدعتِ سیدہ، ناجائز اور حرام کہتے نہیں تھکتے۔ اور فاتحہ و میلاد کرنے والے مسلمانانِ اہلسنت کو بدعتی، فاسق، مشرک اور کافر

قرار دے کر ملتِ اسلامیہ میں فتنہ انگیزی اور انتشار و ہدامتی برپا کرنے کی شرمناک حرکتوں سے باز نہیں آتے؟

وہابی مولویوں کی سیدہ زوری

وہابیوں کی مطلق بھی بڑی عجیب ہے کہ یہ خود چاہے قرآن و حدیث کے صریح خلاف چلیں، ناجائز اعمال کے مرتکب ہوں، تمام اُمت کے مخالف عقائد رکھیں، خود کو بہر حال صحیح اور راہِ راست پر اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ بات بات پر ان کی رگِ محبت چرک اٹھتی ہے۔ مسلمانانِ اہلسنت سے بغض و عناد کی وجہ سے جائز و مباح اور متحسین امور پر بھی، بدعتِ سیدہ اور شرک و کفر کے فتوے لگانے سے باز نہیں رہتے۔ مثلاً محفل میلاد کو بدعتِ سیدہ ثابت کرنے کی ناکا کو کوشش کرتے ہوئے دیوبندی وہابیوں کا پیشوا مفتی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔

”یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام اور زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور زمانہ تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہیں ہوئی۔ اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا۔ اس کو اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں۔ لہذا یہ مجلس بدعتِ ثلاثہ ہے“ (فتاویٰ رشیدیہ، کامل ۲۳-۱۳۲)

نیز لکھتا ہے ”عدم جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرونِ اخیر میں اس کو نہیں کیا“ (کتاب مذکور)

اور یہی مفتی فاتحہ کے متعلق لکھتا ہے۔

”فاتحہ مروجہ شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۳۱)

اور سبب یہ بتایا ہے کہ ”اسی طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود آں در قرون

ثلاثہ کہ مشہود ہوا بالتحقیق اند منقول نہ شدہ“ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۳۱)

دیوبندی مفتی کی طرح دوسرے وہابی غیر مقلدین، ندوی اور مودودی

وغیرہ بھی اسی طرح کے بورے اعتراضات کے تحت فاتحہ گیارہویں او

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محفلوں کو بدعت سیئہ اور ناجائز و

حرام ٹھہراتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا اور بنیادی اعتراض یہی ہے

کہ چونکہ یہ کام بہنیت مروجہ قرون ثلاثہ میں نہیں ہوا اس لئے حرام ہے۔

مگر جب یہی لوگ اپنے مفادات کے تحت خود ایسے کام کرتے ہیں جو بہنیت

مروجہ قرون ثلاثہ میں نہ تھے تو اپنے اس خانہ ساز اصول کو فراموش کر بیٹھتے

ہیں اور قسم قسم کے حیلے پہلے نہ تراشتے لگتے ہیں۔

مثال کے طور پر اسی دیوبندی مفتی کو ہی دیکھ لیجئے کہ کس دھڑلے سے

کہتا ہے کہ محفل میلاد اور فاتحہ مروجہ اس لئے جائز نہیں کہ بہنیت مروجہ

قرون ثلاثہ میں نہ تھی اور بطور قاعدہ کلیہ اعلان کرتا ہے کہ ”عدم جواز کے واسطے

یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرون خیر میں اس کو نہیں کیا۔“

لیکن اس کے برعکس آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ یہی وہابی مفتی

فراسے دنیاوی مفاد کی خاطر اپنی قوم کی ناک کیونکر موڑ دیتا ہے۔ مدرسہ

دیوبند میں یہ دستور تھا کہ جب کسی کو کوئی مشکل یا مصیبت درپیش ہوتی

تو مبلغ پندرہ روپے اس مدرسہ میں دیتا۔ اس کے معاوضہ میں دیوبندی

مولوی اور طلباء مل کر بخاری شریف کا ختم پڑھ کر اس کے لئے دعا مانگتے۔

اور چونکہ یہی دیوبندی مولوی ختم قرآن مجید کو بدعت سیئہ اور حرام

قرار دیتے تھے اور وجہ یہ بتاتے تھے کہ ختم قرآن مجید قرون ثلاثہ سے ثابت

نہیں۔ تو کسی نے سوال کیا کہ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا

قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

تو اس کے جواب میں دیوبندیوں کا یہی مفتی فتویٰ صادر کرتا ہے کہ

”قرون ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا

ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ بدعت نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۳۱)

اب اسے وہابیہ کی سید زوری نہیں تو اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ قرآن

مجید جو مرتب کتاب کی صورت میں قرون ثلاثہ میں موجود تھا۔ اور باوجود

اس کے کہ کھانا سامنے رکھ کر بسم اللہ الرحمن الرحیم (جو قرآن کی آیت

ہے) پڑھنا اور دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد و عمل سے

ثابت ہے ختم قرآن، بدعت سیئہ ناجائز اور حرام اور موجب عذاب ہے۔

لیکن بخاری شریف جو قرون ثلاثہ میں موجود ہی نہیں تھی اس کا ختم

جائز اور موجب دفعیہ مصائب ہے!

مطلب یہ ہوا کہ ختم قرآن چونکہ مسلمانان ابدست کرتے ہیں اس

لئے بدعتِ سیئہ اور حرام ہے اور ختمِ بخاری شریف چونکہ دیوبندی وہابی کرتے ہیں لہذا جائز ہے۔ ورنہ ختمِ بخاری اگر ذکرِ خیر ہے تو ختمِ قرآن مجید ذکرِ خیر کیوں نہیں؟ حالانکہ کھانا سامنے رکھ کر تلاوتِ قرآن کی اصل شرع سے بالوضاحت ثابت ہے۔

اگر وہابی مولوی فاتحہ مرتبہ اور محفلِ میلاد کو اس وجہ سے بدعتِ متبیہ اور حرام بتاتے ہیں کہ بہیت مرتبہ فاتحہ و میلاد قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا تو ان پر لازم ہے کہ ختمِ بخاری بہیت مرتبہ قرونِ ثلاثہ ہی سے نہایت کم کے اس کے جائز ہونے کا ثبوت پیش کریں۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ وَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا
وَكَيْفَ تَفْعَلُوْا فَاَنْتُمْ السَّالِكُوْنَ وَقَوْذَٰهَا النَّاسُ وَالْجَحَاةُ
اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ۚ

علمائے اہلسنت سے مباحثہ کے دوران وہابی مولویوں کو جب کوئی راہِ فرار دکھائی نہیں دیتی تو پہلو بچانے کی خاطر کہہ دیا کرتے ہیں کہ :-

”ہم نفسِ ذکرِ رسول کو کب منع کرتے ہیں، ہم تو اہتمام و تداعی گلے بجانے اور احتلاطِ مردوزن کی وجہ سے محفلِ میلاد کو ناجائز و حرام کہتے ہیں۔“

مگر وہابیہ کا یہ اعتراض بھی ایک عذرِ رنگ سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ عموماً میلاد کی محفلوں میں گانا بجانا اور احتلاطِ مردوزن ہرگز نہیں ہوتا اور اگر کہیں جہلا کے ہاں ایسا ہوتا بھی ہو تو

علمائے اہلسنت اسے کب جائز کہتے ہیں؟

مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ممنوعہ امور کو روکنے کے بجائے ہر محفلِ میلاد کو بدعتِ سیئہ اور ناجائز و حرام قرار دے دیا جائے۔ رہا اہتمام و تداعی کا اعتراض تو اس سے خود وہابی مولوی بھی محفوظ نہیں۔

غور کا مقام ہے کہ وہابیہ کے نزدیک اگر انتظامات و لوازمات محفلِ میلاد واقعی ناجائز و حرام ہیں تو یہ خود جو جلسے اور کالفرشیں منعقد کرتے ہیں، ان میں فرش پچھاتے، شامیانے لگاتے، بجاوٹ کے لئے جھنڈیاں لگاتے، بجلی کے سیکڑوں ہزاروں قمقمے لگاتے بڑے بڑے

ایسٹج بناتے، اخبارات و رسائل میں اعلان کرتے، لاؤڈ اسپیکر سے دھندورا دیتے، قد آدم اشتہارات شائع و تقسیم کر کے عوام کو شرکت کی دعوت دیتے اور پُر زور اپیلیں کرتے ہیں کہ حقوقِ درجہ شرکت فرما کر جلسہ کو کامیاب بنائیں۔ نیز اخراجات کے لئے چندہ فراہم کرتے پھرتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ وہابیہ کے لئے کیونکر جائز ہو جاتا ہے؟ جب اہتمام و تداعی یہ خود بھی کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ بنائے

مخالفت یہ امور نہیں بلکہ اصل وجہ اہلسنت سے بغض و عناد اور ذکرِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عداوت ہے۔ کہ خواہ خواہ وہابی اعتراضات کی آر میں ذکرِ حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ محرومانِ الٰہی اتنا نہیں سمجھتے کہ جس کے ذکر کو خود رب العزت بلند فرمائے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا اعلان فرمائے، اس کے ذکر کو کون روک سکتا ہے؟ آیا

یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کر کے جیت جانا چاہتے ہیں؟
 اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا ہی خوب فرمایا۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
 یہ گھٹائیں، اُسے منظور بڑھانا تیرا
 ورفخا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
 بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا
 مٹ گئے بیٹے ہیں، مٹ جائیں گے عداوت
 نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چہر چا تیرا

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 وَكَلِّ إِلَهٍ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

حرفِ آخر

بحمدہ تعالیٰ سوالنامہ میں مندرج سوالات کے مدلل جوابات
 مکمل ہوئے اور فتوئے وہابیہ کی تردید بطریق احسن پایہ تکمیل تک
 پہنچی۔ یہ حقیقت واضح ہو چکی کہ جن دس امور کی بنا پر وہابیہ نے
 بحال شقاوت، فرزند ان توحید عاشقانِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ والہ وسلم، مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو مشرک و کافر ٹھہرانے کی
 مذموم کوشش کی ہے۔ ان امور کی بنا پر شرک و کفر برسرِ عائد نہیں ہوتا۔
 یہ محض ان کی ضد و تعصب، کج فہمی اور ان کے جیل مرکب میں
 گرفتار ہونے کا کرشمہ اور مسلک وہابیہ کا طرہ امتیاز ہے۔ دراصل یہ
 لوگ اپنے پیشوا ابن عبد الوہاب نجدی "قرن الشیطان" کی تقلید کرتے
 ہوئے سبیل المومنین سے ہٹ چکے ہیں، اُمتِ محمدیہ سے کٹ چکے
 ہیں، اس کے باوجود اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ
 یہ لوگ ہمیشہ اہل اسلام کے مخالف و دشمن اور کفار کے ساتھی و ہمراہ
 ہیں۔ اور ان کا یہی طرزِ عمل بہ حسبِ فرمانِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان
 کے خارجی ہونے کا تین ثبوت ہے کہ فرمایا۔ یقتلون اهل الاسلام
 ویدعون اهل الذواتان۔ الحیث (بخاری مسلم مشکوٰۃ)
 "یہ لوگ اسلام کے قاتل (دشمن) ہوں گے اور ثبوت پرستوں سے
 کچھ تعرض نہ کریں گے۔"

قارئین ! ان کی مسلم دشمنی اور ملت اسلامیہ کے خلاف ان کے
سباہ کارناموں کی تفصیل اور ان کی مکمل تاریخ معلوم کرنے کے لئے فقیر
کی کتاب "مکمل تاریخ وہابیہ" کا ضرور مطالعہ کریں۔ اس کتاب میں
ناقابل تردید تاریخی حوالوں سے ان کے چہروں سے نقاب کشائی
کی گئی ہے۔

نیز تعلیمات قرآن و حدیث میں وہابیہ کی تحریف و تبلیس اور دینی
مسائل میں ان کی دھاندلیوں اور منکر و فریب سے آگاہی کے لئے فقیر
کی تالیف "تنویر الایمان" حصہ اول و دوم کا مطالعہ ہے ضروری ہے
کہ اس کے مطالعے آپ علمی رنگ میں وہابیہ کے عجیب و غریب
ہتھکنڈوں سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

فنا کیلئے اولیاء، فارم المسند فقیر الی الرحمن

الفقیر الی الرحمن

ابوالحسن حکیم محمد رمضان علی

قادر علی قریشی، غفرلہ

فاضل دارالعلوم ہامہ رضویہ فیصل آباد۔

خطیب جامع مسجد غوثیہ سمبھور ضلع ساکھڑ، سندھ

مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق جولائی ۱۹۶۶ء

طالب دعا، خاکسار فقیر و علماء

فیض القادری، محمد مقصود سید، نوشاہی اوسٹری

R-31/17 گلبرگ گلستان، ضلع کراچی، فون: 9300-2052869